ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ
کراچی

ستمبر ۲۰۱۴ء

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے



اوراء کیا ہے....؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

پیغمبرانہ تعلیمات، روحانی و سائنسی علوم اور نظریۂ رنگ و نور کا نقیب

جلد: 36 شمارہ: 10

ستمبر 2014ء / ذوالقعدہ، ذوالحج ۱۴۳۵ھ

فی شمارہ: 70 روپے

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

ممبر آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)..... سالانہ 800 روپے

بیرونِ پاکستان کے لیے...... سالانہ 170 امریکی ڈالر

خط کتابت کا پتہ

1-D, 1/7 ناظم آباد کراچی 74600

پوسٹ بکس 2213

فون نمبر: 021-36685469

فیکس: 021-36606329

ای میل / فیس بک / ویب سائٹ

roohanidigest@yahoo.com

digest.roohani@gmail.com

facebook.com/roohanidigest

www.roohanidigest.net

پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر: ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی طابع: روحانی ڈائجسٹ پرنٹرز

مقامِ اشاعت: 1-D, 1/7 ناظم آباد کراچی 74600



30



11



اوراء کیا ہے......



35



23

اس ماہ بطورِ خاص......

اوراء کیا ہے......؟

اوراء انسانی جسم کی طرح انسان کے اوپر ایک اور جسم ہے جو گوشت پوست کے جسم کے اوپر روشنی اور لطیف جسم ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر انسان بلکہ ہر جاندار کے جسم کے چاروں طرف روشنیوں کا ایک ہالہ ہوتا ہے۔ روشنیوں کے اس ہالے پر سینکڑوں کتب لکھی جا چکی ہیں۔

11....❖❖❖

مغرب میں اوراء پر ہونے والی تحقیق کا جائزہ

انسان کے اندر ایسی کون سی قوت کارفرما ہے جو اسے کائنات کی دیگر تمام مخلوق سے ممتاز کرتی ہے اور اس کی کیفیات میں ردوبدل پیدا کرتی ہے......؟

23....مترجم: [illegible]

انسان کا باطنی جسم اور مسلم صوفیاء......

جب قوتیں جسمِ مثالی میں پیدا ہوتی ہیں اور وہاں سے منتقل ہو کر گوشت پوست کے جسم کے اوپر ظاہر ہوتی ہیں۔

13....انتخاب

اپنے اوراء کو جانیے......

چند ایسے سوالات جن کے جوابات سے آپ جان سکتے ہیں کہ آپ کا "اوراء" کیسا ہے، اس میں کون سا رنگ غالب اور نمایاں ہے

30....ترجمہ: شاہینہ جمیل

نادیدہ

ہالینڈ کے ایک سیدھے سادے نوجوان کی روحانی صلاحیتوں کے حیرت انگیز واقعات.... سائنس جن کا جواب آج تک تلاش کر رہی ہے...

35....❖❖❖



عقل حیراں ہے، سائنس خاموش ہے

ایلی ڈوراڈو.... سونے کا شہر

یہ سرزمین کہاں ہے اور کدھر ہے....؟ یہ کسی کو نہیں معلوم۔ سونا حاصل کرنے کے لیے بہت لوگ اس کی تلاش میں نکلے مگر نہ اس شہر کا سراغ ملا نہ سونے کی جھلک نظر آئی۔

77

نورانی نور بوت.... انسان میرا بھید ہے اور میں انسان کا بھید ہوں.... خواجہ شمس الدین عظیمی.... 06

حسد اے جی.... آدمی تین جسم رکھتا ہے.... خواجہ شمس الدین عظیمی.... 07

روحانی سوال و جواب.... اور اے کیوں مراد ہے اور یہ کیا کام کرتا ہے....؟ خواجہ شمس الدین عظیمی.... 161



ادب، معاشرت، ماحول

اروڑ کا مست....

پورا سندھ جیسے دل فقیروں سے بھرا ہوا ہے، لیکن سائیں اللہ بخش جیسا ڈھونڈے بھی نہ ملے۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا اس کا ایک ایک لفظ درست تھا۔

امر جلیل.... ترجمہ: سراج چنہ

51



اس کے ہاتھ....

یک لخت اس کی چیخ نکل گئی، وہ اس کے ہاتھ نہیں تھے.... مرزا ادیب.... 59

بحر کا سلطان.... ایک بحری بادشاہ کی داستان کا واقعہ.... منیر احمد عظیمی.... 65

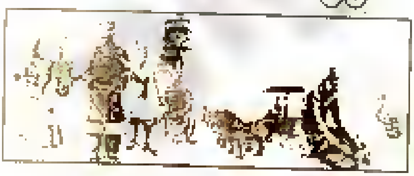
بچیوں کے رشتے کی تلاش.... آخر مشکلات کیوں.... ❖❖❖.... 109



دنیا، سائنس، حیرت انگیز

پیسہ....

83



پیسہ اکونا ست کچی.... حیرت انگیز امر ہے کہ ان تمام مجسموں کا قد کاٹھ، شکل و صورت اور روزمرہ زندگی کے فوجیوں کی طرح تھے۔ ہر جنگجو کا مجسمہ ایک انفرادی چہرہ، لباس اور بالوں کا انداز رکھتا ہے۔

حیات بعد موت 172

راز سعدی کی پیش... سے منتخب کردہ

یہ ہے پاکستان



179

پاکستان کی منظر اور مقامات....

66



ایک حقیقت سے قریب تر کہانی



خواتین، گھر، خاندان

105 اپنے گھر کو امن کا گہوارہ بنائیں....
شوہر کے ساتھ ساتھ تمام گھر والوں کے ساتھ آپ کا رویہ کیسا ہونا چاہیے
ڈاکٹر فرحت جہاں



گھر کا معالج.... ایسے مسائل جن کا حل ہمارے کچن میں موجود ہے... ❖ ❖ ❖ 127
اشرف باجی کے ٹوٹکے..... روز مرہ زندگی میں کام آنے والے گھریلو نسخے... اشرف حافظ....131
باتھ روم... خاتون خانہ کے ذوق اور سلیقے کا آئینہ دار..... فرخ جبین اظہر....113

صحت مند زندگی



ٹین ایج کا نازک دور.....
یہ دور ٹین ایج بچوں کے لیے معمہ بھی بن سکتا ہے۔ وہ جسمانی اور ذہنی تبدیلیوں کو سمجھ نہیں پاتے۔
❖ ❖ ❖ 115

بلند آواز سے شور نے زندگی عذاب بنادی... ثمینہ عبداللطیف....133
بچوں کی بھوک..... غذائی کمی اور غلط غذائی عادات پر تحریر...... حکیم عادل اسمٰعیل....137
کھمبی.... ایک صحت بخش اور خوش ذائقہ غذا ہے۔ ساجدہ اسد....141
لیموں.... چھوٹا سا پھل پر بہت بڑے فائدے..... رضا جیلانی....143
چہرے کے داغ دھبے.... چھٹکارا بہت آسان طریقے سے..... ❖ ❖ ❖...147
ناک کے امراض.... معمولی امراض بھی خطرناک ثابت ہوتے ہیں... ❖ ❖ ❖...155
تمباکو نوشی اور انسانی صحت.... ایک موذی عادت یا مرض....؟ ❖ ❖ ❖...149



مستقل سلسلے

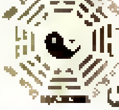
10. قارئین کے تاثرات
99. جیتی جاگتی زندگی
169. کیفیات مراقبہ
27. اس ماہ....
191. عالم امروز
127. گھر کا معالج
145. دستر خوان
163. قرآنی انسائیکلوپیڈیا
167. قرطاس لوح و قلم
177. گوشۂ کتب
183. بچوں کا روحانی ڈائجسٹ
193. تحقیق مراقبہ
201. روحانی ڈاک

جسم کے عجائبات



تھائی رائیڈ گلینڈ 157
انسانی جسم کی [illegible]

فینگ شوئی



119 صحت مند زندگی
زندگی میں بہتری لانے کا فن

رنگ و روشنی سے علاج

125
[illegible]....



جب سے انسان پیدا ہوا ہے اس کے ذہن میں یہ سوالات جنم لیتے رہے ہیں کہ

میں کون ہوں؟ میری حقیقت کیا ہے؟ میری پہچان کیا ہے؟ میرا مقصدِ حیات کیا ہے.....؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لیے ہر دور میں، ہر خطہ میں اپنے نبی اور رسول بھیجے اور ہدایت کے لیے آخری الہامی کتاب قرآن مجید کی صورت میں مکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا۔ جس نے اس ضابطہ حیات سے رجوع کیا اسے رہنمائی ملی اور اس نے اپنا مقصد حیات حاصل کر لیا۔ قرآن مجید میں بار بار انسان کو توجہ دلائی گئی ہے کہ:

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر ہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔ (سورۃ ذاریات: 21)

ترجمہ: اور ہم تو شہ رگ سے بھی نزدیک ہیں۔ (سورۃ ق۔16)

ترجمہ: کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے۔ (سورۃ روم۔8)

ترجمہ: تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا لیا ہے۔ (سورۃ جاثیہ۔23)

احادیث نبوی میں بھی باطن کی طرف اشارہ موجود ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہ میں زمین میں سماتا ہوں اور نہ آسمانوں میں لیکن بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔" (کتاب احیاء العلوم).... "مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔" (تفسیر ابن عربی)

حضرت غوث الاعظمؒ کتاب سر الاسرار میں حدیث قدسی بیان کرتے ہیں:

الانسان سری وانا سرہ.... انسان میرا بھید ہے اور میں انسان کا بھید ہوں (تفسیر روح المعانی)....

اللہ تعالیٰ نے اس حدیث قدسی میں انسان کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا" (کشف الخفا)

واضح ہو گیا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کیسے حاصل ہوگی۔ تو اس کا طریقہ بھی قرآن اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: "بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاکیزہ بنا لیا۔" (سورۃ شمس: 9)

ترجمہ: "جس نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے یقیناً اپنے رب کو پہچانا۔" (کشف الخفا)



مادے کے اندر تفکر کیا جاتا ہے تو مادی قوانین اور مادی خصوصیات معلوم ہوتی ہیں۔ جب ہمارا ذہن مادے کی گہرائی میں جستجو کرتا ہے تو انہیں دنیا کا پتہ چلتا ہے جو مادیت کی بنیاد ہے۔ اس کو ہم لہروں کی دنیا یا روشنی کی دنیا کہہ سکتے ہیں۔ سائنس دانوں نے مادے کے اجزائے ترکیبی تلاش کئے تو ایٹم اور ایٹم کے ذرات سامنے آئے۔ ایٹمی ذرات میں الیکٹران کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں کہ وہ دوہری خصوصیات کا مالک ہے۔ ایک طرف مادی ذرہ ہے تو دوسری طرف لہر ہے۔ ایٹم کے اندر موجود لہروں کا نظام روشنی کی دنیا کا سراغ دیتا ہے چنانچہ ہم اپنے ماحول میں جو کچھ دیکھتے ہیں وہ ایک طرف مادی تشخص رکھتا ہے اور دوسری طرف روشنی کا ہیولا ہے۔ روشنی کے ہیولے میں جو تحریکات پیدا ہوتی ہیں۔ اسی کے مطابق مادی تشخص میں بھی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ سائنسی اصول کے مطابق اگر ایٹم کے ان پروٹونوں کی تعداد میں تبدیلی کر دی جائے۔ تو ایٹم اپنی ماہیت تبدیل کر دیتا ہے۔

یہ طبعی عمل ہے یورینیم عمل انشقاق کے بعد پلوٹونیم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ ایٹمی ذرات جو لہروں کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں تبدیلی واقع ہو جائے تو عنصر شکل بدل جاتا ہے۔ روشنی کی دنیا میں تبدیلی واقع ہوتی ہے تو مادی تشخص میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔

جس طرح ہر مادی وجود کے ساتھ برقی رو کا نظام کام کرتا ہے اسی طرح انسان کے اندر بھی برقی نظام کام کر رہا ہے۔ روحانی سائنس کے مطابق انسان محض گوشت پوست ہڈیوں اور خون سے مرکب ایک پتلا نہیں بلکہ خاکی وجود کے اندر نوری جوہر بھی ہے اور یہی نوری جوہر اس کی اصل ہے۔ یہ جوہر برقی رو کا کرنٹ ہے۔

انسان کے اندر بنیادی طور پر تین جنریٹر کام کرتے ہیں۔ یہ جنریٹر تین طرح کے کرنٹ پیدا کرتے ہیں۔ ان تینوں کرنٹ کے مجموعے کا نام انسان ہے۔

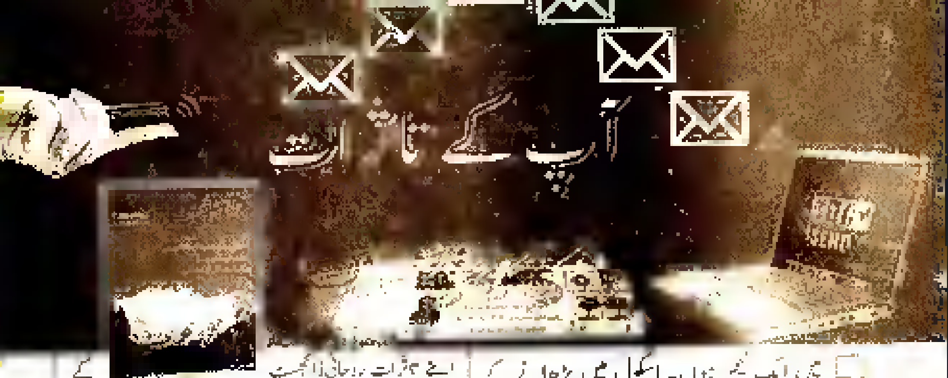
انسان کے حواس بھی تین برقی رو کے تابع ہیں۔ تمام خیالات، تصورات اور احساسات، چاہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی، ٹھوس ہوں یا لطیف، برقی رو کی مختلف ترکیبوں سے تشکیل پاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر انسان کے اندر جو صلاحیتیں کام کرتی ہیں وہ تین دائروں میں منظم بنتی ہیں۔ یہ تینوں کرنٹ محسوسات کے تین ہیولے ہیں اور ہر ہیولا مکمل تشخص رکھتا ہے۔ ہر کرنٹ سے انسان کا ایک جسم وجود میں آتا ہے۔ اس طرح آدمی کے تین وجود ہیں یا آدمی تین جسم رکھتا ہے۔

مادی جسم، روشنی کا بنا ہوا جسم اور نور سے بنا ہوا جسم۔

یہ تینوں جسم بیک وقت متحرک رہتے ہیں۔ لیکن مادی جسم (شعور) صرف مادی حرکات کا علم رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر مادی جسم کے اندر لاتعداد افعال واقع ہوتے رہتے ہیں۔ پھیپھڑے ہوا کھینچتے ہیں، جگر کے اندر ہزار ہا معاملات بر سر عمل رہتے ہیں، دماغ کے اندر برقی رو کے ذریعے حیران کن کرشمہ جاری رہتا ہے۔ پرانے خلیات فنا ہوتے ہیں نئے خلیات بنتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اعمال کو ہمارا شعور محسوس نہیں کرتا اور نہ ہمارا شعور ارادتاً ان کو کنٹرول کرتا ہے۔ شعوری ارادے کے بغیر یہ اعمال خود بخود ایک ترتیب سے واقع ہوتے ہیں۔ ہمارے اندر روشنی اور نور کے جسم بھی کام کرتے ہیں۔ لیکن شعور انہیں محسوس نہیں کرتا۔ صرف خواب یا مراقبے کی کیفیات ایسی ہیں جن میں ہمیں روشنی کے جسم کا احساس ہوتا ہے۔ ان کیفیات میں یعنی حالت خواب میں ہمارا مادی جسم معطل رہتا ہے۔ اس کے باوجود ہم زندگی کا ہر فعل انجام دیتے ہیں۔

اس کیفیت میں روشنی کا جسم حرکت کرتا ہے۔ اس جسم کو ہیولا، جسم مثالی بھی کہتے ہیں۔ اگر خیال کی قوت کو بڑھایا جائے تو جسم مثالی کی حرکات سامنے آجاتی ہیں اور ہم جسم مثالی کو ارادے کے تحت استعمال کر سکتے ہیں۔ جسم مثالی کی رفتار مادی جسم سے ساٹھ ہزار گنا زیادہ ہے۔ خواب میں نور کا جسم بھی متحرک ہوجاتا ہے لیکن رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ ہم نورانی واردات کو یاد نہیں رکھ پاتے۔ نور کا جسم روشنی کے جسم سے ہزاروں گنا تیز سفر کرتا ہے۔ اگر خیال کی طاقت میں مطلوبہ اضافہ ہوجائے تو آدمی نور کے جسم سے متعارف ہوجاتا ہے۔

روحانی لوگ مراقبے پر عبور حاصل کرکے روشنی اور نور دونوں میں سفر کرتے ہیں۔ مراقبے کے ذریعے آدمی کی شعوری کیفیات روشنی کے جسم میں تحلیل ہوجاتی ہیں اور آدمی روشنی کی رفتار سے سفر کرنے لگتا ہے۔ اسے وہ باتیں معلوم ہوجاتی ہیں جو روشنی کے اندر موجود ہیں۔ یہ بات واضح کردینی ضروری ہے کہ یہاں روشنی سے مراد وہ روشنی نہیں ہے جو ہمیں نظر آتی ہے بلکہ یہ اس روشنی کا تذکرہ ہے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ اسی طرح جب شعوری کیفیات نورانی دنیا میں جذب ہوجاتی ہیں تو نور کا جسم برسر عمل آجاتا ہے۔ اس وقت آدمی نور کی شعاعوں کے ذریعے زمانیت اور مکانیت کو طے کرنے لگتا ہے۔



میں ایک ٹیچر ہوں۔ اسکول میں پڑھانے کے ساتھ ساتھ گھر میں بچوں کو ٹیوشن بھی پڑھاتا ہوں۔ ہمارے گھر میں روحانی ڈائجسٹ گزشتہ پچیس چھبیس سال سے باقاعدگی سے آرہا ہے۔ روحانی ڈائجسٹ کے مختلف مضامین پڑھ کر میں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں اپنے شاگردوں کو صرف پڑھاؤں گا ہی نہیں بلکہ ان کی تربیت اور کردار سازی پر بھی توجہ دوں گا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کام کے لیے زیادہ تحریک مجھے ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کی تحریروں سے ملی ہے۔

میں اپنے ساتھی دیگر اساتذہ سے بھی یہ کہتا ہوں کہ ایک استاد کو اپنے شاگردوں کے لیے رول ماڈل ہونا چاہیے۔ نہ صرف شاگردوں کے اخلاق کی درستگی کے لیے بلکہ ان میں چھپی صلاحیتوں کو ابھارنے اور انہیں معاشرے کا ایک اچھا رکن بنانے کے لیے بھی استاد کو شاگردوں پر محنت کرنی چاہیے۔

جون 2014ء کے شمارے میں عظیمی پبلک اسکول کے اساتذہ کے ساتھ ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی صاحب کا خطاب پڑھ کر میرا یہ جذبہ مزید بڑھا ہے۔

(ممتاز شیخ۔ کراچی)

اپنے تاثرات روحانی ڈائجسٹ کے فیس بک پیج اور ویب سائٹ پر بھی کمنٹ یا پوسٹ کرسکتے ہیں۔

ای میل: roohanidigest@yahoo.com

فیس بک: facebook.com/roohanidigest

ویب سائٹ: www.roohanidigest.net

روحانی ڈائجسٹ پاکستان کا ہی نہیں بلکہ اردو زبان کا ایک ممتاز اور منفرد رسالہ ہے۔

متنوع موضوعات پر انتہائی مفید مضامین کا یہ ایک ایسا خوبصورت گلدستہ ہے جس کی مہک دور تک جاتی ہے اور دیر تک رہتی ہے۔

قرآنی آیات کی تفہیم ہو، ارشادات نبویؐ سے رہنمائی ہو، علم و فن کے موضوعات ہوں، ادبی شہ پارے ہوں، اولیاء اللہ، بزرگان دین کے ایمان افروز واقعات ہوں، سائنسی ترقیوں کا تذکرہ ہو، دلچسپ و عجیب واقعات ہوں، مراقبہ، یوگا، فینگ شوئی، ریکی پر مضامین ہوں یا روحانی ڈاک کے ذریعہ لوگوں کے مسائل و مشکلات کا حل اور بیماریوں کے لیے مشورے، مختصر یہ کہ روحانی ڈائجسٹ کا ہر شمارہ اولیاء اللہ سے عقیدت رکھنے والے ہر عمر کے قارئین کے لیے بہت مفید اور دلچسپ تحریروں سے مزین ہوتا ہے۔

یہ عمدہ اور اچھا رسالہ ترتیب دینے پر ہم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب، ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی صاحب

اور روحانی ڈائجسٹ کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(ڈاکٹر نصیر۔ کراچی)

نئی نسل کی اچھی تربیت والدین کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ فکر مندی کی بات یہ ہے کہ نئے شادی شدہ جوڑے ہوں یا کئی کئی بچوں کے والدین، اکثر لوگ اس ذمہ داریوں کی بہتر ادائیگی سے لاعلم نظر آتے ہیں۔ کئی والدین سمجھتے ہیں کہ اپنے بچوں کو اچھے اسکولوں میں داخل کروادیے، ان کے لیے اچھے ٹیوٹرز کا بندوبست کردیے اور ان کی فرمائشیں پوری کرتے رہنے سے بچوں کی تربیت کا فریضہ ادا ہوجاتا ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ یہ سوچ اولاد کی اچھی تربیت میں رکاوٹ ہے۔ اولاد کی اچھی تربیت کے لیے خود والدین کی تربیت ضروری ہے۔

روحانی ڈائجسٹ کے کئی مضامین میں ان نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے تاہم اس کام میں مزید مدد کے لیے روحانی ڈائجسٹ سے ہماری توقعات بڑھتی جارہی ہیں۔

([illegible])

پاکستان میں غربت کتنی ہے....؟

اس ملک کے حالات کب ٹھیک ہوں گے....؟

یہ سوالات ہر باشعور اور درد مند پاکستانی کو مضطرب رکھتے ہیں۔ روحانی ڈائجسٹ اگست کے شمارے میں ان سوالات کو زیر بحث لاتے ہوئے پاکستان پر قدرت کے کئی انعامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس مضمون کے ذریعہ یہ جان کر بہت اطمینان ہوا کہ کئی روحانی ہستیاں پاکستان کے لیے مسلسل دعا گو ہیں۔

ہماری بھی یہی دعا ہے کہ....

سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد تجھے

([illegible])

اگست کے شمارے میں جو مضامین بہت زیادہ پسند آئے ان میں حق الیقین۔ پاکستان.... 2050ء میں خوش آمدید اور انسانی نفسیات پر چاند کے اثرات قابل ذکر ہیں۔ 2050ء میں دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی، آج 2014ء میں تو یہ بات بظاہر قبل از وقت معلوم ہوتی ہے لیکن ہمیں یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ موجودہ نسل کے پاس یہ کرۂ ارض آنے والی نسلوں کی امانت ہے۔ اس امانت کی پاسداری آج اس دنیا میں بسنے والے ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔

([illegible])

روحانی ڈائجسٹ کے ہر شمارے میں زیادہ تر مضامین بہت اچھے ہوتے ہیں لیکن کوئی ایک مضمون ایسا بھی ہوتا ہے جس کا مطالعہ زیادہ قابل قدر محسوس ہوتا ہے۔ عقل حیران ہے اور سائنس خاموش ہے ایک بہت اچھا تحریری سلسلہ ہے۔ اس سلسلۂ مضامین میں اگست کے شمارے میں انسانی نفسیات پر چاند کے اثرات ایک منفرد اور بہت مفید آرٹیکل ہے۔

روحانی ڈائجسٹ ہماری پوری فیملی کا پسندیدہ رسالہ ہے۔ گزشتہ چند ماہ سے آپ "اس ماہ" کے زیر عنوان ہر ماہ کے خاص خاص واقعات کا تذکرہ شائع ہورہا ہے۔ یہ ایک اور بہت اچھا سلسلہ آپ نے شروع کیا ہے۔ اس کے ذریعہ ہمیں نہ صرف عالمی سطح پر پائے جانے والے دنوں کے بارے میں پیشگی اطلاع مل جاتی ہے بلکہ کئی ممتاز شخصیات اور کئی مقامی تہواروں کے بارے میں بھی علم ہوجاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگست کے شمارے میں آپ نے شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، حضرت امیر خسرو اور حضرت شیخ سعدی کے بارے میں بھی بتایا ہے کہ ان بزرگوں کا ماہ وفات شوال ہے۔

([illegible])



اوراء کیا ہے....

ایسے کئی گھرانے مزارات اور خانقاہیں ہیں جہاں آپ کو روحانی پیشواؤں بزرگانِ دین کی بہت سی خیالی اور فرضی تصاویر عقیدت و احترام کے ساتھ دیواروں پر آویزاں ملیں گی۔ ان تصاویر میں اکثر بزرگانِ دین کی شبیہ مبارک پر ایک نور کا حلقہ سا بنا ہوا نظر آتا ہے۔

نور کا ایسا ہی ہالہ آپ کو عیسائی مذہب میں حضرت عیسیٰ کی شبیہ میں، گوردوارے میں گرونانک کی تصویر پر اور گوتم بدھ، رام، کرشن وغیرہ کے مجسموں کے ساتھ بھی واضح نظر آئے گا۔ اس قسم کی روشنی کا ہالہ زیادہ تر صوفی، روحانی بزرگوں اور Saints کے اردگرد ہی نظر آتا ہے۔ اس کی مثال قدیم آرٹسٹوں کے بنائے ہوئے Saints کے پورٹریٹ میں ایسے ہالے خصوصی طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔



روشنیوں کے یہ دائرے عقیدت مندوں کی ایجاد نہیں ہیں..... اور نہ یہ ہالہ صرف بزرگانِ دین اور مذہبی ہستیوں تک محدود تھا..... حقیقتاً انسانی جسم کی طرح انسان کے اوپر ایک اور جسم ہے جو گوشت پوست کے جسم کے اوپر روشنی اور لطیف جسم ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر انسان بلکہ ہر جاندار کے جسم کے چاروں طرف روشنیوں کا ایک ہالہ ہوتا ہے۔ روشنیوں کے اس ہالے پر سینکڑوں کتب لکھی جاچکی ہیں۔ ہر ایک نے اپنے نظریات کی بنا پر اسے الگ نام دیے ہیں اس نورانی وجود کو نسمہ، جسم مثالی، جسم لطیف، ہمزاد، سایہ، روح، ہوائی اوج، آبھا، سوکشم شریر، ہالہ نور، ایتھری باڈی Ethric Body، آسٹرل باڈی (Astral Body)، سبٹل باڈی (Subtle Body)، بائیو پلازما، حیوانی انرجی فیلڈ HEF، الیکٹرو میگنیٹیو فیلڈ EMF اور Aura وغیرہ کہا جاتا ہے۔ بے شمار ناموں میں دو نام زیادہ مشہور ہیں۔ ایک نسمہ (Aura) اور دوسرا جسم مثالی۔

علامہ اقبال نے کہا ہے کہ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے۔ ٹھیک ہے آدم اپنی فطرت میں نوری یا ناری نہ ہو لیکن اپنی ساخت اور اپنے وجود میں خاکی اور نوری ضرور ہے۔ اس کے پیکر خاکی کے ساتھ ایک نورانی جسم بھی نتھی ہے۔

خواجہ حیدر علی آتش کا ایک شعر ہے

جسم خاکی کے تلے جسم مثالی بھی ہے
اک قبا اور بھی ہم زیر قبا رکھتے ہیں

اوراء رنگ و نور کی لہروں سے بنا ایک غیر مرئی جسم ہے جو ہمارے مادی جسم کے اردگرد ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یہ اوراء انسانی جسم کے اردگرد چھ انچ سے لے کر کئی فٹ تک پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مادی جسم

WWW.PAKSOCIETY.COM

زندگی کے تمام تقاضے اسی اورا سے حاصل کرتا ہے اور انسانی صحت کا دارومدار بھی روشنیوں کے اس جسم پر منحصر ہے۔

انسانی گوشت پوست کے جسم کا دارومدار نسمہ (Aura) کے اوپر ہے۔ نسمہ (Aura) اگر صحت مند ہے تو گوشت پوست کا جسم بھی صحت مند ہے۔

یوں سمجھئے کہ جس طرح گوشت کے جسم میں دو لینس فٹ ہیں جن کے ذریعے مادی دنیا میں موجود تمام چیزوں کا عکس دماغ کی اسکرین پر منتقل ہو کر ڈسپلے ہوتا ہے اسی طرح جسم مثالی کے اندر جو کچھ موجود ہے اس کا تمام تر اثر گوشت پوست کے جسم پر مرتب ہوتا ہے۔ روشنیوں سے بنا ہوا یہ جسم صرف انسان کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ زمین کے اوپر جتنی مخلوق موجود ہے سب ہی اس روشنیوں کے جسم (Aura) کی ذیلی تخلیق ہیں۔

اس بات کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ انسانی زندگی میں جتنے تقاضے موجود ہیں یہ تقاضے گوشت کے جسم میں پیدا نہیں ہوتے۔ جسم مثالی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہاں سے منتقل ہو کر گوشت پوست کے جسم پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی روٹی کھاتا ہے تو بظاہر ہم دیکھتے ہیں کہ گوشت پوست کا آدمی روٹی کھا رہا ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ جب تک جسم مثالی کے اندر بھوک کا تقاضہ پیدا نہیں ہوگا اور جسم مثالی گوشت پوست کے جسم کو بھوک یا پیاس کا عکس منتقل نہیں کرے گا آدمی روٹی نہیں کھا سکتا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔ ذرا سے تفکر سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے۔

جسم مثالی کے بہت سے پرت ہیں۔ جب ہم خواب کے حواس میں دنیا بھر کی سیر کرتے ہیں اور تمام وہ اعمال و اشغال ہم سے سرزد ہوتے ہیں جو ہم گوشت پوست کے جسم کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ جسم مثالی کی وہ حرکت ہے جو گوشت پوست کے جسم کو میڈیم بنائے بغیر کرتا ہے۔ جسم مثالی کی حرکات و سکنات کے تاثرات ایک جیسے ہوتے ہیں۔ روشنی کا جسم (Aura) اگر مٹی کے ذرات سے اپنا رشتہ منقطع کر لے تو یہ ذرات فنا ہو جاتے ہیں۔ مٹی کے ذرات سے بنے ہوئے گوشت پوست کی حیثیت محض عارضی اور فانی ہے۔ یعنی مرنے سے مراد یہ ہے کہ مٹی کے ذرات سے بنے ہوئے گوشت پوست کے آدمی کے اوپر روشنیوں کا جسم اس عالم آب و گل سے رشتہ منقطع کر کے اس عالم رنگ و نور میں منتقل ہو گیا ہے۔

مغربی ممالک اور دنیا بھر میں اورا پر مزید ریسرچ اور گہرائی سے مشاہدہ کیا گیا تو دلچسپ قسم کے انکشافات سامنے آتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو روشن ضمیری Clairvoyance جیسی صلاحیت سے مالامال ہیں یا روحانی لوگ Spiritual Persons یہ بتاتے ہیں کہ ہمارے مادی جسم سے روشنی کے اخراج کے علاوہ رنگ، حرارت اور آواز بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کسی بھی شخص کا اورا سے اس کی صحت و تندرستی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اورا کی شکل، کثافت اور رنگ مسلسل تبدیل ہوتا ہے اور اس تبدیلی کا تعلق بیماری، حرکات، مثبت و منفی طرز فکر سے ہوتا ہے۔

روحانی طور پر ترقی یافتہ اشخاص کا اورا یا جسم مثالی بہت زیادہ روشن اور واضح ہوتا ہے جو عام شخص کے اورا کے مقابلے میں زیادہ وضاحت سے نظر آجاتا ہے خاص کر سر کے ارد گرد۔ کچھ روحانی معالجین اور مفکرین جسم مثالی میں سات یا اس سے زیادہ پرت بتاتے ہیں جس میں ہر پرت کا رنگ جدا ہوتا ہے۔

اورا کے مراکز

اسی طرح جسم مثالی میں توانائی کے مراکز ہوتے ہیں جنہیں لطائف، چاکراز یا چرخ کہا جاتا ہے۔ جسم مثالی Aura میں موجود لطائف یا چرخ ہی انسانی وجود میں

حیاتیاتی توانائی کے مراکز ہیں۔ ان ہی میں سے تمام توانائیاں یا طاقتیں اندر یا باہر آتی جاتی ہیں اور یہی لطائف یا مراکز توانائی کے اس بہاؤ کو رواں رکھتے اور متوازن نظام رکھتے ہیں۔ ان لطائف یا چکرز کو قدیم سنسکرت Damain (Daman) اور شمین کے نام سے پکارتے ہیں۔ ہر لطیفہ کو ایک مخصوص رنگ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مغربی مخفی علوم کے ماہرین کے نزدیک ماورائی جسم اپنی توانائی کو جسم کے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور ماورائی جسم میں کچھ مخصوص جگہوں پر کچھ مخصوص پوائنٹ ہوتے ہیں جو تمام کے تمام ریڑھ کی ہڈی سے جڑے ہوتے ہیں اور جس کے ذریعے کائناتی حیاتیاتی توانائی کی دوہری لہر مادی جسم میں گزرتی ہے۔ یہی چیز قدیم سنسکرت کتب اور مسلم صوفیاء میں بھی موجود ہے مگر ان کی تعداد اور مقام کچھ مختلف ہیں۔

مغربی مخفی علوم کے ماہرین کے مطابق ان پوائنٹس کی تعداد تقریباً سات بتائی جاتی ہے۔ جو کچھ یوں ہے۔

1۔ سر کے درمیان کا مرکز (crown chakra)

2۔ دونوں آنکھوں کے درمیان (Brow Chakra)

3۔ حلق کا پوائنٹ (Throat chakra)

4۔ دل کا پوائنٹ (Heart chakra)

5۔ سینے کی ہڈی کے نیچے (Solar plexus chakra)

6۔ ناف سے نیچے (Sacral chakra)

7۔ ریڑھ کی ہڈی کی جڑ (root chakra)

مسلم صوفیاء نے ان کی تعداد چھ متعین کی ہیں۔ ان کا نام لطائف ستہ ہے۔

۱۔ لطیفہ اخفیٰ	۲۔ لطیفہ خفی
۳۔ لطیفہ سری	۴۔ لطیفہ روحی
۵۔ لطیفہ قلبی	۶۔ لطیفہ نفسی

بعض دوسرے سلاسل میں پانچ یا دس بھی بیان ہوئے ہیں۔

اورا کے رنگ

اورا میں موجود رنگوں کی خاصیت اور افادیت:

مخفی دانشوروں اور ماورائی علوم کے مفکروں نے اپنی تحقیق کے دوران عرق ریزی سے رنگوں کا خاکہ تیار کیا ہے۔ اختصار کے ساتھ یہاں پیش ہے۔

سرخ رنگ: سرخ رنگ محبت، طاقت، قوت اور توانائی کی طرف اشارہ ہے۔ قوت ارادی میں کمی، سستی کاہلی، نیند زیادہ آنا، بھوک کی کمی، آنکھ، ناخنوں میں پیلا پن اسی سرخ رنگ کی کمی سے واضح ہوتا ہے۔

گہرا سرخ: گہرا سرخ رنگ غصہ، ہیجان، اضطراب اور بے چینی کا اظہار کرتا ہے۔ ایسا شخص حکم چلانے اور زبردستی کرنے کی فطرت رکھتا ہے۔

ہلکا سرخ: سرخ رنگ کا شیڈ اگر ہلکا ہو تو یہ اس شخص کی جلد بازی اور مشتعل رہنے کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ ایسا شخص اکثر اپنی ذات میں محو ہوتا ہے۔

قرمزی: یہ رنگ لالچی اور بے صبرے لوگوں کی علامت ہے۔ یہ انتظامی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں مگر عام طور پر ایسے لوگ مادہ پرستی کی طرف مائل رہتے ہیں۔

خشتی، گہرا قرمزی: گہرا قرمزی رنگ انسان کی انا کا کسی حد تک بڑھ جانے کا مظہر ہے۔ جس انسان میں قرمزی رنگ حد سے زیادہ ہو وہ عموماً خود غرض ہوتا ہے۔ اس کا مثبت اثر یہ ہے کہ انسان پر اعتماد، پر جوش اور لگن سے کام کرتا ہے۔

گلابی اور مرجانی رنگ: یہ رنگ کسی شخص کی ناپختگی اور رضا کی طرف اشارہ ہے۔ ایسا رنگ اکثر نوجوان نسل میں پایا جاتا ہے۔ ایسے لوگ دوسروں کے کام آتے ہیں اور جلد ہی کسی بات پر پریشان ہو جاتے ہیں اور جارحانہ اور انتقامی جذبات رکھتے ہیں۔

نارنجی رنگ: یہ رنگ یکسوئی، ذہنی سکون اور بہترین سوچ کا حامل ہے۔ ایسا رنگ رکھنے والے لوگ تخلیقی ذہن کے مالک اور منظم ہوتے ہیں۔ ایسا رنگ رکھنے والے اگر منفی طرز فکر کے حامل ہوں کہ وہ بدلہ اور انتقام کی دھن میں رہتے ہیں۔ ایسے لوگ مشکل اور تھکا دینے والے کھیل کھیلتے ہیں۔

سنہری مائل نارنجی: ایسے رنگ کا اورا رکھنے والا انسان قوت برداشت اور قوت مدافعت کا حامل ہوتا ہے۔

سنگتی مائل نارنجی: ایسے رنگ کا اورا ہوس اور خبط کی بے انتہا خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ ایسے لوگ دوسروں کا قطعی خیال نہیں رکھتے۔ ان کے رویہ میں اکثر بے تعلقی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

زرد یعنی پیلا رنگ: یہ رنگ اچھی صحت اور بہترین زندگی کی جانب اشارہ ہے۔ ایسے لوگ سائنسی، سیاسی اور واضح ذہن کے مالک ہوتے ہیں۔ دور کی سوچتے ہیں اور ذہنی طور پر یکسو ہوتے ہیں۔ عام طور پر منصوبہ بندی میں آگے رہتے ہیں اور دنیاوی طور پر کامیاب رہتے ہیں۔

سنہری مائل پیلا: سونے کے رنگ والے اورا صحت مند ہوتے ہیں اور بہتر تعلقات استوار رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہر بات بآسانی سمجھ لیتے ہیں۔ زیادہ پریشان نہیں ہوتے، خوش مزاجی، دوست بنانے اور دوستوں کی مدد کرنا ان کی فطری خصوصیت ہوتی ہے۔

سرخی مائل پیلا: ایسے لوگ شرمیلے، غیر مستقل مزاج اور تذبذبانہ کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں۔ ان کی قوت ارادی بھی کمزور ہوتی ہے۔

نیلا: نیلا رنگ سوچ بچار، غور و فکر کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ایسے رنگ کی کیفیت والے لوگ مثبت طرز فکر، دوسروں کے لیے اچھا سوچنے والے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ خدا سے دعا اور رحمت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ یہ رنگ روحانیت اور نشوونما کا بھی مظہر ہے۔

گہرا نیلا: ایسے لوگ تجزیاتی ذہن کے مالک ہوتے ہیں اور دور اندیش بصیرت رکھنے والے ہیں۔ عموماً خاموش اور نرم مزاج رکھتے ہیں۔ ایسا رنگ منفی بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگ توجہ نہ ملنے پر بد ظن اور تنگی مزاج ہو جاتے ہیں۔

آسمانی، ہلکا نیلا: یہ رنگ شخصیت کی گہرائی کو واضح کرتا ہے۔ یہ رنگ صاحب فن، پرسکون اور روحانی سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔

ایسا رنگ رکھنے والے لوگ دیانت دار اور مخلص ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عموماً منتقی بھی ہوتے ہیں اور ہمیشہ درست راستے کو اپناتے ہیں۔

درمیانہ نیلا: ایسے لوگوں کو دونوں گہرے نیلا رنگ کی خصوصیت ہوتی ہے اور ایسے لوگ روحانیت، سائنس اور خدمت خلق کو پسند کرتے ہیں اور اپنی زندگی انہی کاموں میں گزارنا چاہتے ہیں۔

نیگوں Indigo: ایسے لوگ گہری سوچ بچار کے مالک ہوتے ہیں۔ فطری طور پر روحانی، خدمت خلق اور آزاد ذہن رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ضبط نفس اور خود پر قابو رکھنے میں ماہر ہوتے ہیں۔

بنفشی Voilet: یہ رنگ خوشحالی اور تحقیق کرنے والے لوگوں کا نشان ہے۔ ایسے لوگ حساس مگر یقین کے پکے ہوتے ہیں۔ اپنے فن میں کھوئے رہتے ہیں۔ یہ فنکاروں اور مصوروں کا رنگ ہے۔ ایسے لوگ محبت اور توجہ کے طالب رہتے ہیں۔

جامنی Purple اور اودے رنگ: ایسے رنگ کے حامل افراد عموماً متکبر اور تحکم پسند ہوتے ہیں۔ جو ان میں موجود گلابی رنگ کے بڑھنے کا اثر ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اگر مثبت طرز فکر اختیار کریں تو لاشعور سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

سبز: ایسے لوگ فراخ دل اور پرسکون ہوتے ہیں۔ زندگی

کو آسانی سے گزارتے ہیں اور خود کو نئے نئے حالات کے مطابق ڈھال لینے کے اہل ہوتے ہیں۔ عام طور پر دوسروں سے محبت سے پیش آتے ہیں۔

ہلکا سبز: ایسے لوگ ہر طرح کے ماحول میں ایڈجسٹ کر لیتے ہیں اور عموماً ہر فن مولا ہوتے ہیں۔

زرد مائل: یہ رنگ شفا اور صحت یابی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ یہ رنگ مددگار اور دوستی کی نشانی ہے۔ عموماً ڈاکٹروں اور نرسوں کے ارد گرد اسی رنگ کا اورا ہوتا ہے۔

زرد مائل نیلگوں سبز: ایسا زردی مائل جس میں نیلے رنگ کی بھی ملاوٹ ہو تو ایسے افراد قدرت تخلیق اور توجہ کے جذبے کی عکاسی کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس میں سبز رنگ زیادہ مقدار میں پایا جائے تو ایسے لوگ جلد گھل مل جانے والے ہوتے ہیں۔

گہرا سبز: ایسے لوگ حالات کو چھپانے والے ہوتے ہیں۔ ان میں حسد اور جلن کا جذبہ بھی آسانی سے پروان چڑھ سکتا ہے۔

سرمئی: ڈپریشن اور ذہنی دباؤ میں مبتلا افراد میں ایسا رنگ پایا جاتا ہے۔ یہ رنگ قوت برداشت کی کمی، تصورات کا فقدان، پژمردگی سے بھرا تعصب اور خوف کی علامت بھی ہے۔

سیاہ: یہ رنگ بدی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ مجرم، گناہ گار اور ایذا رسانی کرنے والوں کا رنگ ہے۔

نقرئی، چاندی Silver رنگ: ایسے لوگ ہر فن مولا ہوتے ہیں اور ان میں مستقل مزاجی نہیں ہوتی۔

سفید رنگ: یہ رنگ نہایت عمدہ، پختہ اور بے نقص مانا جاتا ہے۔ ایسے رنگوں کا ہالہ لیے لوگ روحانی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ رنگ روحانی بزرگوں، صوفیا کرام اور زاہدوں کا ہوتا ہے۔

اورا کی شکل اور ہیئت

تجربات سے اور مشاہدات سے اورا کی شکل اور ہیئت کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی اور اس کی خصوصیات کا جس طرح اندازہ لگایا وہ درج ذیل ہیں۔

ہموار Smooth: یہ شکل امن پسند اور ایک نیک فطرت اور صحت کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔

سخت Hard: بند اور تنگ ذہن، گوشہ نشینی، رسولی، اعصاب میں اینٹھن کی وجہ سے۔

خارشی Itchy: یہ بے چینی، جھوٹ اور جلدی بیماریوں کی علامت ہے۔

ناہموار Bumpy: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس جگہ کوئی بیماری ہو سکتی ہے۔

نرم Soft: یہ ہمدردی کی طرف اشارہ ہے۔

ساکن Static: یہ غیر ہم آہنگی، غلط روابط اور رگوں یا نسوں Nerves کی بے قاعدگی کی طرف اشارہ ہے۔

کھردرا Rough: اضطراب، جنون، کھلبلی یا جھنجھلاہٹ کی زیادتی

ابھار Bulging: درد اور کھنچاؤ کی جگہ جو حواس کو متاثر کرنے یا بیماری عیاں ہونے سے پہلے ہی ظاہر ہو سکتا ہے۔

دندانے دار Jagged: غصہ اور شدید جذبات کی علامت

لیس دار Sticky: عدم تحفظ، چالاک فطرت، ذاتی صفائی کا مسئلہ۔

خاردار Prickly: بے تکلف، اکثر مداخلت کرنے والی شخصیت، وہ جگہ جہاں اندر تک سرایت کر جانے والا درد ہو

واضح کنارے Distinct Edges: واضح اور صریح کنارے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ شخصیت ایک مستحکم ارادوں کی اور محتاط شخصیت ہے۔ کسی ضدی ہونے کی دلالت بھی ہے۔

چکردار Spiral: اذیت، تکلیف، کینسر کی علامت۔

بھنور دار Swirling: خاموش اور تیز تیرے خیالات، اگر چاکراز کے پاس ہو تو کسی پرابلم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اوراء کو براہ راست دیکھنا

کہا جاتا ہے کہ اوراء کو ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اسے دیکھنے کے لیے سائنس دانوں نے مخصوص آلات ایجاد کیے ہیں۔ سائنس دان اوراء دیکھنے کے لیے کیرلین فوٹو گرافی کا سہارا لیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اوراء ان لوگوں کو بھی دکھائی دیتا ہے جن کی چھٹی حس بیدار ہو یا ان کی ارتکاز توجہ بہت مضبوط ہو.....

بعض ریسرچرز اور سائنس دان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مشقوں اور توجہ کے ذریعہ اوراء کو دیکھا جا سکتا ہے۔ سائنسدان ایسی مشقوں کا سہارا لے رہے ہیں جس کے ذریعہ وہ اوراء کو براہ راست دیکھ سکیں۔ چند مغربی مفکرین کی کتابوں سے ایسی ہی کچھ مشقیں ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

اوراء کو دیکھنے کے لیے ایسے کمرے کا انتخاب کریں جہاں مدھم روشنی ہو یا اتنا اندھیرا ہو کہ آپ باآسانی دیکھ سکیں۔ کہا جاتا ہے کہ اوراء کو تخیلی انداز میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مشق نمبر 1

بتایا جاتا ہے سب سے پہلے آپ نہایت آرام و سکون کے ساتھ بیٹھ یا لیٹ جائیں۔ اپنے ہاتھ کی انگلیاں پھیلا کر سامنے لائیں اندازاً دس سے پانچ انچ کی دوری تک۔ اب آنکھ بند کر کے سکون کا سانس لیں اور آنکھ کھول لیں اور انگلیوں کو دیکھنے کے بجائے انگلیوں کے درمیان سامنے دیوار یا چھت پر کوئی مرکزی نکتہ یا کیل، سوراخ وغیرہ تلاش کریں اور اپنی نگاہیں اس پر مرکوز کر لیں گویا نگاہ وہیں ہیں۔ یاد رہے آپ کی آنکھیں پھیلی ہوئی ہوں۔

تیس سے ساٹھ سیکنڈ کے بعد کسی بھی لمحہ آپ کو اپنی انگلیوں کے ارد گرد چمکتا دکھتا ہالہ نظر آنا شروع ہو گا۔ اگر آپ نے فوراً اپنی نگاہ مرکزی نکتہ سے ہٹا کر اس ہالہ پر ڈالی تو یہ غائب ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ اوراء کو ظاہری آنکھ سے دیکھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ نگاہ کو مرکزی نکتہ پر رکھتے ہوئے ہی تخیلی انداز میں ہی اوراء کو دیکھا جا سکتا ہے۔

پہلی مرتبہ مشق میں اوراء واضح نظر نہیں آئے گا مگر اس مشق کو بار بار دہرانے سے دن بدن اوراء واضح ہوتا جائے گا۔

اس مشق کے دوران اگر آپ کو تخیلی نگاہ سے اوراء نظر آ جائے تو اسے واضح طور پر دیکھنے کے لیے آپ دو سیکنڈ کے لیے پلکیں جھپکائیں۔ اس سے آپ کو صرف اوراء نظر آئے گا۔ یاد رکھیے آپ کے پاس صرف دو سیکنڈ کا وقت ہوتا ہے اس لیے پہلے سے تیار رہیں۔

مشق نمبر 2

اپنے کسی ساتھی یا دوست کو ایسی جگہ بٹھائیں جہاں اس کے پیچھے سفید دیوار یا پردہ ہو۔ آپ اس کے سامنے تھوڑی دور بیٹھ جائیے اور اپنی نگاہ کسی ایک مرکزی نکتہ پر مرکوز کر لیں یا اپنے ساتھی کی آنکھوں اور بھنوؤں کے درمیان دیکھتے رہیں۔ آپ کی نگاہ تیس سے ساٹھ سیکنڈ یا اس سے زیادہ دیر تک ہی مرکوز رہے گی کہ آپ کو اپنے ساتھی دوست کے ارد گرد رنگوں کا ایک ابر جسم نظر آنے لگے گا۔ جب آپ اگلی مرتبہ یہ مشق کریں تو کمرے کی روشنی قدرے مدھم کر دیں۔ ہر مشق پر روشنی اور مدھم کرتے جائیں۔ یوں اوراء آپ کو اور واضح نظر آتا رہے گا..... اس دوران نگاہ کی توجہ Concentration کا دورانیہ بھی بڑھاتے رہیں۔

اگر آپ ان مشقوں میں کامیاب ہو گئے تو پھر ان

مشقوں کے دوران اپنے دوست سے کہیے کہ کچھ مخصوص چیزوں کے بارے میں سوچے مثلاً کوئی خوشگوار لمحہ یاد کرے، یا کسی ایسے دوست کے بارے میں سوچے جو بہت دور ہے یا کسی غمناک واقعہ کا تصور کرے۔ یا اس وقت اسے اس کی پسند کی موسیقی سنائی جائے۔ پھر دیکھیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے اوراء میں کسی قسم کی تبدیلی آرہی ہے یا نہیں۔

کمرے سے باہر یہ مشقیں کرنے کے لیے یہ دھیان رکھیں کہ سورج آپ کی پشت پر ہو یا آپ کسی سایہ دار جگہ کا انتخاب کریں۔

مشق نمبر 3

یہ مشق نمبر 2 کی طرح ہی ہے۔ یہاں اپنے ساتھی کے بجائے خود کا اوراء دیکھنا ہوتا ہے۔ اس لیے ایک قدآور آئینہ لیں اور اس سے 1.5 میٹر کے فاصلہ پر کھڑے ہو جائیں اور اپنی ہی آنکھوں اور بھنوؤں کے درمیان نگاہ مرکوز کریں.... یاد رکھیں آپ کے پیچھے سفید دیوار یا سفید پردہ ہو جس پر کسی شے کا سایہ نہ پڑ رہا ہو۔ جب آپ اس مشق میں کامیابی حاصل کرلیں گے تو بعد میں کسی بھی رنگ کی دیوار پر یہ مشق باآسانی کرسکیں گے۔

مشق نمبر 4

یہ مشق پندرہ سے تیس منٹ کرنی ہوتی ہے۔ اس لیے صبر کا پیمانہ تھام کر کی جائے۔ سب سے پہلے ایسے کمرے کا انتخاب کیجیے۔ جہاں مدھم روشنی ہو۔ اب ایک آئینے کے سامنے بیٹھ جائیں اور ایک لیمپ یا چراغ آئینے کے دائیں یا بائیں جانب رکھ دیں اور اس کے آگے ایک سفید رنگ کا کپڑا یا موٹا کاغذ کھڑا کردیں جس سے لیمپ چھپ جائے۔ دھیان رہے کہ لیمپ کی روشنی آپ کی آنکھوں پر پڑے اور نہ آئینہ پر۔

گزشتہ مشق کی طرح آپ اپنی نگاہ اپنے آنکھوں کے درمیان یا کسی مرکزی نکتہ پر مرکوز کرلیں اور نگاہ کو اتنی دیر تک جمائے رکھیں، جتنی دیر آپ باآسانی توجہ مرکوز رکھ سکتے ہیں رکھیں۔ جب آپ کو اوراء نظر آنے لگ جائے تو اپنی نگاہ سفید کاغذ یا شیٹ کی طرف کرکے تیزی سے پلکیں جھپکاتے رہیں۔ آپ کو آپ کے اوراء کا عکس اس سفید کاغذ پر نظر آئے گا۔ لیکن اس پر دکھائے گئے رنگ اوراء کے حقیقی رنگ سے مختلف ہوں گے۔

مثلاً کاغذ پر نظر آنے والے اوراء کا نیلا رنگ حقیقتاً آپ کے اوراء کا پیلا رنگ ہوگا۔ اگر کاغذ پر رنگ لال ہے تو اوراء کا رنگ سبز۔ سبز ہے تو نارنجی ہوگا۔ پیلا رنگ ہلکا نیلا اوراء کو ظاہر کرتا ہے۔ نارنجی ہلکے سبز کو، بنفشی ہلکے سنہری کو نیلگوں، سنہری کو، گلابی رنگ گہرے رنگ کے اوراء کو ظاہر کرتا ہے۔

اس کو سمجھنے کے لیے آپ مختلف رنگوں کے کاغذ کو دو انچ قطر کے حساب سے کاٹ لیں اور اسے ایک سفید کاغذ پر چپکادیں اور چند منٹ تک یکسو ہو کر اسے دیکھتے رہیں۔ پھر اپنی نگاہ کسی سفید کاغذ یا دیوار پر کرکے پلکیں جھپکائیں تو آپ کو کاغذ کے رنگ دیوار پر مختلف بالکل برعکس نظر آئیں گے۔

ہر جاندار شے میں اوراء ہوتا ہے اس لیے یہ مشقیں آپ کسی پودے، درخت یا جانور کے ساتھ بھی کرسکتے ہیں۔ پالتو جانوروں کو ایک جگہ ٹھہرانا مشکل ہے اس لیے یہ مشق جب کریں جب وہ سو رہا ہو یا آرام کر رہا ہو اور اس کا فاصلہ آپ سے آٹھ انچ دور ہو۔

نوٹ: مندرجہ بالا مشقیں اپنے طور پر ہرگز نہ کی جائیں۔ یہ مشقیں اوراء بینی کے کسی ماہر کی اجازت کے بعد اور ان کی زیر نگرانی کی جائیں۔

انسان کا باطنی جسم اور مسلم صوفیاء

ابنِ وصی

اللہ پاک نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر انسانوں کو غور و فکر کا حکم دیا ہے۔ انسان کے لئے اس بات کو ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی اصل سے واقف ہو۔ قرآن پاک میں غور و فکر کرنے والے علمائے کرام اور اولیائے کرام نے اپنی تعلیمات میں یہ بات واضح کی کہ اللہ پاک نے اس دنیا میں انسان کو مادی وجود کے ساتھ ایک غیر مادی وجود بھی عطا کیا ہے۔ مختلف علمائے باطن اور محققین کی کتابوں میں اسی غیر مادی وجود کے تذکرے ملتے ہیں۔



مختلف صوفیاء اور علماء نے انسانی وجود میں موجود روشنیوں کے اس جسم کو مختلف ناموں سے پکارا ہے مثلاً جسم لطیف، ہالۂ نور، قرین، نفس، جان، روح، روح ہوائی، روح جیطہ، ہمزاد، کالبد اخروی، کالبد اخروی، کالبد رویا، بدن نورانی، نسمہ اور جسم مثالی وغیرہ.... صوفیائے کرام اور علمائے باطن کی کتابوں میں گو کہ انسان کے باطنی رخ کو مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے مگر درحقیقت ان کا مفہوم ایک ہی ہے۔ ناموں کی یہ تبدیلی جسم مثالی کی مختلف صفات مثلاً قلب یعنی نفس، قرین یعنی ہمنشین، نسمہ یعنی روح ہوائی اور نفس یعنی ذات کے مطابق ہوئی ہے۔ آیئے انسان کی باطنی حقیقت سے متعلق مسلمان صوفیائے کرام کے نظریات پر غور کرتے ہیں....

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب "تذکرۃ الروح" میں کئی اولیاء و علماء کے اقوال تحریر کیے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"ابو الشیخ نے کتاب العظمہ میں اور ابن عبدالبر نے تمہید میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ انسان کا نفس چوپایوں کی طرح پیدا کیا گیا ہے کہ وہ خواہشات رکھتا ہے اور انسان کو برائی کی طرف بلاتا ہے اور اس کا مسکن شکم ہے۔ انسان کی فضیلت اس کی روح ہے اس کا مسکن دماغ ہے انسان اس سے حیات پاتا ہے اور یہی انسان کو بھلائی کی دعوت دیتی ہے.... قلب کی مثال بادشاہ کی سی ہے اور اعضاء خادم ہیں۔ جب نفس برائی کا حکم دیتا ہے تو اعضاء حرکت کرنے لگتے ہیں مگر روح منع کرتی ہے اور اچھائی کی دعوت دیتی ہے۔ اگر قلب مومن ہوتا ہے تو روح کی اطاعت کرتا ہے اور اگر کافر ہوتا ہے تو نفس کی اطاعت کرتا ہے۔" (تذکرۃ الروح۔ صفحہ 131)

"مقاتل بن حیان کا قول ہے۔ انسان کے لیے زندگی، نفس اور روح تین اشیاء ہیں جب انسان سوتا ہے تو اس کا نفس نکل جاتا ہے جس سے وہ اشیاء کی معرفت رکھتا ہے لیکن مکمل طور پر نہیں نکلتا بلکہ اس طرح نکلتا ہے جس طرح کہ کوئی رسی کھینچی جائے، تو وہ نفس خواب دیکھتا ہے اور زندگی روح کے ساتھ جسم میں باقی رہتی ہے جس سے انسان سانس لیتا ہے۔ جب جسم کو ہلایا جائے تو وہ آنکھ جھپکنے سے پہلے واپس آجاتی ہے۔" (تذکرۃ الروح)

"ابو اسحٰق محمد بن شعبان کا قول ہے کہ نفس انسان کے جسم کی مانند ایک جسم ہے اور روح جاری پانی کی طرح ہے اور دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ یتوفی الانفس۔ اللہ نفسوں کو موت دیتا ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے نفس کو موت دیتا ہے اور اس کی روح چڑھتی اترتی رہتی

ہے اور نفس جگہ جگہ سیر کرتا ہے"۔(تذکرۃ الروح)

"شیخ عز الدین ابن سلام فرماتے ہیں کہ ہر انسان (جسم) میں دو ارواح ہیں۔ ایک روح یقظہ ہے یعنی وہ روح کہ جب وہ جسم میں ہو، انسان عادتاً بیدار ہوتا ہے اور جب نکل جائے تو وہ انسان عادتاً سو جاتا ہے اور یہ انسان خواب دیکھتا ہے اور دوسری روح حیات ہے کہ جب جسم میں ہو تو وہ جسم زندہ ہوتا ہے اور جب اُسے نکال دیا جائے تو وہ لقمۂ اجل ہو جاتا ہے"۔(تذکرۃ الروح)

جیسا کہ قرآن پاک میں بیان ہوا ہے کہ

ترجمہ: "اللہ ہی نفسوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جن پر موت طاری نہیں ہوئی نیند کے وقت پھر ان کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم صادر کر چکا اور دوسری کو ایک وقت معین تک چھوڑ دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے جو تفکر کرتے ہیں نشانیاں ہیں"۔(سورۃ الزمر:42)

حضرت خواجہ غلام فرید فرماتے ہیں "جسم کثیف اور ظلمانی ہے مفارقت کے بعد روح کا جسم مثالی سے تعلق ہو جاتا ہے جو لطیف اور نورانی ہے اور جسم مثالی میں روح اسی طرح تصرف اور تدبیر کرتی ہے جس طرح کہ اس دنیا کی زندگی میں...." (مقابیس المجالس)

سید محمد الحریری البیومیؒ نے انسان کے باطنی یا دوسرے رخ کو "قرین" یعنی ہمزاد کا نام دیا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے انسان کے غیر مادی جسم کے حوالے سے خاصی تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، آپ اپنی کتاب "کیمیائے سعادت" کے آغاز میں تحریر کرتے ہیں:

"اگر تو یہ کہے کہ میں اپنے آپ کو پہچانتا ہوں تو تیرا یہ کہنا غلط ہے، کیونکہ اس قسم کی پہچان معرفتِ حق کی کنجی نہیں کہلا سکتی یوں تو جو رڈنگر بھی اپنے آپ کو پہچانتے ہیں، معرفت فقط یہی تو نہیں کہ ظاہر میں سے یہ پہچان لیا کہ یہ میرے ہاتھ ہیں، یہ پاؤں ہیں، اسے گوشت کہتے ہیں، یہ ہڈی کہلاتی ہے.... اور باطن کے بارے میں فقط یہ جان لینا کہ اب مجھے بھوک لگی ہے، لہٰذا اب مجھے کچھ کھانا چاہئے یا غصہ آئے تو لڑنے لگے (وغیرہ وغیرہ).... اسی کو معرفتِ نفس نہیں کہتے۔ یہ تمام باتیں تو جانوروں میں بھی تیرے برابر پائی جاتی ہیں (پھر تو ان سے اشرف و افضل کیوں ٹھہرا؟)

تیری شانِ طلب کا تقاضہ تو یہ ہے کہ تو یہ جانے کہ تو خود کیا چیز ہے؟..... اگر تو خود کو پہچاننا چاہتا ہے تو یاد رکھ کہ تیری تخلیق دو چیزوں سے عمل میں لائی گئی ہے۔ ایک تو یہی ظاہری ڈھانچہ ہے جسے جسم یا تن کہتے ہیں اور جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے، اور دوسری چیز باطن ہے جسے نفس، قلب اور جان سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسے ظاہری آنکھ سے نہیں بلکہ باطن کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے، اور تیری حقیقت اسی "شئی باطن" کا ادراک ہے۔

قلب سے مراد گوشت کا وہ ٹکڑا نہیں جو سینے میں بائیں جانب رکھا ہوا ہے۔ اس کی ایسی کوئی قدر و قیمت نہیں کہ وہ تو جانوروں اور مردوں کے سینوں میں بھی ہوتا ہے اور اسے چشمِ ظاہر سے بھی دیکھنا ممکن ہے اور وہ چیز جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا جا سکے وہ اسی دنیا سے متعلق ہوتی ہے جس کو کہتے ہیں عالمِ شہادت!.... لیکن حقیقت دل کا تعلق اس عالمِ شہادت سے نہیں اس کی آمد تو اس عالم میں اجنبی اور مسافر کی سی ہے۔

معرفتِ الٰہی اور جمالِ خداوندی کا مشاہدہ اس کی صفتِ خاص ہے، عبادت ہے تو اسی کے لئے، اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے تو اسی سے، ثواب و عذاب کا مستحق ہے تو وہی، سعادت یا شقاوت مقدر ہے تو اسی کے لئے اور جسم ان تمام امور میں اس کا تابع ہے اور اسی قلب کی حقیقت سے آگاہ ہونا معرفتِ الٰہی کی کلید ہے"۔(کیمیائے سعادت)

امام غزالی مزید فرماتے ہیں: "جس کو ہم قلب کہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے۔ یہ وہ روح نہیں جو

جانداروں میں ہوتی ہے، وہ نہ جسم ہے نہ عرض بلکہ فرشتوں کے گوہر کی جنس سے ایک جوہر ہے.... دیکھنے، سننے، سونگھنے، چھونے کی قوتیں ظاہری پانچ حواس ہیں اور خیال، تفکر، حافظہ، توہم اور تذکرہ کی قوتیں باطنی پانچ حواس ہیں۔ یہ سب ظاہری اور باطنی لشکر قلب کے اختیار میں ہے اور قلب سب کا بادشاہ ہے۔ (کیمیائے سعادت)

قلب گویا ایک روشن وشفاف آئینہ ہے اور برے اخلاق دھواں اور ظلمات ہیں، جب قلب تک پہنچتے ہیں تو اسے زنگ لگا دیتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "کوئی نہیں پر زنگ چڑھ گیا ہے ان کے قلوب پر جو کچھ وہ کماتے تھے"۔ (سورۃ المطففین۔ آیت 14).... نیند میں لوگوں کے ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں اور قلب کی کھڑکیاں کھل جاتی ہیں۔ اور عالم ارواح لوح محفوظ میں غیب کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے دکھائی دیتا ہے"۔ (کیمیائے سعادت)

امام غزالیؒ نے انسان کے باطنی رخ کو "قلب" کے نام سے پکارا ہے اور یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ اس سے مراد وہ دل نہیں جو انسانی جسم میں گوشت کا ٹکڑا ہے۔ بلکہ ایک آئینہ یا ایک جسمی لطیف نورانی جوہر ہے۔

انیاس افطون الیاس نے اپنی عربی لغت "قاموس العصری" میں جہاں قلب کے معنی دل، Heart، اور لب، مرکز، Core، درج کیے ہیں وہیں وہ قلب کے معنی عکس Inversion, Reversal، عقل Interior، insidemind، باطن Inmost part اور جان Soul کے بھی لکھتے ہیں۔ (القاموس العصری)

لفظ "قلب" آخری الہامی کتاب قرآن پاک میں 132 مرتبہ آیا ہے مگر کہیں بھی اس سے مراد انسان کے مادی جسم میں موجود گوشت کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد انسان کا باطن ہے جس پر انسان کی سوچ، خواہشات، اعمال، امراض اور پاکیزگی کا دارومدار ہے۔

قرآن مجید میں قلب کے متعلق جو بیان ہوا ہے اس کا اندازہ ان آیات سے ہو سکتا ہے۔

یہ قلب ہی ہے جس پر روح و فرشتوں، وحی و الہام کا نزول ہوتا ہے۔ (بقرہ:97، شعراء:194)، جو لوگ مومن ہیں ان کے قلب اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ (رعد: 28)، ان کے قلوب میں اپنے رب کے پاس لوٹنے کا خوف ہوتا ہے۔ (مومنون: 60)، قلب کو ہی تقویٰ ملتا ہے (حج: 32)، ہدایت بھی قلب پاتا ہے (تغابن: 11)، الفت کا اور انتشار کا سبب بھی قلوب کی لطافت و کثافت سے ہوتا ہے (آل عمران: 159، انفال: 63)، اور جن کے قلب ایمان سے پُر ہوتے ہیں خدا غیب سے ان کی مدد بھی کرتا ہے۔ (مجادلہ: 22)، ایمان کا تعلق بھی قلب سے ہے (حجرات: 14)، اور یہ قلب ہی ہیں جن کی خدا تعالیٰ آزمائش کرتا ہے اور حساب کتاب اور مواخذہ بھی قلب سے ہی ہوگا۔ (بقرہ: 225، حج: 53، آل عمران: 154، احزاب: 5)، اللہ کی قربت اسے ہی مل سکتی ہے جس کا قلب سلیم یعنی پاک صاف ہو۔ (شعراء: 89، صافات: 84)، خدا مومنوں کے قلب کو رحمت، سکون عطا کرتا ہے اور ثابت قدم رکھتا ہے۔ (حدید: 27، فتح: 4، قصص: 10، کہف: 14، انفال: 11)، اور قلب کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (نساء: 63)

جہاں تک کافر، منکر اور منافقین کا تعلق ہے ان کے قلوب کے متعلق قرآن میں چار طرز بیان ہوئی ہیں۔ ایک وہ جن کے قلوب پھر گئے، ٹیڑھے ہو گئے یا غفلت میں پڑے ہیں اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ (کہف: 28، صف: 5، الانبیاء: 3)، ان منافقوں کے قلب کے متعلق یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ان کا قلب ان کے اقوال کے برعکس ہے۔ (فتح: 11، آل عمران: 167)

دوسرے وہ لوگ جن کے دلوں پر پردے ہیں، ان کے دلوں پر قفل پڑے ہیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگی ہے اور یہ

لوگ تفکر اور سوچنے سمجھنے سے محروم ہیں۔ (محمد:24، جاثیہ:23، بقرہ:7، اعراف:179، انعام:25)

تیسرے وہ لوگ ہیں جن کے قلب میں زنگ اور میل ہے جو ان کے اعمال بد کا نتیجہ ہے۔ (مطففین:14، منافقون:3، اعراف:101) قلب میں زنگ اور میل کو اللہ نے مرض کہا ہے (بقرہ:10، احزاب:32، انفال:49، احزاب:12، احزاب:60، محمد:29) ان مرض کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ان کے قلوب میں شک، خوف، اضطراب، کینہ، کجی، خلجان، انتشار اور تنگی ہے۔ (توبہ:45، نور:50، سبا:23، توبہ:110، حشر:10، حشر:14، تحریم:4، توبہ:77، محمد:52، مدثر:31) ان میں اکثر ایسے ہیں جن کے مرض کی گندگی بڑھتی جاری ہے۔ (توبہ: 125) اور بد ترین وہ ہے جن کے قلب سخت ہو گئے ہیں۔ ایسے سخت کہ پتھر بھی ان کے سامنے کچھ نہیں۔ (بقرہ: 74، مائدہ:13، انعام:43، یونس:88، حدید:16) اور جن کے قلب پاک نہیں ہوئے ان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلت ہے۔ (مائدہ:41)

ایک حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہوتا ہے کہ "فتنے قلوب کو گھیر لیتے ہیں جو قلب ان فتنوں کو ناپسند کرتا ہے اس میں ایک سفید نقطہ لگا دیا جاتا ہے اور جو قلب فتنوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس میں سیاہ دھبہ لگا دیا جاتا ہے۔ اس طرح قلب دو طرح کے ہو جاتے ہیں ایک سفید صاف شفاف اور دوسرا کالا گدلا قلب، کوزے کی طرح الٹا ہوا، جو معروف اور منکر میں تمیز نہ کر سکے، صرف اپنی خواہشات نفس کو جانے"۔ (مسلم، مسند احمد)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنی کتاب "من کی دنیا" میں تحریر کرتے ہیں: "ہر انسان اپنے اعمال کے مطابق ایک ماحول یا Atmosphare اپنے ارد گرد بنا لیتا ہے۔ بدکاروں کا ماحول دیوار کی طرح سخت ہوتا ہے، جس سے نہ کوئی فریاد یا دعا باہر جا سکتی ہے اور نہ کا سمک ورلڈ (عالم مثال) کے محمود اثرات اندر آ سکتے ہیں، ایسا فرد غیبی طاقتوں کی امداد سے محروم ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے قرآن کے حجاب، غشاوۃ (پردہ) سد (دیوار) اور غلف (غلاف) سے مراد یہی ماحول ہو"۔ (من کی دنیا صفحہ 24)

قرآن پاک کا بیان کردہ "قلب" وہ نہیں جو بائیں سینے کے بائیں طرف دھڑکتا ہے، جو گوشت کا ٹکڑا ہے اس کی شریانیں ہیں، جس میں خون کی گردش رہتی ہے۔ قرآن میں بیان کردہ قلب کی تعریف Deffnation الگ سی ہے۔ جس کا تعلق انسان کی سوچ، فکر، اعمال اور باطن یعنی جسم مثالی یا روح حیوانی سے ہے۔

صوفیائے کرام انسان کے باطنی رخ کے تین درجات بتاتے ہیں.....

اول روح حیوانی، دوم روح انسانی اور سوم روح اعظم

قرآن میں "قلب" کے بھی تین درجات بیان ہوئے ہیں:

قلب سلیم: پاکیزگی والا قلب (سورۃ الشعراء:89)

قلب منیب: رجوع کرنے والا قلب (سورۃ ق:33)

قلب شہید: مشاہدہ کرنے والا قلب (سورۃ ق:37)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب "الطاف القدس" میں ایک حدیث مبارکہ بیان کی ہے جس کے مفہوم کے مطابق انسان کے جسم میں ایک شے ہے اگر وہ صحیح ہوتی ہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر اس میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ شے "قلب" ہے۔ (بخاری، مسلم، نووی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انسان کے باطنی رخ کے متعلق اپنی کئی کتابوں میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور اسے بزبان فارسی "نسمہ" کا نام دیا ہے۔ نسمہ دراصل یونانی اور لاطینی لفظ Aureola اور Aura کا فارسی ترجمہ ہے۔ ان کے لغوی معنی ہوا کے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے

بھی تحریر کرتے ہیں کہ اس دنیا سے الگ ایک اور دنیا موجود ہے، اس دنیا کو انہوں نے عالم مثال کا عنوان دیا ہے، خواب میں ہمارا نسمہ اسی عالم میں چلا جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ "نسمہ" کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ بھی جاننا چاہیے کہ نفس ناطقہ (روح) یعنی صورت مخصوصہ جس کی وجہ سے انسان کا کوئی فرد وہی فرد کہلاتا ہے، سب سے پہلے اس کا سہارا اخلاط کے بخار سے بنا ہوا لطیف جسم ہوتا ہے کیونکہ صورتوں کا طبعی تقاضہ یہ ہے کہ ان کا سہارا وہ "ہیولیٰ" ہو جس کو اس سے جبلی مناسبت ہے۔ چونکہ نفس ناطقہ (روح) جملہ صورتوں میں لطیف ترین، صاف ترین اور مضبوط ترین صورت ہے، اس لئے اس کے وجود کا سہارا بھی اسی لطیف ترین جسم پر ہوتا ہے جو لطافت و اعتدال میں اپنی مثال آپ ہو۔ نفس ناطقہ (روح) کے حامل ہونے کے لئے ایسا ہی جسم ہیولیٰ کا کام دے سکتا ہے۔ یہ جسم لطیف جو کثیف رگ و پے (مادی جسم) میں سرایت کئے ہوئے ہے اور کمالات نفس ناطقہ (روح) کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ ہمارے نزدیک نسمہ کہلاتا ہے"۔ (البدور البازغہ) "اسے ہم نسمہ، روح طبعی اور بدن ہوائی (روح ہوائی) کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں"۔ (الطاف القدس از شاہ ولی اللہ)

شاہ ولی اللہ مزید لکھتے ہیں کہ: "نسمہ! ایک لطیف ترین جسم ہے جو انسان کے نفس ناطقہ (روح) سے (اس طرح) متصل اور جسم عنصری میں جاری و ساری ہے جس طرح پھول میں اس کی خوشبو بسی ہوئی ہوتی ہے۔ تمام افعال اور قوتوں کا حامل بھی نسمہ ہے"۔ (ایضاً)

شاہ ولی اللہ کی ایک اور کتاب "ہمعات" میں تحریر ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں ودیعت کی ہیں۔ ایک قوت ملکیہ (ملکوتی) اور دوسری قوت بہیمیہ (حیوانی)۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ انسان میں ایک تو نسمہ ہے اور یہ نسمہ عبارت ہے روح ہوائی سے، اور روح ہوائی کا مطلب یہ ہے کہ یہ روح جسم میں طبعی عناصر کے عمل اور ردِ عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نسمہ یا روح ہوائی سے اوپر انسان میں ایک اور چیز بھی ہے جیسے نفس ناطقہ روح کہتے ہیں اور جو نسمہ پر تصرف کرتا ہے۔" (ہمعات)

عصر حاضر کے عظیم روحانی مفکر اور سلسلہ عظیمیہ کے امام حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے انسان کے اس غیر مادّی لباس کو "نسمہ" کا نام دیتے ہوئے اس کی مفصل تشریح بھی بیان کی ہے، آپ لکھتے ہیں:

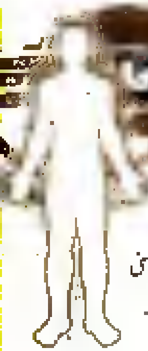
"کائنات کی ساخت میں بنیاد اوّل وہ روشنی ہے جس کو قرآن پاک نے ماء (پانی) کے نام سے یاد کیا ہے۔ موجودہ دور کی سائنس میں اس کو گیسوں Gases کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تصوف کی زبان میں ان گیسوں میں سے ہر گیس کی ابتدائی شکل کا نام نسمہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں نسمہ حرکت کی ان بنیادی شعاعوں کے مجموعہ کا نام ہے جو وجود کی ابتدا کرتی ہے۔ نسمہ کی یہ لکیریں تمام مادّی اجسام کی ساخت میں اصل کا کام دیتی ہیں۔ ان ہی لکیروں کی ضرب، تقسیم سوالیہ ثلاثہ کی جنسیں اور خدوخال بناتی ہیں"۔ (لوح و قلم۔ 95-93)

سلمیٰ مشتاق عظیمی انتقال کر گئیں

سلسلہ عظیمیہ کے بزرگ رکن، مرغزار پارک لاہور کے مکین میاں مشتاق احمد عظیمی کی اہلیہ سلمیٰ مشتاق عظیمی صاحبہ بروز منگل مورخہ 26 اگست مطابق 29 شوال 1435 ہجری لاہور میں انتقال کر گئیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ O

ادارہ روحانی ڈائجسٹ سلمیٰ مشتاق کے انتقال پر میاں مشتاق احمد، ان کے صاحبزادگان، صاحبزادیوں اور سب لواحقین کے ساتھ تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کی مغفرت ہو، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا ہو۔



مغرب میں ماوراء پر ہونے والی تحقیق کا جائزہ

ابو عبس

آج انسان کائنات کے بہت سے رازوں سے پردہ اٹھا چکا ہے۔ سمندر کی تہہ میں اور پہاڑوں کی بلندیوں پر کامیابی کے جھنڈے گاڑ چکا ہے۔ زمین کے بطن میں اور ستاروں سے آگے پہنچنے کے منصوبے بنا رہا ہے مگر رر کیا اس بات سے ابھی تک پوری طرح بے خبر ہے کہ انسان اصل میں کیا ہے؟....

رر کیوں زندہ رہتا ہے اور کیوں مر جاتا ہے....؟

انسان کے اندر ایسی کون سی قوت کارفرما ہے جو اسے کائنات کی دیگر تمام مخلوق سے ممتاز کرتی ہے اور اس کی کیفیات میں روز بدل پیدا کرتی ہے......؟

انسانی تاریخ میں بڑے بڑے حکیموں، فلسفیوں، ماہرین علم الابدان، جراحوں، مادی سائنسدانوں، کیمیا دانوں، نفسیات دانوں اور مابعد النفسیات کے ماہرین سب ہی نے اپنی اپنی طرز سے انسانی حقیقت پر طبع آزمائی کرنے کی کوشش کی۔ اب جدید ترین کمپیوٹرز اور اسکینرز بھی اس کوشش میں شامل کر لیے گئے ہیں۔

قدیم زمانے میں مفکرین اور فلسفی انسان کو مادی جسم کا مجموعہ سمجھتے تھے۔ ان کے مطابق انسان سمیت کائنات کی ہر شے چار عناصر (آگ، ہوا، مٹی اور پانی) کا مجموعہ ہے۔ لیکن، زرتشت موسی حیات کے تصور نے ایک نئے تصور کی بنیاد ڈالی۔ اسے انسان کی "قوت حیات" یا روح کہا گیا جس کی موجودگی میں انسان زندہ رہتا تھا اور جس کے غیر موجودگی انسان کی موت کا سبب بنتی۔

قدیم زمانے ہی میں انسان نیند کے عالم میں آپ کو چلتا پھرتا، بجا تماشا دیکھتا اور زندہ اور مردہ عزیز و اقرباء سے ملاقات کرتے دیکھتا تھا مگر جب اس کی آنکھ کھلتی تو وہ اپنے آپ کو اپنی جگہ پڑی دراز پاتا۔ یہ معمہ اس کے لیے بڑا حیرت انگیز تھا۔ اس نے اس کی یہ توجیہ کی کہ ضرور اس کے اندر کوئی اور چیز ہے جو سونے کی حالت میں اس کے بدن میں سے نکل کر گھومتی پھرتی ہے اور بیدار ہونے پر لوٹ آتی ہے۔ جس کے ذریعے انسان سوچتا ہے، خواب دیکھتا ہے۔ یہ انسان کے ایک غیر مادی وجود کا ابتدائی تصور تھا جو کہ مرور زمانہ کے ہاتھوں تہذیبوں میں پھیلتا چلا گیا اور ذہن، شعور، خیال، نفس کے نام لازمی عنصر کے طور پر شامل رہا۔ چنانچہ ابتدائی حکما اور فلسفیوں نے انسان کو تین تقاضوں (جسم، روح اور نفس Body Soul & Spirit) کا مجموعہ قرار دیا۔ یہی نظریہ ہر تہذیب میں پروان چڑھا۔ مصر کی قدیم ترین تہذیب میں بھی انسان کے یہ تین تقاضے Khetab (جسم) Ba اور (روح) Ka (نفس) کے نام سے ملتا ہے۔ تورات میں جہاں انسان کے تخلیق کا ذکر آیا ہے وہاں جسم (גֶּשֶׁם) Geshem اور روح (רוּחַ) Ruach کے ساتھ ساتھ تیسری شے نفس (נֶפֶשׁ) Nefesh اور نسمہ (נְשָׁמָה) Neshama کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، جس کا ترجمہ کہیں زندگی کا دم اور کہیں ضمیر کیا گیا ہے۔ کتاب امثال میں حضرت سلیمان فرماتے ہیں

(نیبیر و نشمہ ادم خفش کل حدری باطن)

"آدمی کا ضمیر (نسمہ) خداوند کا چراغ ہے، جو باطن کی سب پوشیدہ چیزوں کا حال معلوم کرتا ہے۔" (کتاب امثال باب 27:20)

انجیل میں انسان کو تین تقاضوں کو نیوما pneuma (πνεῦμα) یعنی نفس، جان، سائیکی psyche

(ψυχή) یعنی روح اور سوما (σῶμα) soma یعنی جسم کہا ہے اور تینوں کو الگ الگ شمار کیا ہے۔

"خدا جو اطمینان کا چشمہ ہے آپ ہی تم کو بالکل پاک کرے اور تمہاری روح (سائیکی) اور جان (نیوما) اور بدن (سوما) ہمارے یسوع مسیح کے آنے تک پورے پورے اور بے عیب محفوظ رہیں۔" (1 تھسلنیکیوں باب 5 : 23)

موت کے بارے میں انسانی مشاہدہ یہ تھا کہ آدمی کا سانس رک جاتا ہے، لہٰذا یہ اعتقاد ہو گیا کہ روح کا مسکن انسانی سانس ہے، چونکہ سانس میں ہوا کے جھونکے آتے ہیں۔ لہٰذا جس تہذیب میں بھی روح اور نفس کا تصور موجود ہے وہاں اس کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ کا مفہوم "ہوا" ہی ہوتا ہے۔ مثلاً عبرانی اور عربی زبان کا لفظ روح، نفس، نسمہ، ہندی کا آتما، یونانی زبان کا سائیکی، نیوما اور لاطینی زبان کا انیما۔ سب کے لغوی معنی ہوا، دم، سانس کے ہی ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ عموماً بائبل اور دیگر کتب کے تراجم میں نفس اور نسمہ کا ترجمہ روح کر دیا گیا ہے جبکہ نفس اور روح میں فرق ہے۔

یونانی فلسفیوں میں سقراط نے روح، نفس اور ذات کی اہمیت پر زور دیا۔ سقراط کا کہنا تھا کہ روح ایک غیر فانی شے ہے۔ اس کا خیال تھا روح ہمیں نیکی اور بدی میں تمیز کرنے میں مدد دیتی ہے۔ غالباً روح کی اصطلاح سائیکی (Psyche) بھی سقراط نے ہی وضع کی تھی....

افلاطون کے مطابق ہمارے جسم کی حرکات و سکنات روح کی وجہ سے ہیں۔ جوں ہی جسم اور روح کا تعلق ختم ہوتا ہے جسمانی حرکات و سکنات بھی ختم ہو جاتی ہیں.... دیمقراطیس نے روح اور بدن کو مادی کہا تھا، ذہن یا روح آگ کی مانند ہے۔ یہ انسانی روح چھوٹے چھوٹے ناقابل تقسیم ذروں یعنی ایٹموں سے بنی ہے۔ جب یہ ایٹم انسانی بدن سے نکل جاتے ہیں تو انسانی موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہی حال جانوروں کا ہے.... انیکساغورث کے مطابق روح ایک ایسی قوت ہے جو حیوانات و نباتات یعنی ہر جاندار اشیاء کے درمیان جاری و ساری ہے.... ارسطو روح کو ایک ایسی اکائی تصور کرتا تھا جو اپنی ذات میں ہر لحاظ سے مکمل ہو یعنی فی ذاتہ مکمل ہو۔ البتہ ارسطو نے روح کو دو حصوں میں تقسیم کیا یعنی روح حیوانی اور روح انسانی۔ حیوانی روح (نفس) کو دوسرے درجے کی بتاتا ہے جب کہ اعلیٰ درجہ کی روح کو وہ ذہن کا نام دیتا ہے۔ کئی مفکرین نے ارسطو کی اس تقسیم کو درست تسلیم کیا ہے۔ روح، نفس اور جسم۔ یہی تقسیم آگے چل کر سائنسدان، فلسفی اور صوفیاء نے بھی کی۔

اس کے بعد ترقی کی دوڑ میں انسان کے باطن اور اس کی باطنی صلاحیتوں پر اس طرح توجہ نہیں دی گئی جیسی کہ دی جانی چاہیے تھی۔ اکثر غور و فکر کرنے والوں کی توجہ کی بنیاد انسان کی مادی زندگی پر ہی مرکوز رہی۔ سائنسدانوں کی ریسرچ کا بنیادی مقصد محض مادی زندگی میں آسانیاں پیدا کرنا اور اسے پر آسائش بنانا تھا، اس لئے اس دور میں بھی جب انسانی ترقی کو عروج نصیب ہو سکا ہے، انسان کے باطن پر ایک طرح سے پردہ ہی پڑا رہا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سائنسدان عرصہ دراز تک مادی جسم کو ہی انسان قرار دیتے رہے اور کئی دہائیوں تک جدید سائنسی تحقیقات کا مرکز مادی جسم ہی رہا۔ انسان کے باطنی پہلو کو وہ جھٹلاتے رہے اور انسانی روح کو غیر مرئی، غیر تجربانی اور توہم پرستی کہہ کر رد کرتے رہے۔

لیکن رفتہ رفتہ چند سائنسدانوں نے انسان کے باطنی رخ پر نظریاتی، تحقیقی، سائنسی اور تجرباتی کام شروع کیا۔ اس حوالے سے پندرھویں صدی عیسوی میں کارل جنگ وہ پہلا مفکر تھا جس نے انسان کو روحانی حقیقت ثابت کرنے کی کوشش کی.... لیکن مادیت اس تصور کو رد کرتی رہی۔ ذہن، شعور، نفس، روح، غیر مادے سے علیحدہ وجود رکھتے ہیں۔ ان کے مطابق خیال محض دماغ کے رد عمل کا انداز ہے، جو کہ زندگی ہی کی طرح مادے کی ایک خاص

ترتیب میں جڑتا ہے۔ دماغ اور اعصابی نظام کی جملہ سرگرمی کی کیفیت کو ہم ذہن کا نام دیتے ہیں۔

سولہویں صدی عیسوی میں روح کے بغیر جسم کی وجود پذیری کا خیال مشہور فرانسیسی فلسفی رینے ڈیکارٹ نے پیش کیا۔ اس نے ثنویت کا تصور دیا، جس کے مطابق سوچ باشعور مادے سے کوئی مختلف چیز ہے۔ اس میں ذہن کوئی ایسی چیز ہے جو کہ جسم کے اندر موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اس سے چند اں مختلف بھی ہے۔ اس کے بعد گلیلیو، نیوٹن، ڈارون اور کیپلر نے بھی اسی موضوع پر بحث کی۔ لیکن یہ بحث نظریاتی حد تک تھیں۔ سائنس اور نفسیات کی مجبوری یہ تھی کہ وہ صرف اسی شے کا تجزیہ کرتی ہے جو نظر آتی ہے۔ انسان کی اصل شخصیت اگر اس کے مادی جسم سے الگ کوئی غیر مرئی چیز ہے تو سائنس کی گرفت میں نہیں آسکتی۔ اس لیے وہ اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں مانتے تھے۔

اٹھارویں صدی کے آخر میں میسمرازم (مپانزم) نے زور پکڑا تو کئی سائنس دان بھی انسان میں موجود مقناطیسیت Animal Magnitism کی کھوج میں لگ گئے۔ میسمرازم کے بانی فرانز جنون میسمر کا کہنا تھا کہ "کائنات ایک مقناطیسی مائع سے بھری پڑی ہے جو ہر خالی جگہ کو مسلسل لبریز رکھتا ہے جو بطور فطرت حاصل ہوتا ہے، پھیلتا ہے اور مواصلات کا ذریعہ بنتا ہے"۔ میسمر کے بعد جرمن سائنسدان کارل فان ریشن بیخ Carl Von Reichenbach نے بھی اپنی تحقیق پیش کی کہ پوری کائنات میں ایک مخصوص توانائی موجود ہے جو ہر جاندار کے اندر موجود ہے۔ اسے انہوں نے Od کا نام دیا۔

انیسویں صدی ہی میں سر ولیم کرکس وہ پہلے سائنسدان تھے جنہوں نے مادی دنیا پر روحانی اثرات کا سائنسی مطالعہ و تجزیہ کیا۔ ان کی 1874ء میں منظر عام پر آنے والی کتاب "ریسرچ ان دی فینومینا آف اسپریچولزم" نے بےحد مقبولیت حاصل کی۔ اس کے علاوہ سر اولیور لاج Sir Oliver Lodge کی 1861ء میں شائع ہونے والی کتاب "ریمنڈ" بھی اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے۔ ان دونوں سائنسدانوں کی تحقیق اور تجربات پر اس نظام کی بنیاد پڑی جسے "ماڈرن اسپریچوئل ازم" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ طبعیات کے معروف سائنسدان سر اولیور لاج کا کہنا تھا کہ جس طرح سائنسی طور پر تسلیم شدہ قوتیں مثلاً مقناطیسی کشش یا الیکٹرک سٹی خفیہ انداز میں کام کرتی ہیں لیکن سب انہیں تسلیم کرتے ہیں اور ان کے وجود پر ایمان بھی رکھتے ہیں، اسی طرح اس کائنات میں بہت سی قوتیں ایسی بھی ہیں جو انتہائی پوشیدگی سے اپنا کام سر انجام دے رہی ہیں، لیکن بظاہر ان کے وجود کا سراغ نہیں ملتا۔ محض اسی وجہ سے ان قوتوں کے وجود سے انکار کرنا سراسر نادانی ہوگی۔ لاج کا خیال تھا کہ اس موضوع پر خصوصی تحقیقات کا آغاز ہونا چاہیے۔

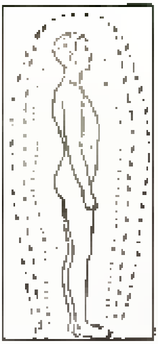
اولیور لاج نے خود خالص سائنسی انداز میں انسان کی روحانی خصوصیات پر تحقیق کا آغاز کیا۔ انہوں نے سوسائٹی فار سائیکک ریسرچ (SPR) کا باقاعدہ شعبہ قائم کیا۔ اس نے ایتھر کا تصور پیش کیا، جس کے مطابق پوری کائنات ایک توانائی ایتھر سے بھری ہوئی ہے۔ یہ نظریہ بہت پرکشش تھا مگر سائنسی لحاظ سے مسترد کردیا گیا۔

سر اولیور لاج کی بنائی ہوئی سوسائٹی کے بانی ممبران میں سے ان کے ہم خیال کئی اہم نام ابھرے، جن میں سے کیمبرج یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر فریڈرک ڈبلیو ایچ مائرز Frederic H. W. Myers نے اس کام کو مزید آگے بڑھایا۔ 1882ء میں مائرز نے اپنی کتاب Human Personality and its Survival of Bodily Death میں سینکڑوں واقعات کا سائنسی تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جسمانی موت کے بعد انسان کی شخصیت کا وہ حصہ باقی رہتا ہے جسے "روح" کہتے ہیں۔

بائرنے اپنے سائنسی ریسرچر ہنری سجوک Henry Sidgwick، ایڈمنڈ گرنے Edmund Gurney اور ولیم ایف بیرٹ William F. Barrett کے ساتھ مل کر موت کے بعد بھی انسان کے باطنی جسم کی موجودگی سے متعلق تحقیق کی۔ اس دور کے مغرب میں روحانی علوم کے ماہرین جن میں مادام بلاوٹسکی اور ایڈگر کیسی وغیرہ شامل تھے، نے بھی روحانی صلاحیتوں کے عملی تجرباتی مظاہروں سے اس وقت کے سائنسدانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی۔ ان سائنسدانوں کی تحقیق اور روحانی علوم، خوابوں کے اثرات، رنگ و روشنی سے علاج اور مسمریزم کے بعد انیسویں صدی کے وسط میں جب گلوانومیٹر Galvanometer ایجاد ہوا (ایک آلہ جس سے برقی رو کی موجودگی کا علم ہو سکتا ہے لیکن اس کی پیمائش نہیں کی جا سکتی)۔ جسے کسی بھی جاندار (انسان، جانور یا پودے) کے جسم پر چسپاں کیا جاتا تو وہ برقی رو کی موجودگی کا اشارہ دیتا۔ جس سے ثابت ہوتا تھا کہ انسان اور دیگر جانداروں میں کوئی مشترک مقناطیسیت یا میدان حیات Life Field موجود ہے جو انہیں دوسری بے جان اشیاء سے ممتاز کرتا ہے۔ اس ایجاد نے سائنسدانوں کو انسان کے اندر موجود مقناطیسیت پر غور کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ انسان کے اس غیر مادی وجود کو سمجھنے کے لیے مابعد الطبیعات meta physics، مابعد النفسیات Parapsychology جیسے علوم کی بنیاد ڈالی گئی۔ انسان کے اندر موجود مقناطیسی قوت کو الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ EMF، ہیومن انرجی فیلڈ HEF اور بائیو انرجی کے نام دیے۔ پیراسائیکولوجی کی بنیاد رکھنے والے ڈیوک یونیورسٹی کیلیفورنیا کے ماہر نفسیات ڈاکٹر جوزف بینک رہنے Dr. J.B Rhine کی مسلسل توجہ، سائنسی تحقیق اور تجربات سے اس علم نے عملی تجرباتی دنیا میں قدم رکھ دیا اور باقاعدہ لیبارٹریز میں سائنسی بنیادوں پر تجربات ہونے لگے۔ ڈاکٹر رہنے نے یہ دریافت کیا کہ انسان کے شعور اور مادی حرکات کے پیچھے بھی لطیف حرکات موجود ہیں جن کے ذریعہ مادہ حرکت کر رہا ہے۔ یہ لطیف لہریں مادہ کو کنٹرول کرتی ہیں ان ہی کی بنیاد پر مادہ کا قیام ہے۔

علم برقیات کے ایک نابغہ روزگار سائنسدان نکولس ٹیسلا نے انیسویں صدی کے اوائل میں ایک تجربے میں ایک ہائی فریکوئنسی الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ پیدا کی اور اس کے سامنے ایک انسان کو کھڑا کیا اور اس کے جسم کے اور گرد الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کو ایک ایک چمکدار روشنی کی صورت میں دکھایا، جو ایک اضافی جلد کی طرح اس کے جسم کو گھیرے ہوئے تھی۔ اس بعد میں کئی سائنسدانوں نے انسان کی اس الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کی تصاویر لینے کی کوشش کیں۔ تھامس اسپتال لندن کے ماہر برقیات ڈاکٹر والٹر جے کلنر Kliner کو کیلشیم کے فاسفورٹ سلفائڈ پر شعاعوں کے بارے میں تجربات کرتے ہوئے یہ خیال آیا کہ جسم انسانی سے جو برقی شعاعیں خارج ہوتی ہیں ان کی پہچان بھی کی جائے۔ ڈاکٹر والٹر کو صرف یہ علم تھا کہ حرارت کے علاوہ جسم انسانی سے جو انرجی خارج ہوتی ہے اس کا تعلق انفرادیت سے ہے۔ انہوں نے ایک ایسی فوٹو گرافی فلم تیار کرنے کی کوشش کی جس کے ذریعے جسم انسانی سے نکلنے والی مقناطیسیت کا مطالعہ کیا جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے مختلف کیمیاوی محلولوں سے فلموں کو رنگا مگر انہیں ناکامی ہوئی۔ انسانی جسم سے نکلنے والی شعاعیں کسی پردے پر نظر نہ آ سکیں۔ آخر انہوں نے کولتار کے کیمیاوی مواد سے کیمیا کو رنگنے کا ایک کیمیاوی مسالا تیار کیا اور شیشے کی ایک اسکرین پر پہلے جیلی اور کولتار نامی مرکبات کا ایک استر تیار کیا۔ اس کے بعد اپنی مشہور اسکرین کو ایجاد کیا، جس میں انسانی میگنیٹک فیلڈ کو جسم کے اردگرد و ہلکی غلاف کی صورت سے دکھایا گیا۔ ڈاکٹر والٹر نے اپنی کتاب "ہیومن ایٹماسفیر" میں نہایت تفصیل

کے ساتھ انسان کے غلاف پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی جسم سے توانائی کا جو اخراج (تابکاری یا ریڈی ایشن) ہوتا ہے وہ ایک دائرے یا ہالہ کی طرح انسانی جسم کے گرد نظر آتا ہے۔ یہ ایک شفاف لطیف نرسایہ کی طرح ہے جو انسان کے ٹھوس جسم سے 8 انچ باہر کی طرف ہوتا ہے۔ اس ہالے کا رنگ بھورا خاکستری ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس کا پھیلاؤ 18 انچ تک ہو جاتا ہے۔



اس نے انسان کی الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ اور جسمانی صحت کے آپس تعلق کے متعلق تحقیق کا کام کیا۔ اس نے مختلف امراض میں لوگوں کی الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کا جائزہ لیا۔ اس کے مطابق ایک لطیف جسم کی توانائی ہمارے جسم میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ اس کی کی بیماری کی وجہ ہے اور اس طاقت کے ذریعہ بیماروں کو شفایاب کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے مختلف تجربات سے ثابت کیا کہ اس میدان حیات یا الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کی قوت ہر دن بلکہ ہر لمحے بدلتی رہتی ہے۔ انسان کے خوشگوار اور ہشاش بشاش موڈ اور تھکان اور تھکے ماندہ حالت میں اس کی پیمائش تبدیل ہوتی رہتی ہے اور جب کوئی جاندار مر جاتا تو یہ میدان حیات بھی ختم ہو جاتا۔ البتہ فوراً ایسا نہیں ہوتا تھا۔

بیسویں صدی کی ابتدا میں روسی سائنسدان یوڈکو Yakov Narkevich Yokdo نے ایک طریقہ ایجاد کیا اور الیکٹرو گرافی کے ذریعے درخت کے پتوں کی تصویر بنا کی تصویریں لیں جس میں ان کے کناروں پر نور سا پھوٹتا دکھائی دیا۔ اسی طرح

جیک کے سائنسدان ریناوراٹل، ایلس پراٹ اور جے شلیبر، فرانس کے ایچ بروڈرخ براز یل کے راٹ ڈیموراسے ایا تیوالیکٹرک فوٹو گرافی مشین ایجاد کرنے کی کوشش کی مگر ان حضرات کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

1930ء کی دہائی میں ایک واقعہ رونما ہوا روس میں کیرلین سیمیون اور نامی الیکٹریشن اور اس کی بیوی ویلنٹینا کیرلین نے اتفاقی طور پر ایک ایسا کیمرا ایجاد کر لیا جو انسان کے روشنیوں کے جسم کی تصویر حاصل کر لیتا ہے۔ کیرلین فوٹو گرافی سے انسان کے اس باطنی رخ کو زیادہ واضح طور دیکھا گیا تو یہ بالکل جسم انسانی کے ہو بہو ایک رنگین ہیولی اور ہالہ کی مانند نظر آیا۔ جیسے مادی انسان کے ساتھ ایک دوسرا انسان ہو..... روشنیوں سے بنا اس کا جوڑا..... کیرلین فوٹو گرافی کے ذریعے انسان تو کیا جانور اور پودوں کے ہیولی کی تصویریں بھی حاصل کی گئی تھیں۔ یہ انسان کی غیر مادی تصویر لینے کی پہلی کامیابی تھی۔

قدیم دور میں یونانی رومی ہندو اور عیسائی اقوام میں ان کی مذہبی شخصیات کی تصاویر اور مجسموں میں ان کا ہیولی دکھایا جاتا تھا جسے انگریزی میں ہالو Halo اور قدیم یونانی اور لاطینی زبان میں اورا Aura اور ایریولا Aureola کہا جاتا تھا۔ چنانچہ اس انسانی ہیولے کا نام بھی اورا رکھا گیا۔



لیکن کیرلین کی اس تحقیق کو 1960ء تک مغربی سائنسدانوں نے قبول نہیں کیا گیا۔ البتہ روس کے کچھ محقق اس کی تحقیق میں لگے رہے۔ 1970ء میں دو امریکی محقق لین شروڈر Lynn Schroeder اور شیلا آسٹرینڈر Sheila

Ostrander نے اپنی کتاب کے ذریعے کیرلین کی تحقیق کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد اورا کی تحقیق میں نیا موڑ آیا۔ اب تک تو کچھ منچلے سائنسدان اور ماہر روحانیات اپنی مدد آپ کے تحت اکیلے ہی اس تحقیق میں لگے ہوئے تھے۔ اب سائنسی ادارے، یونیورسٹیاں اور ہسپتال نے تھوڑی ہی سہی مگر اورا کی تحقیق میں دلچسپی ظاہر کی۔ ان میں کیلیفورنیا یونیورسٹی، امریکہ کے سینٹر آف ہیلتھ سائنس کے دو سائنسدان تھیلما موز Thelma Moss اور کینڈال جانسن Kendall Johnson، سان فرانسسکو کی سائبروک یونیورسٹی کے ماہر نفسیات اسٹینلی کرپنر Stanley Krippner، برازیل کے ڈاکٹر پاؤلو ڈی کیسٹرو اور ڈاکٹر ہرنانی آندرے، روسی سائنسدان وکٹر اینامگوار اور قازقستان کی الفارابی یونیورسٹی کے وکٹر اینوشن چین پیش تھے۔ ان لوگوں نے کرلین کیمرے کی مدد سے درختوں کی تصویریں لیتے ہوئے نوٹ کیا کہ درخت جتنا زیادہ صحتمند ہوتا ہے اس کی اتنا ہی زیادہ روشن ہوتا۔

1985ء میں سینٹ پیٹرزبرگ انسٹیٹیوٹ، روس کے ایک محقق پروفیسر کانسٹنٹین کورتکوف Korotkov نے تحقیق کی کہ جانداروں کا اورا (انسان، جانور اور پودے) رنگ اور روشنی کی مناسبت سے تبدیل ہوتا رہتا ہے، جبکہ پانی، پتھر، کرسٹل وغیرہ کا اورا مدھم اور ہمیشہ یکساں رہتا ہے۔ لیکن پانی پر اگر کوئی روحانی ہستی، پادری یا ہیلر وغیرہ مقدس آیات کا ورد یا دم وغیرہ کرتا ہے تو اس کی روشنیاں پہلے سے بڑھ جاتی ہیں۔ اسی تحقیق کو 2004ء میں جاپانی ڈاکٹر مسارو ایموتو نے آگے بڑھایا مگر اسے ایک ذاتی نظریہ کہہ کر مسترد کر دیا گیا۔

برازیل کے پروفیسر نیوٹن ملی ہومنز Newton Millhomens نے کیرلین کیمرا کو سائیکولوجیکل کلینک اور میڈیکل ریسرچ میں استعمال کیا۔ انہوں نے کیرلین کیمروں کو برازیل کے ڈاکٹروں، تھراپسٹ اور سائیکولوجسٹ تک پہنچایا۔ اورا پر اپنی 20 سالہ تحقیق کے بعد انہوں نے اورا کے ذریعے بیماریوں کی قبل از وقت تشخیص پر کتب لکھیں۔ نیوٹن ملی ہومنز نے کیرلین فوٹوگرافی سے کینسر کے سینکڑوں مریضوں کے اورا کا ثبت کیا اور انکشاف کیا کہ کینسر کے ہر مریض کے اورا میں انہیں ایک مرغولے نما Spiral لہریں دکھائی دیتی تھیں۔ مگر مریض کی موت کے بعد یہ لہریں غائب ہو جاتی ہیں، جبکہ مادی جسم میں اور خلیوں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ جس سے یہ خیال ظاہر ہوتا ہے کہ اس بیماری کا اصل تعلق اورا یا ذہن سے ہے مادی جسم سے نہیں۔ اورا پر ملی ہومنز اور کورتکوف کی تحقیق طب کی دنیا میں کئی تبدیلیاں لائی، تحقیقاتی میدان میں اس پر سنجیدگی سے کام ہونے لگا۔ اکیسویں صدی میں انسانی اورا پر کام کرنے ہوئے طب سے منسلک افراد نے بڑی کارآمد معلومات فراہم کیں۔

اورا پر کی جانے والی مغربی مفکروں کی تحقیق کا نچوڑ یہ تھا کہ..... اورا، رنگ و نور کی لہروں سے بنا ایک غیر مرئی جسم ہے جو ہمارے مادی جسم کے اردگرد ہر وقت موجود رہتا ہے۔ مادی جسم زندگی کے تمام تقاضے اسی اورا سے حاصل کرتا ہے اور انسانی صحت کا دارومدار بھی روشنیوں کے اس جسم پر منحصر ہے۔ یہ اورا جسم کے اردگرد 16 انچ سے لے کر کئی فٹ تک پھیلا ہوا ہوتا ہے۔

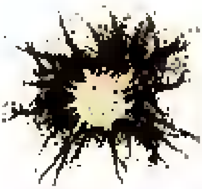
پروفیسر کورتکوف کی تحقیق

عام پانی کا اورا



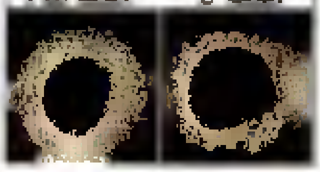
اور

مقدس ورد کے بعد دم کردہ پانی کا اورا



کینسر کے مریض کا اورا

موت سے قبل | موت کے فوراً بعد



اورا کو عام ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا اس کو دیکھنے کے لئے سائنس دانوں نے مخصوص انسٹرومنٹس تیار کئے ہیں۔ اورا ان لوگوں کو بھی دکھائی دیتا ہے جن کی خفتہ قوتیں بے حد بیدار ہوں یا جن کی ارتکاز توجہ بہت مضبوط ہو۔ بعض سائنسدانوں کے مطابق شیر خوار اور کمسن بچے اورا کو دیکھ سکتے ہیں لیکن پانچ سال کی عمر ہونے تک ان کی یکسوئی برقرار نہیں رہتی اس لئے اورا ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔ سنتھیسٹیھیا Synaesthesia کے مریض بھی انسان یا کسی تحریر کا اورا دیکھ سکتے ہیں۔ اورا کو دیکھ کر کسی بھی شخص کی صحت و تندرستی، نفسیاتی عوارض، شخصیت اور مثبت و منفی سوچ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کا تعلق اورا کی شکلیں، کثافت و لطافت اور رنگوں کی مسلسل تبدیلی سے ہوتا ہے۔ جس شخص کا اورا زیادہ لطیف ہوگا وہ نفسیاتی عوارض اور منفی سوچ سے اتنا ہی پاک ہوگا اور جس کا اورا جس قدر کثیف ہوگا وہ اتنا ہی منفی طرز فکر کا حامل اور نفسیاتی عوارض میں جکڑا ہوا ہوگا۔

1970 کی دہائی سے تاحال کئی سائنسدانوں نے برازیل کے نیوٹن ملی ہومنز اور روس کے ڈاکٹر کوروٹوو کی تحقیق کو آگے بڑھایا۔ آج اورا پر تحقیق کرنے والے بڑے اداروں میں نیوٹن ملی ہومنز کا قائم کردہ برازیلین یونین آف اپلائیڈ بائیو الیکٹرو گرافی UBBA، IUMAB آرگنائزیشن اورا فورنیا، برازیل میں بائیو تھراپی یونیورسٹی شامل ہے اور روس کے پروفیسر کوروٹوو کی قائم کردہ لیبارٹری ہر سال بائیو الیکٹرو گرافی کانفرنس کے ذریعے دنیا بھر میں ہونے والی اورا پر تحقیقات کو فروغ دیتی ہے۔ "اورا" کے متعلق مبادیات اور سائیکولوجی کے تحت پرتگال کی پورٹو جیز یونیورسٹی،



کمپیوٹر کے ذریعے لی گئی اورا کی تصویر

برازیل کی سانتا کیٹرینہ یونیورسٹی، ایسٹا کیووڈیو یونیورسٹی ریوڈی جنیریو، ساؤ پاؤلو یونیورسٹی، کیمپیناس یونیورسٹی، میں باقاعدہ طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ اس موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تک دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ، روس، برازیل، ارجنٹائن، پرتگال، فن لینڈ، کولمبیا، انڈیا اور آسٹریلیا کے کئی ہسپتالوں میں اورا کے ذریعے بیماریوں کی تشخیص اور علاج پر کام ہو رہا ہے۔

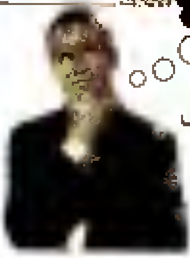
کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی آمد کے بعد سائنسدان کرلین کیمرا کے ساتھ بائیو فیڈ بیک ڈیوائس، بائیو سنسر ہینڈ پلیٹس کا بھی استعمال کرنے لگے ہیں اور کمپیوٹر سافٹ ویئر کے ذریعے اورا کو واضح طور پر دیکھنا ممکن ہوگیا ہے۔

گوکہ آج انسان کے باطنی جسم "اورا" پر خاطر خواہ کام ہو رہا ہے۔ آج میٹافزکس اور پیرا سائیکولوجی کے شعبے سے متعلق سائنسدانوں کو نامعلوم شے کے متعلق تحقیق کے لئے ایسے جدید انسٹرومنٹس کی مدد بھی حاصل ہے جن کا دائرہ جوان خمسہ اور مادی پیمائش سے الگ ہے مگر مادی سائنس کی بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ تاحال روشنی سے تیز رفتار توانائی کی پیمائش کے لئے ان کے پاس کوئی یقینی پیمانہ نہیں ہے چنانچہ روح اور اورا کی مکمل توجیہہ ابھی تک سائنسی قوانین کی رو سے ممکن نہیں ہو پاتی۔ جب سائنس کسی نامعلوم Phenomenon کو جاننے اور تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہے اور ان کے قابل پیمائش اور قابل تکرار ہونے کے اصول و ضوابط مرتب کرتی ہے نتیجتاً انہیں مفروضہ جان کر رد کر دیا جاتا ہے۔ شاید مستقبل بعید میں سائنسدان اس قابل ہوجائیں کہ وہ اورا اور روح کی مکمل توجیہہ بیان کر سکیں۔

٭

شاہینہ جمیل

اپنے "اورا" کو جانیں



قارئین اس بات سے تو واقف ہیں کہ سائنسی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر شے کے گرد ایک ہالۂ نور ہوتا ہے۔ اس ہالۂ نور کو مابعد النفسیات کی اصطلاح میں جسم مثالی یا اورا Aura کہا جاتا ہے۔ اورا کو ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ سائنس دان اورا دیکھنے کے لیے کیرلین فوٹو گرافی، بائیو فیڈ بیک ڈیوائسز اور بائیو سینسر جیسے آلات کا سہارا لیتے ہیں۔ البتہ روحانی صلاحیتوں کے حامل افراد اس کا مشاہدہ کھلی آنکھوں سے کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ ارتکاز توجہ کی مختلف مشقوں کے ذریعہ اورا کو دیکھا جانا ممکن ہے۔ لیکن یہ مشقیں کرنا ان لوگوں کے لیے آسان ہے، جن کی خفیہ قوتیں بے حد بیدار ہوں یا ان کی ارتکاز توجہ بہت مضبوط ہو۔

چنانچہ ایسے قارئین کرام کی آسانی کے لیے جو نہ تو ارتکاز توجہ کی ایسی مشقیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی ایسے سائنسی آلے تک رسائی رکھتے ہیں جن سے اورا دیکھا جا سکے۔ بعض مفکرین نے عرق ریزی کے ساتھ چند ایسے سوالات تیار کیے ہیں جن کے جوابات سے آپ جان سکتے ہیں کہ آپ کا "اورا" کیسا ہے، اس میں کون سا رنگ غالب اور نمایاں ہے اور کون سا رنگ قلیل مقدار میں موجود ہے۔ جس کی مدد سے آپ تصورات میں اپنے اورا کو دیکھ سکتے ہیں۔ ذیل میں دیے گئے ہر سات سیکشن میں موجود 14 سوال، دراصل 14 رنگوں کی ترجمانی کرتے ہیں، یہ سوال آپ کی شخصیت، مزاج، رویوں، کردار اور طرز زندگی کے متعلق ہیں، قارئین کرام ہر سوال کا جواب نمبر میں لکھیں۔

اگر دیا گیا سوال واقعی آپ کی شخصیت کی ترجمانی کر رہا ہے اور آپ کا جواب یقیناً ہاں میں ہے تو چار (4) نمبر.... اگر آپ کی شخصیت سے اکثر و بیشتر ایسا اظہار ہوتا ہے تو جواب تین (3) نمبر.... اگر آپ کبھی کبھی ہی ایسے ہیں تو دو (2) نمبر.... اگر شاذ و نادر یا ایک آدھ بار ہی آپ کو ایسا لگا تو ایک (1) نمبر.... اور اگر سوال آپ کی شخصیت کے بالکل منافی ہے اور جواب "نہیں" ہے تو صفر (0) لکھیں...

آخر میں آپ سوال نمبر کی بنیاد پر تمام 7 سیکشن کے سوال کو ایک ایک کرکے آپس میں جمع کریں اور دیکھیں کہ کون سے سوال نمبر کے جواب میں آپ نے زیادہ نمبر دیے ہیں، بس وہی آپ کے اورا کا غالب رنگ ہے۔ اور جس سوال نمبر کے جواب کے نمبر سب سے کم ہوئے وہی آپ رنگ آپ کے اورا میں قلیل مقدار میں موجود ہے یا نہیں ہے۔

سوال نمبر [1]: زرد مائل تمئی (Mental Tan)
سوال نمبر [3]: سبز / ہرا (Green)
سوال نمبر [5]: قرمزی (Magenta)
سوال نمبر [7]: نیلگوں بھورا (Nurturing Tan)
سوال نمبر [9]: نارنجی (Orange)
سوال نمبر [11]: سرخ مائل تمئی (Loving Tan)
سوال نمبر [13]: سرخ (Red)

سوال نمبر [2]: بنفشی (Violet)
سوال نمبر [4]: ارغوانی (Lavender)
سوال نمبر [6]: نیلا (Blue)
سوال نمبر [8]: بلوری (Crystal)
سوال نمبر [10]: سبز مائل تمئی (Physical Tan)
سوال نمبر [12]: گہرا نیلا (Indigo)
سوال نمبر [14]: زرد / پیلا (Yellow)

سیکشن A

[1] آپ منظم اور با اصول سوچ کے حامل ہیں۔ یا۔ آپ اصول پسند شخصیت ہیں۔

[2] آپ کے دل میں شدت سے دنیا پر اپنے نشان ثبت کرنے کی آرزو ہے۔

[3] آپ گھریلو اور جذباتی مطالبات پر ناراض ہو جاتے ہیں۔

[4] آپ فلسفہ، باطنی روحانی علوم میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

[5] آپ غیر معمولی اور نت نئی تخلیقات کی کھوج میں رہتے ہیں۔

[6] آپ کو رلانا بہت آسان ہے حتیٰ کہ کسی جذباتی کمرشل پر بھی رو پڑتے ہیں۔

[7] آپ دوسروں کے ظاہری طرز عمل سے ان کے بارے میں فوری کوئی رائے قائم نہیں کرتے۔

[8] آپ یوگا، مراقبہ اور قدرتی ماحول میں خود کو زیادہ صحت مند اور توانا محسوس کرتے ہیں۔

[9] اگر آپ کو کوئی مہم درپیش ہو تو کسی بھی صورتحال سے نمٹنے کے لئے آپ پہلے ہی سے مکمل منصوبہ بندی کرتے ہیں۔

[10] آپ تنہائی پسند ہیں۔

[11] کسی بھی مسئلہ کے حل کے لئے آپ اس کے تمام ممکنہ نتائج، اقدامات اور ان کے حل کا ذہن میں خاکہ بناتے ہیں۔

[12] آپ مخلوقِ خدا کی بے لوث خدمت پر ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

[13] آپ جسمانی طاقت کا استعمال کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور اکثر چھوٹی سی بات پر بھی مار پٹائی ہو جاتی ہے۔

[14] کسی بھی صورتحال میں آپ لاشعوری طور پر جسمانی ردعمل کا اظہار پہلے کرتے ہیں۔

سیکشن B

[1] آپ بحیثیت لیڈر فیصلہ کرنے سے پہلے متعلقہ افراد سے تفصیلی معلومات طلب کرتے ہیں۔

[2] سماجی تقریبات میں جانے سے کتراتے ہیں یا وہاں بیزاریت محسوس کرتے ہیں۔

[3] آپ ایسی ملازمت یا کاروبار کرنے کے خواہاں ہیں جس میں پیسہ کمانے کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہوں۔

[4] جب آپ کے پاس پیسے ہوں تو خرچ کرتے ہیں جب نہیں تب نہیں کرتے اور ہر حال میں مطمئن رہتے ہیں

[5] آپ سنی سنائی اور اندھی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔

[6] آپ کبھی کسی کو کسی کام کے لیے نہ نہیں کہتے۔

[7] آپ کسی بھی پراجیکٹ کو منظم طریقے سے چلانا پسند کرتے ہیں۔ یعنی کام شروع کرنے سے پہلے منصوبہ بندی کرتے ہیں

[8] آپ اکثر دنیاداری، حلقہ احباب اور سماجی تعلقات کے معاملات میں دوسروں کے مشوروں پر انحصار کرتے ہیں۔

[9] آپ جسمانی مشقت کے کام کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

[10] آپ دوستوں کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔

[11] آپ کسی بھی ذاتی مفاد کے بغیر بلا امتیاز دوسروں کی رہنمائی اور مسائل حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

[12] آپ کے خیال سے اسکول میں غیر رسمی اور بے تکلف ماحول میں ہم زیادہ موثر انداز میں سیکھتے ہیں۔

13] آپ صنفِ مخالف کی موجودگی میں خود کو زیادہ خوش اور پرجوش محسوس کرتے ہیں۔

14] کسی بھی مشکل یا جذباتی تناؤ کی کیفیت میں آپ فرار حاصل کرتے اور حقیقت سے نظریں چراتے ہیں اور ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

سیکشن C

1] آپ دوسروں سے اپنے دلی جذبات اور محسوسات کا اظہار کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔

2] آپ اپنے قیمتی مشوروں سے دوسروں کو تو نواز دیتے ہیں مگر خود ان پر عمل نہیں کرتے۔ یا آپ کسی بھی کام کو شروع کرنے میں آپ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں مگر عملی طور پر میدان دوسروں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

3] آپ باآسانی لوگوں کو اپنا نظریہ فکر سمجھا دیتے ہیں۔

4] آپ اپنی خودساختہ بنائی ہوئی خوابوں کی دنیا میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

5] آپ کے رویئے کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کب کس طرح کے ردعمل کا اظہار کریں کوئی وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔

6] آپ کے نزدیک عبادات آپ کی روحانی قوت کا باعث بنتی ہے۔

7] آپ اپنے حالات میں پائدار کردار بہتری لانے کے مختلف طریقوں کے متعلق سوچتے اور کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔

8] آپ ایک خاموش طبع انسان ہیں اور اپنے دلی اور گہرے جذبات کا اظہار شاذ و نادر ہی کرتے ہیں۔

9] آپ جسمانی مشقت کے مقابلوں کشتی یا کسی طاقت آزمائی میں بہت پرجوشی سے حصہ لیتے ہیں۔

10] آپ چیزوں کو ان کی مضبوطی اور اہمیت کی بنیاد پر پرکھتے یا جانچتے ہیں۔

11] آپ اپنا زیادہ تر وقت کائنات کے اسرار و رموز جاننے اور روحانی علوم حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں۔

12] آپ لوگوں کو ان کے فرسودہ عقائد اور رسم و رواجوں کی تصحیح پر مجبور کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔

13] اگر آپ کو غصہ آجائے تو اپنے غصے پر فوری قابو پالیتے ہیں

14] آپ منہ پھٹ نہیں ہیں۔

سیکشن D

1] آپ ایسی سماجی سرگرمیاں پسند کرتے ہیں جہاں کاروبار اور تفریح ساتھ ساتھ ہو۔

2] دوسروں پر پیسہ خرچ کرکے آپ زیادہ خوشی محسوس نہیں کرتے۔

3] آپ اکثر مختلف تکالیف کے لئے گھریلو ٹوٹکے استعمال بتاتے ہیں یا خود بھی بطور علاج استعمال کرتے ہیں۔

4] آپ مافوق الفطرت مخلوقات اور پریوں کی دیومالائی کہانیوں پر مبنی فلمیں اور کتابیں بہت شوق سے دیکھتے / پڑھتے ہیں۔

5] انوکھی اور غیر معمولی ڈیزائین اور خصوصیات رکھنے والی مصنوعات آپ کی توجہ فوری حاصل کرلیتی ہیں۔

6] ملازمت حاصل کرنے کے دوران آپ اپنی تنخواہ کے بارے میں بھی جاننے میں شرم یا ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔

7] آپ سمجھتے ہیں بچوں کو اعلیٰ تعلیم و تربیت فراہم کرکے ہم ایک اچھے معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

[8] آپ لوگوں کی حقیقت پر مبنی سوانح حیات اور ڈائریز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔

[9] آپ اجتماعی مقابلوں کے بجائے انفرادی مقابلوں میں حصہ لینا (یعنی ٹیم کے بجائے اکیلے کام کرنا) پسند کرتے ہیں۔

[10] آپ تحقیقی ذہن کے مالک ہیں اور بنیادی اور دینی معاملات میں خود سے غور و فکر کرنا پسند کرتے ہیں۔

[11] آپ جن سے پیار کرتے ہیں ان کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

[12] آپ اپنے ہر کام میں روحانیت کو محسوس کرتے ہیں۔

[13] آپ کم تنخواہ میں بھی خوش اور مطمئن رہتے ہیں

[14] آپ زندگی کو ہنس کھیل کر گزارنے پر یقین رکھتے ہیں۔

سیکشن E

[1] آپ کے لئے دولت تحفظ کی ضمانت ہے

[2] زندگی میں کچھ کر گزرنے کا جذبہ آپ کو بے چین رکھتا ہے۔

[3] آپ دوسروں کو مشورہ دے کر یا ان کو معلومات فراہم کر کے خوشی اور طمانیت محسوس کرتے ہیں

[4] آپ معاشرے کی توقعات کے مطابق خود کو ڈھالنے کے بجائے اپنے افکار کے ساتھ الگ تھلگ رہنے کو ترجیح دیتے ہیں

[5] آپ شاپنگ کے لئے فہرست نہیں بناتے جو اچھا لگتا ہے بس خرید لیتے ہیں

[6] آپ کو صبر آزما اور وقت طلب کھیلوں سے خوشی محسوس ہوتی ہے جیسے ویٹ لفٹنگ، سیلنگ یا گولف وغیرہ

[7] آپ روحانی، دینی یا اخلاقی اصولوں دنیا میں عملی طور پر کرنا ضروری محسوس کرتے ہیں۔

[8] آپ خود شناسی میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

[9] آپ ملازمت کرنے سے دور بھاگتے ہیں اور کمیشن پر یا فری لانسر کام کرنے میں زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔

[10] آپ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اچھا لیڈر بننے کے لئے سب سے پہلے ایک اچھا پیروکار بننا ضروری ہے۔

[11] آپ مالی معاملات یا روپے پیسے کے حساب کتاب رکھنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔

[12] آپ کو زبردستی کسی ایسے کام کو کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جو آپ کرنا نہیں چاہتے۔

[13] آپ عملی طور پر کی جانے والی مذہبی عبادات کے دوران خود کو پرسکون محسوس کرتے ہیں۔

[14] آپ بحیثیت سربراہ یا لیڈر یا ان لوگوں کے درمیان رہ کر ان کے ساتھ کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں

سیکشن F

[1] آپ تصوف اور روحانیت کی تعلیمات کو عملی طور پر اپنانا پسند کرتے ہیں

[2] آپ بحیثیت سرپرست یا قائد لوگوں کو بتانا پسند کرتے ہیں کہ ان کو کیا کرنا ہے۔

[3] آپ کے چند مخصوص دوست ہیں جن سے آپ کے خیالات ملتے ہیں اور جو ہر میدان میں آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں

[4] آپ زیادہ وقت کرے میں بند تخلیقی کام میں گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً پینٹنگ، مضمون و کہانی نویسی، شعر و شاعری

[5] آپ کی بہت جلد کسی سے بھی دوستی ہو جاتی ہے مگر آپ لمبے عرصے تک تعلقات استوار رکھنے میں اکثر ناکام رہتے ہیں

[6] آپ دوسروں کی خوشی کے خاطر اپنے حصے کی چیز بھی خوشی خوشی چھوڑ دیتے ہیں۔

[7] آپ سماجی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے والے اداروں کی اور ذاتی طور پر بھی مالی امداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں

[8] آپ با آسانی اپنی باطنی یعنی اندرونی دنیا سے جڑ جاتے ہیں اور خود کو مطمئن اور پرسکون رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں

[9] آپ آزاد اور خود مختار زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔یا۔آپ اپنے معاملات میں روک ٹوک پسند نہیں کرتے

[10] آپ باس کی جانب سے ملنے والی ہدایات کو بہت توجہ سے سنتے ہیں اور انتہائی سنجیدگی سے عملدرآمد کرتے ہیں

[11] آپ ایسی سماجی تقریبات اور اجتماعات میں بہت شوق سے جاتے ہیں جہاں مختلف لوگوں سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے اور اظہار رائے کا موقع ملے۔

[12] آپ بہت زیادہ حساس طبیعت کے مالک ہیں

[13] اگر ٹی وی پر میچ کے دوران آپ کی پسندیدہ ٹیم کا اسکور گر جائے یا ہار جائے تو آپ گلاس یا جو کچھ بھی دسترس میں ہو پٹخ کر یا توڑ کر غصے کا اظہار کرتے ہیں۔

[14] آپ کو دعوتوں میں جانا بہت پسند ہے اور سماجی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

سیکشن G

[1] آپ مشینی آلات کے ساتھ کام کرنے میں لطف محسوس کرتے ہیں جیسے کہ کمپیوٹر، کیمرہ، سیل فونز، سلکو لیزر وغیرہ

[2] آپ کے لئے پیسہ، طاقت، اثر و رسوخ اور خواہشات کا حصول ہے

[3] آپ سمجھتے ہیں کہ خیالات ہماری ذہنی اختراع نہیں ہوتے بلکہ ہر خیال اپنی جگہ با معنی اور اہمیت کا حامل ہوتا ہے

[4] آپ اپنے تخیلات کو ظاہری خد و خال کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔

[5] آپ کے نزدیک قدرتی مناظر سے قربت، پودوں، درختوں کی دیکھ بھال اور ان سے محبت ایک روحانی کیفیت ہے۔

[6] آپ کسی بھی مسئلہ کا کوئی ایسا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں سب کی خوشی شامل ہو۔

[7] آپ بحیثیت سربراہ فیصلہ کرتے وقت دوسروں کی رائے اور احساسات کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔

[8] پرامن اور پرسکون ماحول اور کم لوگوں کے درمیان آپ زیادہ بہتر طور پر کام سر انجام دے پاتے ہیں

[9] آپ ایڈونچر پسند کرتے ہیں اور محض تفریح کے لئے اکیلے پہاڑ کی چوٹی سر کرنے نکل جاتے ہیں۔

[10] آپ کے نزدیک بینک بیلنس، آسائشیں اور بلند معیار زندگی معاشرے میں استحکام اور تحفظ کی ضامن ہیں۔

[11] آپ اپنی چیزیں سنبھال کر رکھنے میں لاپرواہی برتتے ہیں۔

[12] آپ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں خوشی اور اطمینان محسوس کرتے ہیں

[13] الیکٹرانک اور مشینی آلات کی میکانیت کو جاننا اور سمجھنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ ہے

[14] آپ محفل وغیرہ میں بور ہوتے اور بے چینی محسوس کرتے ہیں۔یا۔آپ زیادہ دیر خاموش ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتے۔

ہالینڈ میں پیدا ہونے والا وہ شخص نہ تو جادوگر تھا نہ شعبدہ باز اور نہ ہی اس کا تعلق پولیس یا کسی جاسوسی ادارے سے تھا۔ پیٹر ایک سادہ اور خاموش طبیعت کا نوجوان تھا، ناگاہ ایک انوکھا حادثہ پیش آیا۔ یہ حادثہ اس کے اندر ایک ایسی نادیدہ قوت بیدار کر گیا جو ناقابل یقین بھی تھی اور طلسمات سے معمور بھی۔ وہ جس شے کو چھوتا اس شے کے مالک کے بارے میں تمام باتیں جان لیتا۔ اس نے تقریباً 17 ملکوں میں جا کر قتل، اغوا اور چوری کے درجنوں کیسز کی گتھیاں سلجھائیں۔ امریکہ میں دماغی ماہرین کی ایک ٹیم نے اس کا معائنہ کیا۔ سائنسدان اس کی عجیب و غریب خصوصیات کو دیکھ کر حیران تھے، اور وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ کسی چیز کے بارے میں کس طرح جان لیتا ہے، وہ تو بس یہ کہتا تھا کہ ہر انسان کے جسم کے اندر مقناطیسی توانائی کی طرح لہروں کا ایک نادیدہ وجود ہوتا ہے، انسان جب کسی شے کو چھوتا ہے تو ان مقناطیسی توانائی کی وائبریشن اسے اس انسان کے متعلق بتا دیتی ہیں۔ پیٹر ہرکوس کی زندگی پر کئی آپ بیتیاں، درجنوں کتابیں اور کئی فلمیں بن چکی ہیں۔ اس کی ایک آپ بیتی کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے:





نادیدہ

ترجمہ: فرحان اقبال

شہر کا ذکر ہے نیم غنودگی کی حالت میں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے نرس میرا انجکشن درست کر رہی ہو یا میرا دل حرارت لے رہی ہو۔ پھر میں جاگ اٹھا اور خود کو اسپتال کے ایک نیم تاریک کمرے میں بستر پر لیٹے ہوئے پایا۔ میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔

"مجھے کیا ہوا....؟" میں نے نرس سے دریافت کیا۔

"آپ تیس فٹ کی بلندی سے گر گئے تھے۔ یہ آپ کی خوش نصیبی ہے کہ جان بچ گئی۔"

تب مجھے یاد آیا کہ میں ایک چار منزلہ مکان میں سفیدی کرتے ہوئے نیچے گر گیا تھا۔ اب میں اپنے قصبے ڈارڈرچ کے قریبی شہر دی ہیگ میں واقع زوئدال اسپتال میں زیر علاج تھا۔ سر میں شدید چوٹ آئی اور بائیں کندھے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

میرے ساتھ والے بستر پر ایک اور مریض لیٹا ہوا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی میں نے محسوس کیا جیسے میں اس کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں حالانکہ میں نے پہلے اسے کبھی دیکھا تک نہ تھا۔

"تم کوئی اچھے آدمی نہیں ہو۔" میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"وہ کیوں....؟" وہ ناگواری سے بولا۔

"وہ اس لیے کہ تم نے اپنے مرحوم باپ کی نہایت قیمتی گھڑی فروخت کر دی ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا....؟" اب اس کے سوال

میں چنگی کے بجائے حیرت کا عنصر شامل ہو گیا تھا۔

اس نے سر کی جنبش سے میری بات کا جواب ہاں میں دیا۔ مگر اس کے چہرے پر خوف طاری تھا جیسے اس نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔ جب اس کے ذرا حواس درست ہوئے، تو اس نے مجھے تفصیل سے اپنے متعلق بتایا۔

سونے کی گھڑی اس کے مرحوم والد کو بہت عزیز تھی جسے فروخت کر کے وہ خود کو مجرم محسوس کر رہا تھا اور یہ اس کا احساس جرم ہی تھا جس کا علم مجھے اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ہو گیا تھا۔

اپنے بستر پر لیٹے لیٹے میں نے ایک اور مریض کو ہال میں سے گزرتے دیکھا کرتا تھا۔ ہسپتال میں قیام کے چوتھے یا پانچویں روز وہ مجھے الوداع کہنے آیا، مگر جونہی اس نے خدا حافظ کہتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا، مجھے نجانے کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ ایک برطانوی جاسوس ہے اور چند روز بعد کالر اسٹریٹ میں جرمنوں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ یہ محسوس کرتے ہی غیر ارادی طور پر میں نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا، مگر وہ جلدی سے ہاتھ چھڑا کر، تیز تیز قدم چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"اس آدمی کو روک لو۔ وہ برطانوی جاسوس ہے۔ جرمنوں کو اس کا علم ہے اور وہ اسے قتل کر دیں گے۔" میں نے چلاتے ہوئے نرس سے کہا، مگر میری چیخ پکار پر ایک ڈاکٹر بھاگتا ہوا آیا اور اس نے مجھے آرام سے لیٹے رہنے کی تاکید کی۔

دو روز بعد ہی برطانوی جاسوس گرگستاپو کے کارندوں نے کالر اسٹریٹ میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہسپتال کے عملے کے ذریعے میری پیشین گوئی کا علم ہالینڈ کی زیر زمین تنظیم کو بھی ہو گیا۔ اس جاسوس کی موت کے چند روز بعد ایک سہ پہر میرا انچارج ڈاکٹر اور نرس ایک اجنبی کے ہمراہ کمرے میں آئے۔

"برطانوی جاسوس کے متعلق تمہاری پیشین گوئی درست تھی، لیکن اس کا پتہ کیسے چلا.....؟" اجنبی بولا۔ وہ لب و لہجے سے ہالینڈ کا شہری معلوم نہیں ہوتا تھا۔

"میں اس کا جواب دے چکا ہوں۔"

"کیا اس کا ہاتھ چھونے سے تمہیں پتہ چل گیا تھا.....؟"

"ہاں۔"

"ہمیں بیوقوف مت بناؤ اور سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو۔"

"یقین مانو میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے تو اسے روکنے کی کوشش بھی کی تھی۔"

"ہاں، بعض اوقات ایک غدار کے دل میں بھی اپنے کسی ساتھی کے لیے ہمدردی پیدا ہو سکتی ہے۔" وہ اجنبی نفرت بھرے انداز سے بولا۔

"میں غدار نہیں ہوں..... تین سال سے خفیہ تنظیم کے ساتھ کام کر رہا ہوں اور اپنے وطن ہالینڈ کا ہمیشہ وفادار رہا ہوں۔" میں نے احتجاج کیا۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ گیلری میں ایک اور آدمی فرش پالش کرنے والی مشین لیے کھڑا تھا۔ اپنے ساتھی کا اشارہ پاتے ہی اس نے مشین چلا دی۔ میں سمجھ گیا کہ مشین کے شور میں میرے کمرے سے نکلنے والی چیخوں کو دبانا مقصود ہے۔ پھر نرس اور ڈاکٹر نے میرے بازوؤں کو مضبوطی سے جکڑ لیا اور اجنبی نے ساتھ والے بستر سے تکیہ اٹھا کر میرے منہ پر رکھا اور زور سے دبانا شروع کر دیا۔ اب میرے لیے سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ موت کو اس قدر قریب محسوس کرتے ہوئے میں نے کوشش کر کے اپنا ایک بازو آزاد کرا لیا اور اس سے تکیہ دبانے والے کے ہاتھ کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ہسپانوی زبان میں کہا: کسی کو مارنا کتنے دکھ کی بات ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو......؟" اس نے یک لخت تکیہ میرے چہرے سے ہٹاتے ہوئے پوچھا۔ ڈاکٹر اور نرس بھی حیران تھے کہ میرے قاتل نے اپنا ہاتھ کیوں روک لیا تھا۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

"اس نے جو کچھ کہا ہے، وہی میں سوچ رہا تھا۔ کبھی کبھی کسی کی جان لیتے ہوئے مجھے اس فعل سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ لیکن اسے میرے خیالات کا آخر علم کیسے ہوگیا......؟"

اس نے ڈاکٹر اور نرس کے سامنے وضاحت کردی، مگر اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ادھر میں خود بھی حیران تھا، کیونکہ میں ہسپانوی زبان سے بالکل نابلد تھا۔ بالآخر اجنبی بولا:

"دوست! ہمیں معاف کردو۔ ہم نے بلاوجہ تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی۔"

موت کے منہ سے میرے بچ نکلنے کی دہشت ناک کہانی آناً فاناً سارے ہسپتال میں پھیل گئی۔ ماہر نفسیات ڈاکٹر پیٹرس کئی روز تک مجھ سے پوچھ گچھ اور میرا معائنہ کرتا رہا۔ اس کی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ سر میں سخت چوٹ لگنے سے میری مخفی حس بیدار ہوگئی ہے۔

سائنسدانوں اور ماہرین نفسیات نے ماضی اور مستقبل کے متعلق جاننے کی اس صلاحیت کو مختلف نام دے رکھے ہیں، مثلاً ٹیلی پیتھی، غیب دانی وغیرہ۔ نام کوئی بھی رکھا جائے بہرحال اس صلاحیت کی موجودگی کا سب اعتراف کرتے ہیں۔

جب آپ کسی اجنبی سے مصافحہ کریں یا اس سے آنکھیں چار کریں تو اپنے ہاتھ پر اس کے ہاتھ کے دباؤ، اس کے دیکھنے کے انداز، چہرے کے تاثرات اور لب و لہجے سے آپ اس کی شخصیت کے متعلق کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور لگا سکتے ہیں۔ میں کسی اجنبی سے مصافحہ کرتا ہوں، تو اسی لمحے مجھے اس کی شخصیت، کردار، نجی زندگی اور ماضی اور مستقبل کے حالات کا علم ہو جاتا ہے۔ بس یوں سمجھ لیں کہ اس کی زندگی کے مختلف مناظر میری نظروں کے سامنے فلمی ریل کی طرح پھرنے لگتے ہیں۔ سائنسی اصطلاح میں اس کو سائیکو میٹری کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ میرے اندر یہ صلاحیت دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے۔

جنگ کے بعد ایک روز میری گرل فرینڈ مجھے اپنے ہمراہ شعبدے باز کا تماشا دکھانے لے گئی۔ وہ اسٹیج پر اپنی معاون خاتون کے ساتھ کھڑا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دونوں میاں بیوی تھے۔ وہ تماشائیوں سے تحریری پیغامات وصول کرکے اس کے پاس لے جاتی جنہیں پڑھے بغیر وہ پاس رکھی ریکھتے کوئلوں کی انگیٹھی میں پھینک دیتا اور جلتے کاغذ کے دھوئیں اور راکھ سے عبارت کا مفہوم اخذ کرکے بتا دیتا۔ میرے لیے اس کا یہ کمال بہت دلچسپی اور حیرانی کا باعث تھا۔ میں پورے انہماک سے تماشا دیکھنے میں محو تھا کہ میری گرل فرینڈ نے سرگوشی کی: "کاغذ جلتا نہیں، بلکہ ایک پائپ میں سے گزر کر نیچے چلا جاتا ہے۔"

کچھ دیر بعد شعبدے باز نے اپنی معاون سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ لے کر آگ میں ڈالا اور کہا:

"یہ پیغام پیٹر ہرکوس نامی شخص کا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس کا غیب دانی کا علم مجھ سے بھی زیادہ ہے۔"

تماشائیوں نے قہقہے لگانے شروع کر دیے۔

"میں نے تو ایسا پیغام نہیں بھیجا۔" میں نے سوالیہ نظروں سے اپنی گرل فرینڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بھیجا تو تھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

میں اسے سرزنش کرنے ہی والا تھا کہ شعبدے باز کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر ہرکوس! براہ مہربانی آپ کھڑے ہوجائیں۔"

مجھ پر سکتہ طاری تھا۔ میری گرل فرینڈ نے کہنی مار کر مجھے کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔ شعبدے باز نے مجھے کھڑا دیکھ کر اسٹیج پر آنے کی دعوت دے ڈالی۔ اب میرے لیے اسٹیج پر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ میں بادلِ نخواستہ ان دونوں میاں بیوی کے برابر جا کھڑا ہوا۔ "تمہارا طریقۂ کار کیا ہے....؟" شعبدے باز نے پوچھا۔

"میں کسی چیز کو ہاتھ سے چھو کر اس کے متعلق سب کچھ بتا سکتا ہوں۔"

"میری گھڑی ٹھیک رہے گی....؟" یہ کہہ کر اس نے اپنی گھڑی میری طرف بڑھا دی۔

گھڑی کو ہاتھ میں لیتے ہی کئی مناظر میری نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے۔ کچھ ہی لمحوں میں کچھ سمجھتے ہوئے بولا "تمہاری گھڑی بہت کچھ بتا رہی ہے۔ اس کے اندر ایک حسینہ کے بالوں کی لٹ محفوظ ہے۔ جبکہ یہ تمہاری بیوی کے بال نہیں۔ اس کوئی کا نام ... بتا ہے۔ تم اس کو ہر شہر اور قصبے میں اپنے ساتھ لیے پھرتے ہو اور وہ اس وقت بھی تماشائیوں کے درمیان موجود ہے۔"

اس کا رنگ اڑ گیا تھا اور اس کی بیوی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بالآخر وہ منحنیانہ انداز سے بولا "مسٹر ہرکوس براہِ مہربانی آپ اپنی نشست پر تشریف رکھیں تاکہ ہم اپنا شو جاری رکھ سکیں۔"

مگر میں گھڑی ہاتھ میں لیے گرینا کو تماشائیوں میں ڈھونڈنے لگا۔ شعبدہ باز بار بار مجھ سے اپنی نشست پر بیٹھنے کی التجا کر رہا تھا اور میں اس کی پروا کیے بغیر گرینا کو تلاش کر رہا تھا۔ آخر کار جب میں نے اس کو ڈھونڈ ہی لیا، تو وہ اٹھ کر ہال سے باہر نکل بھاگی اور تماشائیوں نے شور مچاتے ہوئے مجھے آن گھیرا۔

❖ ❖ ❖

میں اپنے کمرے میں لوگوں سے فیس لے کر ان کے ماضی اور مستقبل کے حالات بتاتا رہا۔ پھر مشہور مزاحیہ اداکار برنارڈ ورز کے طائفے میں شامل ہو گیا۔ اپنے پہلے ہی شو میں تماشائیوں سے میں نے کہا کہ ان میں سے کوئی مجھے اپنی کوئی چیز مثلاً گھڑی یا انگوٹھی وغیرہ دے دے تاکہ میں اس کے مالک کی شخصیت کے بارے میں کچھ بتا سکوں۔ میری اس بات کے جواب میں پچھلی قطار میں سے ایک خاتون نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر میری طرف بڑھا دی جسے ہاتھ میں لے کر میں نے بولنا شروع کیا۔

"تم شادی شدہ عورت ہو، تمہارے دو بچے ہیں۔ اس وقت تمہارا خاوند گھر میں ان کی دیکھ بھال کر رہا ہے اور تم اپنی بیمار والدہ کی عیادت کا بہانہ کر کے اپنے بوائے فرینڈ کے ہمراہ تماشا دیکھنے آئی ہو۔"

اس خاتون نے خفت اور شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ اس دن سے میں محتاط ہو گیا اور اس بات کا خاص خیال رکھتا کہ میری وجہ سے کسی کو دوسروں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

❖ ❖ ❖

اب میری شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی حتیٰ کہ 1947ء میں لمبرگ کے پولیس حکام نے ایک کیس کی تفتیش میں مجھ سے مدد مانگی۔

زینک نامی ایک کان کن ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر جا رہا تھا کہ کسی نے اسے گولی کا نشانہ بنا دیا۔ پولیس حکام نے مقتول کا کوٹ دے کر مجھ سے قاتل کے متعلق دریافت کیا، تو میں نے انہیں بتایا کہ قاتل ایک ادھیڑ عمر کا مونچھوں والا شخص ہے جس کی ایک ٹانگ لکڑی کی ہے اور وہ عینک لگاتا ہے۔

میری باتیں سن کر پولیس افسر بولا "تم نے یقیناً ہمارے کسی اہلکار سے رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ جس شخص کی نشانیاں تم نے بیان کی ہیں اسے تو ہم گرفتار بھی

کر چکے ہیں۔"

"قتل کا مقصد یہ تھا کہ قاتل مقتول کی بیوی حاصل کرنے کے لیے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔" میں نے کچھ اور تفصیل بتائی۔

"یہ بات تو لمبرگ کا بچہ بچہ جانتا ہے...."

"تو پھر آلۂ قتل کہاں ہے....؟" میرے اس سوال کا پولیس کے پاس کوئی جواب نہ تھا، مگر میں نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا:

"مقتول کے مکان کی چھت پر سے آلۂ قتل مل جائے گا۔"

پولیس نے جاکر چھت کا جائزہ لیا تو پرنالے میں سے بندوق برآمد ہوئی جس میں کارتوس کے دو خول تھے اور بندوق پر قاتل کی انگلیوں کے نشان بھی مل گئے۔ اس شخص کو عمر قید کی سزا ہوئی۔

اسی سال بیلجیم کے قصبے برگہاٹ کی پولیس نے بھی مجھ سے ایک قتل کی تفتیش کے سلسلے میں مدد مانگی۔

ایک روز مقامی کیتھولک پادری کے گھر سے راہ گیروں نے اس کی بوڑھی ملازمہ کی چیخیں سنیں۔ انھوں نے اندر جاکر دیکھا تو پادری کی لاش ایک طرف پڑی تھی اور اس کی خادمہ کرسی کے ساتھ بندھی تھی۔ اس کا بیان تھا کہ ڈاکو پادری کو قتل کرکے اسے باندھ کر چلے گئے۔ قتل کا الزام بڑھیا نے ان دو اجنبیوں پر لگایا جو چند گھنٹے قبل کاروبار کے لیے پادری سے رقم ادھار مانگنے آئے تھے۔ اس چھوٹے سے قصبے میں پولیس نے انھیں فوراً ڈھونڈ نکالا اور گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔

پادری کو اپنے ایک دولت مند رشتہ دار سے ترکے میں خاصی دولت ملی تھی اور اس کی وصیت کے مطابق اس دولت کا بیشتر حصہ بوڑھی خادمہ کو ملنا تھا، لیکن خادمہ سے بعض اختلافات کی بنا پر پادری نے اپنی وصیت تبدیل کرنے کا ارادہ بھی کئی لوگوں پر ظاہر کر دیا تھا۔ ان حقائق نے کیس کو الجھا دیا۔ اس مرحلے پر پولیس نے میری مدد طلب کی۔ مقتول پادری کے گھر میں داخل ہوتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ دونوں اجنبی بے گناہ ہیں اور بڑھیا اس قتل میں ضرور ملوث ہے۔ مقتول اور بڑھیا کی اشیاء کو چھونے سے حقیقت مجھ پر عیاں ہو گئی۔

گزشتہ کئی برس سے پادری اپنی خادمہ کے نوجوان بیٹے کی مالی اعانت کرتا رہا تھا۔ اب اس نے یہ سلسلہ بند کر دیا تھا۔ قتل کے روز بڑھیا کے بیٹے نے آکر اصرار کیا کہ جو دولت پادری کی وفات کے بعد اس کی ماں کو ملنے والی تھی، اس کا کچھ حصہ وہ اپنی زندگی ہی میں دے دے۔ پادری نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو ہاتھا پائی ہوئی۔ بوڑھے پادری کا سر آہنی انگیٹھی سے ٹکرایا اور وہ چل بسا۔ اب ماں بیٹے نے الزام سے بچنے کے لیے دو اجنبیوں کے قتل میں ملوث ہونے کی کہانی گھڑی۔ ایک مفلر مقتول کی گردن کے گرد کس کر لپیٹا اور پھر اتار کر پھینک دیا تاکہ یہ گمان ہو کہ موت گلا گھونٹنے سے واقع ہوئی ہے۔

اتنا کچھ کرنے کے بعد بیٹے نے ماں کو کرسی سے باندھا اور خود وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی ماں نے شور مچا کر راہ گیروں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

پولیس میری فراہم کردہ معلومات سے بہت متاثر ہوئی۔ مکان میں تلاش کرنے پر خون آلود مفلر بھی مل گیا۔ اب بڑھیا کے لیے اعتراف جرم کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا تھا، مگر اس دوران میں اس کا بیٹا جنوبی امریکہ جا چکا تھا۔ بڑھیا کے دل و دماغ پر پادری کی موت کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے اعصاب جواب دے گئے اور اسے دماغی امراض کے اسپتال میں داخل کرانا پڑا۔ اس کے فوراً بعد میرا واسطہ ایک ایسے کیس سے پڑا جس میں شبہ تھا کہ مرنے والا طبعی موت مرا بھی ہے یا نہیں۔



پیٹر ہرکوس Peter Hurkos 21 مئی 1911ء کو ہالینڈ کے شہر ہیگ کے قریب قصبہ ڈارڈرچٹ میں پیدا ہوا اور اسے ایک ڈچ خاندان نے گود لیا۔ اس کا پورا نام پیٹر فان ڈیر ہرک رکھا۔ پیٹر کا باپ ایک مستری تھا جو گھروں کو پینٹ کرتا تھا اور ماں ایک گھریلو خاتون۔ وہ ریڈیو انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا مگر معاشی پریشانیوں کے سبب اس نے تعلیم کو خیر آباد کیا اور ایک بحری جہاز میں باورچی کا کام کرنے لگا اور پھر شنگھائی کی بندرگاہ میں سامان کا حساب کتاب کرنے لگا۔ جب شنگھائی کے تجارتی معاہدے ختم ہو گئے تو وہ واپس انگلینڈ آ گیا اور شادی کے بعد ہالینڈ میں اپنے باپ کے ساتھ مستری کا کام کرنے لگا۔ جون 1941ء میں وہ اپنے باپ کے ساتھ ہیگ شہر کی چار منزلہ فیکٹری پر رنگ و روغن کرنے گیا۔ لیکن پینٹ کرتے ہوئے وہ اپنا توازن کھو بیٹھا اور اس کا پیر پھسل گیا اور وہ دھڑام سے نیچے آن گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ اس کی کھوپڑی میں فریکچر ہو گیا تھا۔ ہیگ کے زیڈوال ہسپتال میں چار دن بے شعوری کی حالت کے بعد تو اس کی دنیا بدل چکی تھی۔ اب اس کے اندر ایک نئی صلاحیت بیدار ہو چکی تھی، ہرکوس



این آر پولیس ڈیپارٹمنٹ مشی گن میں چیف پولیس کے والٹر اے کرسی اور ایڈ سلور پیٹر ہرکوس کے ہمراہ

چیزوں کو چھوتا ان سے متعلق واقعات اور شخصیات کے بارے میں جان لیتا تھا۔ اس نے اس صلاحیت کا استعمال کرتے ہوئے لندن، انگلینڈ، بوسٹن، مینا پولس، تھائی لینڈ، این آربر، مشی گن، لاس اینجلس، کیلی فورنیا سمیت تقریباً 17 ملکوں میں جا کر چوری، قتل، اغوا، لاپتہ طیاروں اور افراد کے درجنوں کیسز کی گتھیاں سلجھا کر پولیس کو حیرت زدہ کر دیا اور ایک پراسرار جاسوس کے طور پر دنیا بھر میں قبولیت حاصل کی۔ جنگ عظیم کے دوران نازی مزاحمتی تحریک کے لیے اپنی صلاحیتوں کے استعمال پر ہالینڈ کی ملکہ جولیانا نے پیٹر کو "وار ہیرو" کے لقب سے نوازا۔

1956ء میں پیٹر کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں لایا گیا جہاں معروف ماہر نفسیات ڈاکٹر انڈریجا پوہارچ Andrija Puharich سمیت کئی دماغی ماہرین کی ایک ٹیم نے اس کا معائنہ کیا۔ ماہرین نے اس کی عجیب و غریب خصوصیات کو دیکھ

اپریل 1948ء میں کارنیلس نام کا ایک شخص بیلجیم کے شہر گینٹ سے لاپتہ ہو گیا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں وہ بیلجیم کی زیر زمین تنظیم کا سرگرم اور نڈر کارکن رہا تھا۔ اس کے اہل خانہ اور دوستوں نے پولیس کو اس کی گمشدگی سے مطلع کیا۔ لیکن پولیس اس کا پتہ چلانے میں ناکام رہی۔

کارنیلس کی گمشدگی کے دو ہفتے بعد دریائے لائی میں چلنے والی ایک لانچ کے کپتان نے جب لنگر اٹھایا تو اس کے ساتھ ایک لاش بھی الجھی ہوئی تھی جسے کپتان نے پولیس کے سپرد کر دیا تھا۔ لباس اور جیبوں سے ملنے والے کاغذات کے مطابق یہ کارنیلس کی لاش تھی۔ اس کی کھوپڑی کچلی ہوئی تھی، لیکن پولیس سرجن یہ بتانے سے قاصر تھا کہ کھوپڑی کی یہ حالت موت سے پہلے ہوئی یا بعد میں۔ لاش کا ایک پاؤں کا جوتا بھی غائب تھا۔ پولیس کا خیال تھا کہ کارنیلس کی موت کسی اتفاقی حادثے کا نتیجہ ہے مگر مرنے والے کے خاندان والے اس سے متفق نہ تھے۔

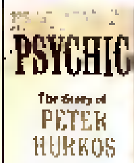


پیٹر ہرکوس مشہور باکسر محمد علی کلے کے ہمراہ

کر حیران تھے۔ ڈیڑھ سال کے ٹیسٹ کے بعد ڈاکٹر اینڈریجا پہارچ پیٹر کی نفسیاتی صلاحیتوں کا قائل ہو گیا۔

امریکہ میں پیٹر ہرکوس نے آئزن ہاور سے ریگن تک اپنے عہد کے تقریباً تمام امریکی صدور سے ملاقاتیں اور مشاورات کیں۔ رومن کیتھولک کے پوپ پائس XII، امریکی آرمی جنرل اور چیف اسٹاف عمر بریڈلی، مشہور باکسر محمد علی، کلینٹ ایسٹ ووڈ، ڈینس ہوپر، اسٹیو میک کوئن اور عمر شریف جیسے اداکار بھی اس کی صلاحیتوں کے قائل تھے۔ پیٹر ہرکوس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ، انٹرنیشنل پولیس ایسوسی ایشن، انٹرپول، انٹرنیشنل، سی آئی اے اور ایف بی آئی کے لیے بھی کام کیا۔

پیٹر ہرکوس کے انٹرویو یورپ و امریکہ کے مشہور ٹیلی ویژن چینلز، ریڈیو اور ٹائم، نیوز ویک، لائف اور ریڈرز ڈائجسٹ سمیت کئی اخبارات جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ پیٹر ہرکوس کی زندگی پر تین آپ بیتیاں (سائکک PSYCHIC دی اسٹوری آف پیٹر ہرکوس، دی سائیکک ورلڈ آف پیٹر ہرکوس THE PSYCHIC WORLD OF PETER HURKOS، پیٹر ہرکوس: آئی ہیو مینی لائیوز PETER HURKOS: I HAVE MANY LIVES) اور جنون کتابیں اور کئی فلمیں بن چکی ہیں جن میں امریکن براڈکاسٹ کمپنی کی مشہور سیریز One Step Beyond شامل ہے۔





پیٹر ہرکوس 1 جون 1988ء کو کیلیفورنیا کے شہر لاس اینجلس میں 77 سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی اسٹیفنی ہرکوس جو اس کی اسسٹنٹ کے فرائض انجام دیتی تھی، اس کا شوق "اورا" کی تصاویر لینا اور اس کے متعلق تحقیق کرنا ہے۔ اس کی بیٹی مجوریا ایک اداکارہ ہے۔

فارغ وقت میں پیٹر ہرکوس کا شوق باغبانی اور پینٹنگ بھی تھا۔ ان کی بنائی ہوئی چند مشہور پینٹنگز میں سے چند ایک آج بھی نیویارک کے ماڈرن آرٹ میوزیم، سابق صدر رونالڈ ریگن کی رہائش گاہ اور کارمل، کیلیفورنیا میں جنرل عمر این بریڈلی میوزیم کی زینت بنی ہوئی ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ کارنیلس نے نازیوں اور ان کے مقامی حلیفوں کی دشمنی مول لے لی تھی اور انہی میں سے کسی نے اسے قتل کر کے لاش دریا میں پھینک دی۔

اتفاق سے انہی دنوں میں تھیٹر میں اپنی غیب دانی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ حاضرین کو جس کسی کے متعلق کچھ معلوم کرنا ہوتا، وہ لفافے میں اس کا بند فوٹو مجھے پکڑا دیتے۔ میں یہ لفافہ کھولے بغیر مطلوبہ معلومات فراہم کر دیتا۔ اسی طرح جب ایک لفافہ مجھ تک پہنچا تو میں نے لانے والے شخص کو روک لیا اور اسے بتایا کہ اس لفافے میں موجود تصویر ایک ایسے شخص کی ہے جو ڈوب کر نہیں مرا بلکہ اسے قتل کیا گیا ہے۔

شو ختم ہونے کے بعد میں چند افراد کے ہمراہ پولیس اسٹیشن گیا۔ وہاں سے مقتول کا دائیں پاؤں کا جوتا لے کر میں نے اپنے ہاتھ سے ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ کارنیلس کے قاتلوں کا تعلق ہالینڈ کے شہر بریڈا سے ہے۔ ہم نے وہاں جا کر پولیس کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ وہ ہمارے

ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ تھے، لیکن میں خود بھی نہیں جانتا تھا کہ مجھے برجز ای پولیس سے کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہے۔ بہر حال کچھ سوچ کر میں نے پولیس سے نازیوں کے ایجنٹوں کی تصویریں طلب کر لیں۔ پولیس نے تصویریں مہیا کر دیں تو میں نے ان میں سے کار نیلس کے قتل میں ملوث دو افراد کی نشان دہی کر دی۔ اب یہ دونوں مجرم تنظیم کے شہر انٹورپ جا چکے تھے جہاں سے انہیں گرفتار کر کے گینٹ لے جایا گیا۔ مقدمے کی کارروائی سے معلوم ہوا کہ دونوں قاتل نازیوں کے ایجنٹ تھے اور جنگ کے بعد کار نیلس کی نشاندہی پر انہیں جیل بھجوا دیا گیا تھا۔ جیل سے رہا ہوتے ہی انہوں نے کار نیلس کو ٹھکانے لگا دیا۔ عدالت نے ان دونوں کو سزائے موت دی۔

✿✿✿

میں نے پہلی مرتبہ ایک بڑے مجمع کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ فرانس میں کیا۔ اس کا انتظام ہر یانز؟ نوجوانوں کی تنظیم نے فنڈ اکٹھا کرنے کے لیے کیا تھا۔ فرانسیسی اخبارات میرے کمال فن سے بہت متاثر ہوئے اور انہیں مطمئن کرنے کے لیے مجھے ایک پریس کانفرنس بھی بلانا پڑی۔

میری ان سرگرمیوں نے فرانسیسی پولیس کو بھی متوجہ کر لیا۔ ایک روز پیرس کے ایک پولیس افسر نے فون پر مجھے بتایا کہ میں نے پرمٹ کے بغیر انرجی پروگرام میں حصہ لے کر قانون کی خلاف ورزی کی ہے، لیکن فون پر گفتگو کے دوران ہی مجھے پتہ چل گیا کہ دراصل پولیس کا مقصد کچھ اور ہے۔ وہ بذات خود میرے کمالات کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اس مقصد کے لیے اسی روز شام چار بجے کا وقت مقرر ہوا۔ میں جب وہاں پہنچا تو ہال نصف سے زیادہ بھر چکا تھا۔ کارروائی کا آغاز ہونے تک مزید ساٹھ ستر افراد آکر خاموشی سے نشستوں پر براجمان ہو گئے۔ حاضرین میں جج اور پولیس کے ڈاکٹر بھی شامل تھے۔

فون پر مجھ سے بات کرنے والا پولیس افسر اپنی نشست سے اٹھا اور بولا "مسٹر ہرکوس! ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہے۔ ہم اس کے متعلق آپ کو کچھ نہیں بتائیں گے اور آپ بھی کوئی سوال نہیں کریں گے۔ ہم آپ کی غیب دانی کی صلاحیت کا اندازہ کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک چھوٹی سی میز پر رکھی ہوئی پانچ چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے میز کی طرف نظر دوڑائی تو وہاں کنگھا، قینچی، گھڑی، سگریٹ لائٹر اور بٹوا پڑے ہوئے تھے۔ میں نے باری باری ان پانچوں کو ہاتھوں سے چھوا اور کہا "ان میں سے صرف تین چیزوں کا تعلق آپ کو درپیش مسئلے سے ہے۔ مجھے سفید کوٹ میں ملبوس ایک گنجے سر والا آدمی نظر آرہا ہے۔ وہ ڈاکٹر یا انجینئر ہے۔ مجھے ریل کی پٹری اور پہاڑی بھی نظر آرہی ہے۔ پہاڑی سے نیچے جا کر چند درخت اور ایک چھوٹا سا مکان ہے۔"

پھر میں نے پنسل سے کاغذ پر ریل کی پٹری، پہاڑی اور مکان کا نقشہ بنا کر حاضرین کے سامنے رکھ دیا، لیکن کسی نے کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا۔

میں مویشیوں کا باڑہ دیکھ رہا ہوں۔ مکان اور باڑے کے وسط میں ایک لاش پڑی ہے۔ یہ ایک عورت کی لاش ہے اسے گولی مار کر ہلاک نہیں کیا گیا۔ لاش کے پاس دودھ کی بوتل پڑی ہے۔ گنجے سر والا آدمی حوالات میں بند ہے۔ قاتل وہی ہے۔"

کمرے میں مکمل سکوت طاری تھا۔ حاضرین خاموشی سے میری باتیں سن رہے تھے۔ بالآخر میں بولا "حوالات میں بند آدمی فوت ہو چکا ہے۔ بس مجھے اتنا معلوم ہو سکا ہے۔"

لمحے بھر کے لیے سب خاموش رہے اور پھر جیسے یکلخت وہ خواب سے بیدار ہو کر پورے جوش و خروش سے باتیں کرنے لگے جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ میں آزمائش

میں پورا اترا ہوں۔ ہنگامہ زدہ سا شخص فوری پولیس افسر اٹھا اور بولا "بیشتر تفصیلات درست ہیں۔ مقتولہ کو اس کے خاوند نے دودھ کی بوتل میں زہر ملا کر دیا تھا مگر یہ کہنا غلط ہے کہ ملزم مر چکا ہے۔ وہ اس وقت بحفاظت حوالات کی کوٹھری میں بند ہے۔" پانچ روز بعد اسی پولیس افسر نے مجھے فون پر بتایا کہ مجرم نے گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر لی تھی۔

اس واقعے کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک شب تقریباً ایک بجے پولیس نے فون کر کے مجھے قصر انصاف بلایا۔ میں فوراً ٹیکسی لے کر پہنچا تو وہاں انہوں نے پچاس چوروں کی تصویریں دے کر مجھ سے ان مجرموں کی شناخت کرنے کو کہا جنہوں نے کچھ ہی روز پہلے ایک لبنانی کے چھبیس لاکھ فرانک مالیت کے ہیرے ہتھیا لیے تھے۔ اس سلسلے میں پولیس نے تین مشتبہ افراد کو حراست میں لے لیا تھا لیکن ہیروں کا سراغ نہ ملا تھا۔

میں نے تمام تصویریں الٹے رخ میز پر پھیلا دیں اور ہر ایک کو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے چھونے لگا۔ پھر ان میں سے تین تصویریں علیحدہ کر کے میں بولا "تم لوگوں نے ان تین افراد کو گرفتار کیا ہے، لیکن اس چوری میں پانچ افراد ملوث ہیں.... چار مرد اور ایک عورت۔"

اس کے بعد میں نے دو اور تصویریں نکالیں اور کہا "اصل مجرم یہ دو ہیں۔ ان میں سے ایک اس وقت پیرس میں موجود ہے، لیکن ہیرے اس کے پاس نہیں۔ دوسرا مجرم بذریعہ ریل مارسیلز جا چکا ہے۔ وہ ہیرے اپنے ہمراہ لے گیا ہے اور اب بھاگنے کی فکر میں ہے۔ میں اسے مارسیلز میں ایک جنوبی امریکی ملک کے سفارت خانے میں ویزا لیتے جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔"

ہیروں کا مالک ایک لبنانی تھا جو دس سال سے پیرس میں رہائش پذیر تھا۔ تین برس سے پیرس کی ایک حسینہ بھی اس کے ساتھ رہتی تھی۔ اب لبنانی نے اپنے وطن واپس جانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اپنی گرل فرینڈ سے کہا تھا کہ ہیرے فروخت کر کے وہ دس لاکھ فرانک گزر اوقات کے لیے اسے دے گا۔

واردات کے روز لبنانی بریف کیس میں ہیرے لے کر گھر سے چلا۔ راستے میں پولیس کے دو سپاہیوں نے اسے روکا اور قصر انصاف لے گئے۔ وہاں انہوں نے اس کو ایک ذیلی کمرے میں بٹھایا اور بریف کیس اپنے افسر اعلیٰ کو دکھانے کے بہانے لے گئے، مگر جب دیر تک وہ نہ لوٹے تو لبنانی کو فکر ہوئی اور وہ انہیں ڈھونڈنے نکلا۔ سارا قصر انصاف چھان مارا مگر کہیں ہاتھ نہ آئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ دونوں پیرس پر جرمنی کے قبضے کے وقت پولیس افسر تھے، لیکن بعد میں انہیں سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ پولیس نے خود لبنانی کی گرل فرینڈ کو تفتیش میں شامل کر لیا اور اس واردات میں ملوث ہونے کے الزام میں تین اور اشخاص گرفتار کیے جن میں سے ایک بے گناہ تھا۔

میرے انکشافات کے اگلے روز ایک پولیس افسر نے مارسیلز جا کر ہیرے لے جانے والے مجرم کو تلاش کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ روز قبل ہی اس نے جنوبی امریکہ کے ایک ملک کا ویزا لیا، رات ایک قحبہ خانے میں گزاری اور ایک ماہی گیر کشتی کے ذریعے مارسیلز سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

❖❖❖

1952ء کا موسم خزاں شروع ہو چکا تھا۔ میں ان دنوں میڈرڈ کے ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ میرے وطن (ہالینڈ) میں مویشی اور مکانات پانی میں گھر گئے ہیں۔ دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ ہالینڈ کی سرزمین کو ایک خوفناک سیلاب نے آلیا۔ اسپین میں ہالینڈ کے سفارت خانے نے سیلاب زدگان کے

لیے چندہ جمع کرنے کی مہم چلائی اور اس سلسلے میں مجھ سے بھی ایک شو منعقد کرنے کی درخواست کی۔ یہ شو کامیاب بنانے کے لیے اسپین کی حکومت نے ہر ممکن تعاون کیا۔ صدر فرانکو کی بیوی خود شو دیکھنے تشریف لائیں اور حکومت نے تماشائیوں کے لیے مشروبات مفت فراہم کیے۔

اس شو کے اگلے ہی روز صدر کے سیکرٹری نے مجھے فون کیا اور جنرل فرانکو کے ذاتی معالج ڈاکٹر کارلوس کی رہائش گاہ پر چیدہ چیدہ لوگوں کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کو کہا۔ پانچ بجے شام کا وقت مقرر ہوا۔ ہم وہاں پہنچے، تو بڑے ہال میں اعلیٰ حکام اور معززین شہر تھے۔ سب سے آخر میں جنرل اور سینورا فرانکو تشریف لائے اور اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اپنے طور پر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس تقریب کا اہتمام خاتون اول سینورا فرانکو نے کیا ہے جو اپنے شوہر کو بھی زبردستی کھینچ لائی تھیں۔

اس مظاہرے کا آغاز کرتے ہوئے میں نے سینورا فرانکو سے کاغذ پر کچھ لکھنے کی درخواست کی۔ بے دیکھے بغیر ہی میں نے بتا دیا کہ اسپین کی خاتون اول نے کوئی عدد لکھا ہے۔ تھوڑے وقت کے بعد میں نے وہ عدد بھی صحیح بتا دیا۔ پھر موصوف نے ایک انگوٹھی مجھے پکڑائی جسے ہاتھ میں لے کر میں نے احتیاطاً ان کی نجی زندگی اور خیالات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا، لیکن اس دکان کا ٹیلیفون نمبر بتا دیا جہاں سے وہ انگوٹھی خریدی گئی تھی۔ یہ پانچ ہندسوں والا پیچیدہ نمبر تھا جس میں سے میرے بتائے ہوئے پانچ ہندسے بالکل صحیح نکلے۔

جنرل فرانکو اس کارروائی میں بالکل دلچسپی نہیں لے رہے تھے اور بڑی بے چینی سے اس کے ختم ہونے کے منتظر تھے، اس لیے میں نے تقریب کو مزید طول دینا مناسب نہ سمجھا اور مجلس برخواست کر دی گئی۔

اسپین میں اپنے قیام کے دوران میں ایک روز بذریعہ ریل میڈرڈ جا رہا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ سے پہلے ہٹلر بھی اس علاقے سے گزر چکا ہو۔ یہ جنگ ختم ہونے کے طویل عرصے بعد کی بات معلوم ہوتی تھی۔ میں اسے ایک پادری کے بھیس میں سفر کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت یعنی 1952ء میں وہ اسپین میں موجود نہیں تھا، لیکن وہ اسپین کے مذکورہ علاقے میں خاصا عرصہ ٹھہرنے کے بعد کہیں اور گیا تھا اور میں اسے مرا ہوا نہیں دیکھ رہا تھا۔

میں نے اپنے اس مکاشفے سے اسپین کے چند اخبار نویسوں کو آگاہ کیا، تو اگلی ہی شب دو آدمی ملنے آئے۔ ان میں سے ایک رابرٹ اسٹرز تھا اور دوسرا الیون ڈیگرے۔ یہ دونوں ہٹلر کے بہت قریب رہ چکے تھے اور جنگ کے بعد فرار ہو کر اسپین چلے آئے تھے۔

"اگر تم ہٹلر کے متعلق ایسی افواہیں اڑانے سے باز نہ آئے، تو گولی سے اڑا دیے جاؤ گے۔" اسٹرز نے دھمکی دی اور پھر وہ دونوں چلے گئے، تاہم اسپین میں میرے بقیہ قیام کے دوران میں اسٹرز مسلسل میری نگرانی کرتا رہا۔ دن ہو یا رات، میں جب بھی ہوٹل سے نکلتا، اسے اپنا منتظر پاتا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہٹلر زندہ ہے نجانے کیوں مجھے اس کی موت کا یقین نہیں آیا۔

پیرس سے واپسی کے کچھ دن بعد مجھے ہیگ میں متعین ہندوستانی سفیر کا خط ملا۔ ہندوستان میں امیر والدین کا ایک نوعمر بیٹا لاپتہ ہو گیا تھا۔ سفیر نے وہ لڑکا ڈھونڈنے میں مجھ سے مدد مانگی تھی۔ میں ابھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ میری والدہ کو بھی اسی نوعیت کا ایک خط ملا جو گمشدہ لڑکے کے والد نے لکھا تھا۔ اس خط کے ہمراہ لڑکے کے بالوں کی ایک لٹ بھی تھی۔ اب میں نے پریشان حال والدین کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا، چنانچہ میں

بیگ جاکر ہندوستانی سفیر سے ملا اور لڑکے کی گمشدگی کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کیں۔

یہ لڑکا ایک شام دریائے گنگا میں اشنان کرنے گیا تھا پھر واپس نہیں آیا۔ دریا کے کنارے اس کے کپڑے اور جوتے پڑے ملے تھے۔ میں نے جب لڑکے کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے مس کیا، تو معلوم ہوا کہ وہ ڈوبا نہیں تھا بلکہ زندہ تھا اور بمبئی میں ایک سرکس میں کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنے والدین کو خط بھی لکھے تھے، لیکن انہیں ڈاک کے حوالے نہیں کر پایا تھا۔ ہندوستانی سفیر کو ان حقائق سے آگاہ کر کے میں پیرس چلا آیا۔

تین ماہ بعد لڑکے کے والدین کا خط ملا کہ ان کا بیٹا بمبئی سے مل گیا ہے اور جیسا میں نے اس کا اتا پتہ بتایا تھا، واقعی وہ سرکس میں کام کر رہا تھا۔

❖❖❖

حادثے کے بعد دس برس تک مجھے یہی خدشہ رہا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شاید میں اپنی خداداد صلاحیت سے محروم ہو جاؤں گا، مگر اس میں کمی آنے کے بجائے بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔

1955ء میں میرا واسطہ ایک نرس کی گمشدگی کے معاملے سے پڑا۔ اس سلسلے میں پولیس ناکام ہو چکی تھی اور کیس فائل کر دیا گیا تھا۔ یہ سات برس قبل کا واقعہ تھا، لیکن اس نرس کے گاؤں کے لوگ اس واقعے کو بھول نہیں پائے تھے۔ ایک دن مجھے سویڈن کے اس چھوٹے سے گاؤں سے بیک وقت نو خط ملے جن میں یہ استدعا کی گئی تھی کہ میں اس معاملے میں دلچسپی لوں۔

قصہ یہ تھا کہ 1948ء میں ہفتے کی ایک شام نرس اپنے والد اور سوتیلی والدہ سے ملنے گاؤں گئی۔ جب وہ سوموار کو اپنی ڈیوٹی پر حاضر نہ ہوئی تو اسپتال والوں نے فون پر اس کے والد سے براہ راست دریافت کیا۔ والد نے بتایا کہ ان کی بیٹی اتوار کی شام ہی ان سے لڑ جھگڑ کر بس سے واپس چلی گئی تھی۔ تحقیقات کرنے پر پتہ چلا کہ بس ڈرائیور سمیت کسی نے بھی اس روز اسے نہیں دیکھا۔ پولیس نے تو اپنے طور پر تفتیش کر کے کیس فائل کر دیا تھا، لیکن افواہوں کا سلسلہ نہ رکا۔ نرس کا والد گاؤں میں اپنے کمینے پن اور بدخصلت کی وجہ سے بہت بدنام تھا۔ ایک پڑوسی نے تو کھلم کھلا ان پر اپنی پہلی بیوی کے قتل کا الزام بھی لگایا تھا جس پر نرس کے باپ نے ہتک عزت کا دعویٰ دائر کیا، لیکن مقدمہ ہار گیا۔ گاؤں بھر میں مشہور تھا کہ ان کی بیٹی ان کے ظلم و تشدد سے بچنے کے لیے نرس بن گئی تھی۔

سویڈن کے ایک اخبار کو جب اس معاملے سے میری دلچسپی کا علم ہوا، تو اس نے مجھے اس لڑکی کی چند تصاویر فراہم کر دیں۔ ان تصاویر کو ہاتھ میں لیتے ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ نرس کو قتل کیا گیا ہے۔ میں نے کاغذ پر اس جگہ کا نقشہ بھی بنا دیا جہاں اس کی لاش فرش کے نیچے دفن تھی۔ قاتل بلند و بالا شخص تھا اور بندر کی طرح چلتا تھا۔

اب میں نے متعلقہ گاؤں جانے کا فیصلہ کیا اور اخبار والوں کے ہمراہ پانچ سو میل کا سفر کر کے وہاں پہنچا۔ منزل مقصود سے تقریباً ایک میل ادھر ہی میں کار سے اتر کر پیدل چل دیا اور اپنی مخصوص صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے جائے واردات تلاش کرنے لگا۔ اپنی اسی دھن میں گاؤں کی گلیوں میں گزرتا ہوا میں ایک چھوٹے سے مکان تک پہنچا جس سے کچھ دور دو بستیوں کا ایک بازو بھی تھا۔ نرس کو اسی مکان میں قتل کیا گیا تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو ایک بندر نما شخص نے دروازہ کھولا جو مقتولہ کا باپ تھا۔ میں نے اس کی بیٹی کو تلاش کرنے کے سلسلے میں اپنے تعاون کی پیشکش کی تو وہ بادل نخواستہ مجھے اپنے مکان کے اندر لے گیا۔

"تمہاری بیٹی قتل کر دی گئی ہے اور میں اس کے قاتل کو تلاش کرنے آیا ہوں۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ میری بیٹی مری نہیں۔"

تب میں نے اسے بتایا کہ ہفتے کی شام باپ بیٹی کا جھگڑا کیسے ہوا اور کس طرح اس نے اپنی بیٹی کو قتل کیا تھا۔ میں نے یہ بھی بتایا کہ میں مقتول کے سر سے خون بہتے دیکھ رہا ہوں جسے قتل کرنے کے بعد اس کی لاش باڑے میں لکڑی کے تختوں کے نیچے دبا دی گئی تھی۔

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔"

"میں ذرا تمہارے باڑے کا جائزہ لے لوں۔ تو کیا حرج ہے۔ اگر تم نے قتل نہیں کیا، تو گھبرانے کی بات ہی نہیں۔"

"بھلا میں کیوں گھبرانے لگا.... تم باڑے میں توڑ پھوڑ کرنا ہی چاہتے ہو تو میری نقصان کی تلافی کے لیے ایک لاکھ کروز خیلی ادا کرو۔"

"میرے پاس اتنی رقم کہاں....؟"

"پھر میں تمہیں اپنے باڑے میں توڑ پھوڑ کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ بہتر یہی ہے کہ اب تم یہاں سے رفع ہو جاؤ اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔"

مجبوراً مجھے ناکام لوٹنا پڑا تاہم اگلے ہی روز اخبار کے مالکان نے پیشکش کی کہ اگر وہ بوڑھا پولیس کو باڑے کی تلاشی لینے کی اجازت دے دے، تو وہ ایک لاکھ کروز ادا کر دیں گے۔

اس مرتبہ گاؤں بھر کے مرد و زن ہمارے پیچھے پیچھے چلے۔ ابھی ہم اس مکان سے کچھ فاصلے ہی پر تھے کہ لوگوں کے شور و غل سے اسے صورت حال کا علم ہو گیا اور وہ رائفل ہاتھ میں لیے مکان سے باہر میرا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

"میں رقم لے آیا ہوں، اب ہم باڑے کی تلاشی لے کر ہی جائیں گے۔" یہ بات سنتے ہی وہ غصے سے بپھر گیا۔ ادھر میری چھٹی حس نے خطرے کا احساس دلایا اور میں نے ہاتھ بڑھا کر رائفل کی نالی کا رخ اوپر کر دیا۔ اسی لمحے گولی میرے سر کے اوپر سے سنسناتی ہوئی گزر گئی۔ دھکے کی وجہ سے میرا ہاتھ زور سے میری ناک پر لگا اور خون بہنے لگا۔ لوگوں نے سمجھا کہ مجھے گولی لگ گئی اور وہ مجھے دھکیلتے ہوئے ایک طرف کر لے گئے۔ قاتل اپنے مکان کے سامنے کھڑا تھے لہرا رہا تھا۔ اس کی رائفل کا رخ اب بھی میری طرف تھا۔

وہ جس مکان اور زمین کا مالک تھا، قانوناً ہمیں اس میں مداخلت کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اس کے خلاف ہمارے پاس کوئی شہادت بھی نہ تھی جو تلاشی کا وارنٹ جاری کروانے کا جواز بن سکتی۔ بہر حال میں اسے لڑکی ہی بیٹی کا قاتل سمجھتا تھا اور اس بارے میں اخبارات کو میں نے ضروری معلومات سے آگاہ کر دیا۔ مجھے توقع تھی کہ اخبارات میں اس نوعیت کی خبر چھپنے پر وہ میرے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ دائر کرے گا اور میں اس بہانے تفتیش از سر نو شروع کروا سکوں گا، لیکن قاتل نے خاموش رہنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔

❖ ❖ ❖

بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ میں کسی الجھن کو سلجھانے کی کوشش میں کسی اور پیچیدہ مسئلے کی تہ تک پہنچ گیا۔ انتہائی پیچیدہ اور الجھے ہوئے جرائم کے بارے میں انکشافات سے میری شہرت دور دور تک پھیل گئی جس سے متاثر ہو کر صنعت کار بھی میری خدمات سے استفادہ کرنے لگے۔

اس سلسلے میں میرا واسطہ سب سے پہلے ایک شیشہ ساز فیکٹری کے مالکوں سے پڑا۔ اس کارخانے کی بھٹیوں کو نامعلوم کارکن سبوتاژ کر رہا تھا۔ ایک بھٹی میں



شیشہ پگھلاتے وقت کوئی ایسا کیمیکل پھینک دیا جاتا جس سے اس میں تیار ہونے والے شیشے کا رنگ سبزی مائل ہو جاتا اور یہ نہ صرف کاروبار میں نقصان کا سبب بن رہا تھا بلکہ متاثرہ بھٹی بھی کسی کام کی نہ رہی تھی۔ میں نے کارخانے میں جا کر متعلقہ جگہ کا جائزہ لیا اور ایک رات کا کچھ حصہ بھی وہاں گزارا۔ نتیجتاً میں مجرم کا پتہ چلانے میں کامیاب ہو گیا اور کارخانے کے مالکان کو یہ بھی بتا دیا کہ وہ فی الحال مزید کارروائی نہیں کرے گا، لیکن دو ماہ بعد ایک اور بھٹی کو سبوتاژ کرے گا۔ اس لیے سخت نگرانی کی ضرورت ہے۔

فیکٹری کے مالکوں نے میری بات مان لی اور ٹھیک دو ماہ بعد مجرم کو رنگے ہاتھوں پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔

❖ ❖ ❖

اب مجھے ہر مہینے تقریباً گیارہ، بارہ سو خطوط مل رہے تھے۔ کسی میں مجھ سے اپنے کسی معاملے کو سلجھانے کے لیے مدد کی درخواست ہوتی تو کوئی مخفی خزانہ تلاش کرنے کے لیے میری مدد کا خواہاں ہوتا، یا پھر غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث افراد کی طرف سے ان کے کاروبار میں شامل ہونے کی پیشکشیں ہوتیں۔

انہی دنوں مجھے ایک خط امریکہ کی ریاست مین کے شہر گلینکو سے ملا۔ یہ راؤنڈ ٹیبل فاؤنڈیشن کے ڈاکٹر پہارج نے لکھا تھا۔ وہ انسانی دماغ کی نفسیاتی صلاحیتوں پر تحقیق کر رہا تھا اور اس کام کے لیے جدید ترین سہولتیں اسے حاصل تھیں۔ اس نے مجھے چند ماہ اپنے ساتھ گزارنے کے لیے بلایا تھا۔ مجھے خود اس کام سے دلچسپی تھی، چنانچہ بلا تاخیر امریکہ روانہ ہو گیا۔

فاؤنڈیشن کی لیبارٹری اٹھارہ کمروں پر مشتمل ایک وسیع عمارت میں واقع تھی۔ اس عمارت کا نقشہ ہو بہو ویسا ہی تھا جیسا ڈاکٹر پہارج کے خط پر ہاتھ رکھتے ہی میری نگاہوں کے سامنے آیا تھا اور جسے میں نے ایک کاغذ پر بنا بھی لیا تھا، تاہم لیبارٹری کا ابتدائی جائزہ لینے کے بعد مجھ پر ایک خوف سا طاری ہو گیا۔ ہر طرف کیمیکل، برقی تاریں اور دماغی لہریں ماپنے کے آلات نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف کونے میں مکعب شکل کا ایک بڑا سا بکس رکھا تھا۔ اس بکس کو ڈاکٹر پہارج نے "فیراڈے کا پنجرہ" نام دے رکھا تھا۔ اس کی بیرونی سطح پر تانبے کی ایک باریک جالی

بہت نفاست سے لگی ہوئی تھی جس میں سے دو لاکھ پچاس ہزار وولٹ کی برقی رو گزر سکتی تھی۔ اس بکس کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ اس کے اندر موجود انسان کو بجلی کا جھٹکا نہیں لگتا تھا۔ اس پنجرے کے ذریعے زیر تجربہ انسان کا بیرونی دنیا سے ہر قسم کا رابطہ منقطع کر کے اس کی چھٹی حس اور غیر معمولی نفسیاتی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا جاتا تھا۔

تجربات کا آغاز دماغی لہریں ماپنے والی مشین سے کیا گیا۔ ہمارے ساتھ میری ٹام کا ایک اور شخص بھی اس کام میں شریک رہا۔ ڈاکٹر پہارج یا میری کمرے میں ایک طرف میز لگا کر بیٹھ جاتے۔ اس میز پر پلاسٹک کے کچھ ڈبے پڑے ہوتے۔ میں ان سے کچھ فاصلے پر ایسی ہی ایک اور میز پر اس طرح بیٹھ جاتا کہ پہلی میز پر رکھے ہوئے ڈبے مجھے نظر نہ آتے۔ خود میری میز پر بھی ایسے ہی ڈبوں کا ایک سیٹ پڑا ہوتا۔ پھر مجھے ان ڈبوں کو شناخت کرنے کو کہا جاتا جن کو ان دونوں میں سے کوئی ایک ادھر ادھر ہلاتا یا اپنے دل ہی میں کسی ڈبے کے متعلق سوچتا۔ بعض اوقات میں دس میں سے آٹھ ڈبے شناخت کر لیتا اور کبھی دس میں سے صرف چار۔ مائع نمونوں کو بھی ہم نے آزمایا۔ پانچ ٹیسٹ ٹیوبوں میں پانی، مرغ، انسان اور کتے کا خون اور سرخ رنگ کا محلول بھر کر رکھ دیے گئے اور میں نے یہ نمونے ستر فیصد تک صحیح شناخت کر لیے۔ ایسے ہی تجربات ہم نے گتے کے کارڈوں پر کیے۔ ان پر مختلف اشکال بنی ہوتیں یا کوئی عدد درج ہوتا۔ پہلے روز میں ان میں سے کوئی بھی شناخت نہ کر سکا۔ اگلے روز میرے نصف کارڈ درست نکلے۔ تیسرے دن پچاس میں سے انتالیس اور چوتھے دن ستائیس کارڈ صحیح شناخت کیے گئے۔ پانچویں روز نتیجہ پھر صفر نکلا۔

ان تجربات سے ڈاکٹر پہارج نے یہ ثابت کر دکھایا کہ میرا ان چیزوں کی صحیح شناخت کر لینا کوئی اتفاقی بات نہ تھی ایک خاص بات یہ ہوئی کہ جب ایک مخصوص قسم کی روشنی کی شعاعوں کا رخ میری آنکھوں کی طرف کیا جاتا، تو میری غیب دانی کی صلاحیت میں اضافہ ہو جاتا۔ چونکہ مجھے یہ صلاحیت سر میں چوٹ آنے کے بعد ہی عطا ہوئی تھی، اس لیے ڈاکٹر پہارج اتفاق چوٹ اور غیب دانی کی صلاحیت میں تعلق کی نوعیت معلوم کرنے کا خواہاں تھا، لیکن وہ اس مقصد میں ناکام رہا اور میں ہالینڈ لوٹ آیا۔

چند ماہ بعد ڈاکٹر پہارج نے مزید چھ ماہ کے تجربات میں حصہ لینے کے لیے بلا بھیجا اور میں بلا تاخیر اس کے پاس پہنچ گیا۔ تجربات کی نوعیت کم و بیش حسب سابق ہی تھی، تاہم اس مرتبہ ڈاکٹر پہارج مجھے ساتھ لے جا کر سائنسدانوں اور ماہرین نفسیات کے سامنے میری غیب دانی کے مظاہرے کرواتا رہا۔ ایسے ہی ایک اجلاس میں چیئرمین نے مجھے ایک بازوبند دے کر اس کے بارے میں پوچھا۔ میں نے فوراً بتا دیا کہ وہ بازوبند ایک حبشی عورت کی ملکیت رہا تھا جو نارتھ کیرولینا کے کھیتوں میں کپاس چنا کرتی تھی اور اسے 1760ء یا 1770ء کے لگ بھگ اوورسیئر نے مار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ چیئرمین نے میری مہیا کردہ معلومات کو درست تسلیم کیا اور صرف اتنی تصحیح کی کہ اس کی موت 1800ء میں واقع ہوئی تھی۔

پھر اس نے میرے ہاتھ میں دھات کا بھدا سا ٹکڑا تھما دیا۔ اس ٹکڑے سے مجھے کسی کی شخصیت کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا، لیکن جو کچھ مجھے محسوس ہوا، اس کا اظہار میں نے اس طرح کیا "میں گرد و غبار کے بادل دیکھ رہا ہوں۔ دھماکہ بھی ہوا ہے۔ کسی شخص یا عمارت کو اس دھماکے سے نقصان نہیں پہنچا۔ صرف دھماکہ اور اس کے فوراً بعد اٹھنے والے عجیب و غریب بادل دکھائی دے رہے ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ایٹم بم کا دھماکہ ہوا ہے۔"
بعد میں چیئرمین نے بتایا کہ دھات کا ٹکڑا ریاست نیواڈا

کے اس علاقے سے حاصل کیا گیا تھا جہاں ایٹمی تجربات کیے جا رہے تھے۔

❖❖❖

لمحے بھر کے لیے کسی چیز کو چھونے سے مجھے ساری معلومات حاصل ہو جاتیں اور سارے مناظر میری نگاہوں کے سامنے پھر جاتے، بس ان کو سمجھنے اور بیان کرنے کے لیے وقت درکار ہوتا۔

میں نے امریکی شہریت حاصل کرلی اور میامی میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ رہنے لگا۔ انہیں دنوں میامی ریڈیو کی مشہور شخصیت ایلن کورٹنی نے اپنے ایک پروگرام میں مجھے بلایا۔ اس پروگرام میں میں نے آٹھ سامعین سے صرف ٹیلیفون پر بات کر کے ان کے بارے میں درست انکشافات کیے۔

ایک روز میامی پولیس کے ٹام لائپ نے مجھے فون کیا "پیٹر! گزشتہ رات ایک ٹیکسی ڈرائیور سر میں گولی لگنے سے ہلاک ہو گیا ہے۔ ہمیں اس واردات کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ تم ہی کچھ مدد کرو۔"

"مجھے ٹیکسی ڈرائیور کی تصویر چاہیے۔" میں نے کہا اور وہ اسی وقت کیس کی فائل لے کر آ گیا۔ اس میں مقتول کی تصویر بھی تھی۔ فائل پر ہاتھ رکھ کر میں نے خواب کی سی کیفیت میں بولنا شروع کیا۔

"میں اسے ہوا جاتے اور واپس آتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ قاتل بھی نظر آ رہا ہے۔ وہ ڈیٹرائٹ شہر کا رہنے والا ہے۔ اس کا قد چھ فٹ اور جسم دبلا ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ ایک قتل کر چکا ہے۔ یہ شخص میامی میں گرفتار نہیں ہوگا، بلکہ کسی اور جگہ بینک ڈکیتی میں پکڑا جائے گا۔ اس کے دو نام ہیں، لیکن عام طور پر اسمتی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"

"لیکن میری معلومات کے مطابق تو صرف ایک قتل ہوا ہے۔" ٹام لائپ بولا۔

"نہیں۔ اس سے پہلے وہ ایک اور شخص کو قتل کر چکا ہے، لیکن میامی میں نہیں، کی وبسٹ میں۔ وہاں وہ ایک ریٹائرڈ کرنل کے گھر میں چوری کی نیت سے داخل ہوا ہی تھا کہ مالک مکان سامنے آ گیا اور نقب زن نے اسے گولی مار دی۔ اسی پستول سے اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو ختم کیا ہے۔"

ٹام لائپ نے کی وبسٹ کی پولیس سے رابطہ قائم کیا، تو میری فراہم کردہ معلومات درست ثابت ہوئیں۔

بعد میں وہی قاتل ڈیٹرائٹ کے ایک بینک سے ملحقہ ریسٹورنٹ میں ڈاکہ ڈالتے ہوئے پکڑا گیا۔

جرائم کی تفتیش کے سلسلے میں میری غیب دانی کا ایک واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

جنوری 1959ء میں ریاست ورجینیا میں مسٹر اور مسز جیکسن مع اپنی دو بچیوں کے لاپتہ ہو گئے۔ انہیں آخری مرتبہ گیارہ جنوری کو دیکھا گیا تھا۔ اگلے روز ان کی کار ان کے گھر سے آٹھ میل دور راستے کی ایک جانب کھڑی ملی۔ گاڑی میں مسز جیکسن کا پرس اور بچیوں کی گڑیاں پڑی تھیں۔ پولیس نے تفتیش شروع کی، لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی۔

چار مارچ 1959ء کو جیکسن اور ڈیڑھ سالہ بچی جینٹ کی لاشیں جھاڑیوں کے ایک ڈھیر سے ملیں۔ جیکسن کو گولی مارنے کے بعد کسی وزنی ہتھیار سے سر اور گردن پر شدید ضربات لگائی گئی تھیں۔ اس کے اٹھارہ روز بعد قریبی ریاست میری لینڈ کے جنگل سے دو لڑکوں کو کھدائی کے دوران مسز جیکسن اور دوسری بچی کی لاشیں بھی مل گئیں۔ لاشیں ملنے کی دونوں جگہوں کا درمیانی فاصلہ ستر میل تھا۔ چونکہ واردات کا تعلق دو ریاستوں سے ثابت ہو گیا تھا اس لیے تفتیش وفاقی تحقیقاتی ادارے کے سپرد کر دی گئی۔ سال بھر میں وفاقی اور ریاستی حکام

نے تقریباً چندرہ سولہ مشتبہ افراد سے پوچھ گچھ کی، لیکن مجرم کا پتہ نہ چل سکا۔ تب واشنگٹن کے اسپتال کے ماہر نفسیات نے میری خدمات سے استفادہ کرنے کی ٹھان لی اور میری فیس اور اخراجات اپنی جیب سے ادا کرنے کی ہامی بھر لی۔

جون 1960ء سے میں نے ڈاکٹر ریز نمیین کی رفاقت میں کار ملنے کی جگہ، لاشیں ملنے کی دونوں جگہوں اور مقتولین کے گھر کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ قاتل پاگل تھا، اس نے مسز جیکسن کی کار صرف انہیں لوٹنے کے لیے روکی تھی، لیکن جب چھوٹی بچی نے رونا شروع کر دیا، تو وہ ان چاروں کو زبردستی اپنی کار میں بٹھا کر لے گیا۔ راستے میں جیکسن اس سے بحث میں الجھ گیا جبکہ بچی ابھی تک روئے جا رہی تھی، اس لیے قاتل نے پہلے ان دونوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد وہ کئی گھنٹے تک مسز جیکسن اور دوسری بچی کو لیے پھرتا رہا اور پھر انہیں بھی قتل کر کے لاشیں چھپا دیں۔ میں نے پولیس کو قاتل کی نشانیوں سے بھی آگاہ کر دیا۔ اسے گرفتار کر کے دماغی امراض کے اسپتال میں بھیج دیا گیا۔ بعد میں عدالت نے اسے سزائے موت دی۔

میرے دوستوں نے اکثر مجھ سے دریافت کیا ہے کہ میں اپنی غیب دانی اور دوسروں کے خیالات پڑھنے کے باوجود لاٹری یا ریس وغیرہ میں شرط لگا کر رقم کیوں نہیں کماتا۔ میں خود بھی محسوس کرتا ہوں کہ اس طرح بڑی دولت کما سکتا تھا، لیکن مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ خدا نے مجھے یہ صلاحیت اچھے کاموں کے لیے عطا کی ہے، صرف دولت کمانے کے لیے نہیں۔

میرے دوست احباب کو یہ معلوم کرنے کا بھی بہت اشتیاق رہا ہے کہ میں یہ سب کچھ کیسے کر پاتا ہوں اور ان لمحات میں میرے دل و دماغ کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ کاش! میں اپنی غیب دانی اور نفسیاتی صلاحیت کا اظہار آسان اور قابل فہم زبان میں کر سکتا تا کہ دوسرے لوگ بھی میری طرح اپنی ان صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکیں۔ مجھے صرف اس قدر معلوم ہے کہ ان لمحات میں میں دنیا اور اپنے گرد و پیش کو صرف اس شخص کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں جسے میں وقتی طور پر اپنے ذہن پر طاری کر لیتا ہوں اور یہ لمحات دو ہوتے ہیں جب میرا اپنی ذاتی زندگی اور خیالات سے رابطہ بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔ میں نے مجرموں، مظلوموں، قاتلوں اور مقتولوں کی نگاہوں سے ایسے دردناک مناظر کا مشاہدہ کیا ہے کہ روح کانپ اٹھتی ہے۔

میں اپنی اس صلاحیت کو حسب خواہش بروئے کار لانے پر ابھی پوری طرح قادر نہیں۔ ہاں، جب میں بالکل خالی الذہن ہوتا ہوں تو یہ کیفیت خود بخود طاری ہو جاتی ہے، البتہ میں انتظار ضرور نہیں کرتا۔ یہ صلاحیت کسی نہ کسی حد تک ہر انسان میں موجود ہوتی ہے اور جوں جوں وہ اسے بروئے کار لاتا ہے، مثلاً زندگی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

❖ ❖ ❖

1988ء میں پیٹر ہرکوس کی موت کے بعد بھی سائنس ان کی صلاحیتوں کو سمجھنے سے قاصر رہے، بعض سائنسدان پیٹر ہرکوس کی صلاحیت کو چھٹی حس یا ماورائے حواس ادراک (ESP) قرار دیتے ہیں۔ یعنی وہ حس جو حواس خمسہ سے ماورا ہوتی ہے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ چھٹی حس ایک روحانی طاقت ہوتی ہے یہ قدرت کا ایک ایسا عطیہ ہے جو ہر شخص کے پاس ہوتا ہے لیکن ہر شخص اس طاقت سے باخبر نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں میں یہ اس وقت جاگتی ہے کہ جب اس شخص کا واسطہ کسی ایسی صورتحال سے پڑنے لگتا ہے جو اس کے ساتھ رونما نہیں ہوئی ہوتی۔

اروڑ کا مست

ایک مست کا قصہ جو ہوش مندوں کو سرنگوں ہونے پر مجبور کر دیتا تھا۔

امر جلیل
ترجمہ: سراج چنّہ

میں اللہ بخش مست کی زیارت کرنے اروڑ آیا تھا۔

قدیم مسجد کے پاس گھوڑے سے اترا۔ روہڑی سے اروڑ تک بغیر رکے سفر کیا تھا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا، لیکن کپتان کو ہوا میں اڑاتا آیا تھا۔ گھوڑا ہانپ رہا تھا، اس کے کھر پسینے اور مٹی میں اٹ گئے تھے۔ اسے ببول کے درخت کے ساتھ باندھ کر شاباش دی۔ وہ میرا پرانا ساتھی ہے، اسے بے حد چاہتا ہوں۔ ہر مصیبت اور مشکل میں وفادار رہا ہے۔ میں اسے "کپتان" کہتا ہوں۔

میرا پیروں اور فقیروں پر اعتقاد نہیں۔ میں رہزن ہوں، خونی ہوں۔ مجھے اپنے یونانی خنجر اور رائفل پر اعتبار ہے، اپنی قوت پر میرا اعتقاد ہے۔ جسے چاہوں، جب چاہوں، قتل کر دیتا ہوں۔ جاں بخشی صرف ان کی کرتا ہوں جو قرآن اٹھا کر امان مانگتے ہیں۔ اصول کو صرف اونا ہوں، اس قدر کہ جسم کے کپڑے بھی اتروا لیتا ہوں، لیکن میرا جگری یار عارب ماچھی قرآن کو بھی نہیں مانتا، کسی وقت حاجت کرتے دیکھ کر ایک پل ضائع کیے بغیر ختم کر دیتا ہے، لیکن ایک رات عارب ماچھی گم ہو گیا۔ اللہ بخش مست کے معجزات کے قصے سن کر، فیصلہ کر کے آیا تھا کہ اگر مست سے عارب ماچھی کا پتا نہ چلا تو رائفل کی ساری گولیاں مست کے سینے میں اتار دوں گا۔

منہ پر بندھا ہوا کپڑا کھول کر پسینہ صاف کیا، ادھر ادھر دیکھا، کوئی بھی انسان دور دور تک دکھائی نہ دیا۔ رائفل کو مضبوطی سے تھام کر، ٹوٹی دیواروں، تباہ شدہ بنیادوں پر ادھر ادھر بکھری ہوئی لال اینٹوں پر قدم رکھتا ہوا، اروڑ کے کھنڈروں میں جا پہنچا۔ پیچھے قدیم قبرستان کی قبریں تھیں اور سامنے پہاڑوں کی خوف ناک



ڈھلانیں۔ اچانک، خاموشی میں، اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنی۔ کچھ پتھر پہاڑ کی ڈھلانوں سے گرتے، قلابازیاں کھاتے نیچے جا گرے۔ کمر کے ساتھ بندھے ہوئے خنجر کے دستے پر ہاتھ رکھ کر، بجلی کی سی تیزی سے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہا،

"کون ہو.....؟"

وہ پیچھے ہٹ گیا۔ دبلا پتلا کمزور سا آدمی تھا۔ کالی چادر اوڑھ رکھی سے چہرا نہ چھپا ہونے کی وجہ سے اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"تم کون ہو.....؟"

"مسافر ہوں۔"

"خوش آمدید بھائی!" اس نے اپنا کمزور ہاتھ بڑھایا۔ میں نے ہاتھ ملایا اور اسے بتایا کہ "میں اللہ بخش کی زیارت کرنے آیا ہوں۔"

"خوش آمدید بھائی! دور سے آ رہے ہو، کہاں جاؤ گے.....؟"

"میں تو وسائیں کو سلام کرنے جا رہا ہوں، ساتھ ہی چلتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ چلتے چلتے میں نے اس سے پوچھا۔ "اصل اروڑ کے ہو کیا.....؟"

"ہاں، میں پلا بڑھا بھی یہیں ہوں۔" اس کے پاؤں کھنڈروں میں جم جم کر پڑ رہے تھے اور قدم بھی وہ بڑے بڑے اٹھا رہا تھا۔ ایک قدم مجھ سے آگے چل رہا تھا۔

چلتے چلتے اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو.....؟"

"جی!" میں گھبرا گیا۔

اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں، تم کون ہو.....؟"

"میں گھبرا رہا ہوں۔" میں نے جھوٹ بولا۔

"تمہاری آنکھوں پر بھائی جی! آیئے۔"

وہ بڑے بڑے قدم اٹھاتا آگے بڑھتا رہا۔ اس نے پوچھا۔ "پہلی مرتبہ آئے ہو.....؟"

"ہاں۔"

"مجاہد والی مسجد کے پاس تمہارا ہی گھوڑا بندھا ہے.....؟"

"مجاہد! کون سا مجاہد.....؟"

"محمد بن قاسم۔"

"ہاں، میرا گھوڑا ہے۔"

نرم لال اینٹوں پر پیر رکھتے ہوئے، قلعے کے کھنڈروں سے ہوتے ہوئے، ایک عالم مسجد کے قریب پہنچے تو اس نے بتایا۔ "یہ مسجد بھی مجاہد کی تعمیر کردہ ہے۔"

"اللہ کی رحمت ہے۔"

"اور اس بانی مسجد پر.....؟" میرے سوال پر مڑتے اس نے میری طرف دیکھا اور کڑک آواز میں پوچھا۔ "تو مسلمان ہے.....؟"

"پکا۔" میں نے کہا۔

مسجد کے پیچھے پہاڑی پر اترتے وقت اس نے کہا۔

"اس زمین سے مجاہد نے کفر کا خاتمہ کیا۔"

میں چلتے چلتے رک گیا، چاروں طرف نظر گھما کر دیکھا تو ہر طرف کھنڈر ہی کھنڈر نظر آئے، ویرانی تھی۔ میں نے کہا۔ "اس زمین پر باقی کچھ بھی نہیں بچا۔"

اسے میری بات اچھی نہ لگی، وہ باقی پچھر اوڑھتا ہوا اتر گیا۔ پہاڑ کے نیچے اتر کر اس نے اپنی شلوار جھاڑ کر میری طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ

تھی، جیسے وہ میرے محتاط انداز سے اترنے پر ہنس رہا ہو۔ میں بھی بالآخر پہاڑ سے اتر گیا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ اس نے اپنی پتلی کمر پر ہاتھ رکھے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر کہا، ''اس میدان میں سلاجی کے بیٹے چچ نے دھوکے سے بادشاہ مہیرت کو قتل کر دیا تھا۔''

میں چچ اور مہیرت کے ناموں سے متاثر نہ ہوا، دونوں میرے لیے اجنبی تھے، لیکن میں نے دونوں کے درمیان دھوکے کی دیوار دیکھ لی تھی۔

صدیوں سے چلتی ہوائیں بھی فریب کو چھپا نہ سکی تھیں۔

میں خنجر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، ''یہ زمین دھوکے اور فریب کو جنم دیتی رہی ہے کیا....؟''

قمیص کے نیچے کمر کے ساتھ بندھے ہوئے خنجر کو وہ دیکھ سکا، لیکن میرے جملے کی چبھن اس نے محسوس کر لی۔

اس کی آنکھوں میں نفرت ابھر آئی۔ مجھ سے کمزور اور روز تانہ ہوتا تو ضرور مجھے طمانچہ رسید کر دیتا۔

''گالیاں برداشت کرو گے۔'' اس نے اچانک عجیب سا سوال کیا۔

''ہاں، اپنی مراد پانے کے لیے مست کی گالیاں برداشت کرلوں گا۔''

میں اللہ بخش مست کے بارے میں بہت کچھ سن کے آیا تھا۔ میں نے سنا تھا وہ عرض داروں کو فحش اور ننگی گالیاں دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ان پر گند کچرا بھی پھینکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے اس کی کرامتوں کے قصے بھی سنے تھے۔ وہ جوان عورتوں کے جن نکالتا تھا، بے اولاد، اولاد اور نامراد، مراد پاتے تھے۔ اس کے فیض سے بچھڑے ہوؤں نے وصال اور پیاسوں نے پانی پایا تھا۔

مجھے اپنے بچھڑے دوست کی تلاش تھی۔ عارب ماچھی میرا جگری یار تھا۔ مذاق ہی مذاق میں میں اسے کھو بیٹھا۔ ایک رات میں نے اسے جنگ میں جمال گوٹا ملا کر پلا دیا تھا، اسی رات وہ اپنی قمیص کا گریبان چاک کر کے اندھیرے میں گم ہو گیا تھا۔ میں نے سندھ کا کونا کونا چھان مارا، لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ جب میں ہر طرف سے مایوس ہو چکا تو ایک نیک بندے سے اللہ بخش مست کے معجزات کے قصے سنے، میں بھی اپنے من کی مراد پانے اروڑ آ گیا تھا۔

''اروڑ مدرسہ عارفی کی وجہ سے مشہور ہے، طلبہ یہاں مفت مذہبی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔'' اس اجنبی نے کھنڈروں سے گزرتے وقت بتایا۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

''اس پہاڑ کے پیچھے درگاہ عارفی ہے اور اس درگاہ کے سامنے مائی کالکاں کا غار اور مندر ہے۔''

میں نے کوئی دلچسپی نہ لی، میری سوچ کا مرکز تو اللہ بخش مست تھا۔

اس نے کہا، ''کالکاں کی مورتی اور مندر کے بت مدرسہ عارفی کے طلبہ نے توڑ دیے ہیں۔''

میں اجنبی کی باتوں میں دلچسپی نہیں لے رہا تھا، کیونکہ میں اللہ بخش مست کے متعلق سوچ رہا تھا۔

اس نے ٹوپی اتار کے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

میں نے پوچھا، ''تم کون ہو....؟''

''عارفی۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیا کام کرتے ہو....؟''

''اروڑ میں سندھی ماسٹر ہوں۔''

"تو عالم ہو!"

اس کی چھوٹی آنکھوں میں چمک ابھر آئی، خوش ہوتے ہوئے بولا۔ "کیسی باتیں کرتے ہو بھائی! اس زمانے میں عالم کی قدر کہاں ہے۔"

"سچ کہتے ہو جناب۔" میں نے کہا۔

سفید مینار کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "شاہ شکر گنج کا مینار دیکھ رہے ہو....؟"

"ہاں۔"

"اور زمین کا یہ حصہ بھی شاہ شکر گنج کا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "اللہ بخش مست کی درگاہ ابھی دور ہے کیا....؟"

"کیوں....؟ تھک گئے ہو....؟"

"نہیں۔"

"سامنے فصیل دیکھ رہے ہو، اس کے پیچھے اللہ بخش مست کی درگاہ ہے۔" اس نے بتایا کہ فصیل پر چڑھ کر راجا داہر کے سپاہی پہرا دیتے تھے۔

ہم جہاں سے گزر رہے تھے، وہ زمین پتھریلی تھی۔ کسی وقت میں پانی کے مسلسل بہاؤ کی وجہ سے پتھر چکنے ہو گئے تھے۔ قریب ہی اناروں کے درخت تھے۔ یقین کرنے کے لیے میں نے پوچھا۔ "یہ انار کے درخت ہیں نا....؟"

"ہاں، یہ انار کے درخت ہیں۔" اور اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "سامنے دودھ کا کنواں ہے۔"

"دودھ کا کنواں!"

"ہاں، آؤ دکھاؤں" ہم کنویں کے پاس آکر کھڑے ہو گئے، وہ سوکھا ہوا تھا اور اس میں پتھر پڑے تھے۔

اس نے کہا۔ "یہ دودھ کا کنواں اور انار کے درخت شاہ شکر گنج کے ہیں۔"

"اس میں تو پتھر پڑے ہیں جناب!"

"ہاں، لیکن پرانے زمانے میں، اس کنویں میں دودھ اور ان درختوں میں انار ہوتے تھے۔" ہم کنویں سے ہٹے، اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "شاہ کی وفات کے بعد اس کے لالچی زائرین نے دودھ اور انار بیچنے شروع کر دیے۔ ایک دن کنواں سوکھ گیا اور درختوں نے پھل دینے چھوڑ دیے۔ اب درختوں میں پھول ہوتے ہیں، لیکن انار نہیں۔"

درخت لال پھولوں سے لدا ہوا تھا۔ میں نے مینار کی طرف دیکھا۔ وہ بولتا رہا۔ شاہ شکر گنج کے مقبرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "مقبرے کے پیچھے سفید پتھر کے چکنے میدان ہیں، چودھویں کی رات وہاں زبردست جوا کھیلا جاتا ہے۔ سکھر، روہڑی، شکار پور اور جیکب آباد کے بڑے بڑے سیٹھ، زمیندار اور افسر جوا کھیلنے آتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اس چودھویں کو میں اپنے دوستوں کے ساتھ آؤں گا اور جواریوں کی ساری دولت لوٹ کر لے جاؤں گا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو بھائی! یہاں بڑے بڑے جواری آتے ہیں۔ لاکھوں کا جوا کھیلا جاتا ہے۔ ہم غریبوں کے بس کی بات نہیں ہے۔"

میں نے رائفل بائیں کندھے سے اتار کر دائیں میں مضبوط کرتے ہوئے کہا۔ "جس رات میں آؤں گا، اس رات یہاں کے سب جواری اپنی جھولیاں میرے سامنے خالی کر دیں گے۔" دبلے پتلے جانثر کو میری بات پر ہنسی آ گئی۔ میں نے پوچھا۔ "پولیس بھی آتی ہے....؟"

"ہاں، ایک دو تھانیدار اور چند سپاہی آتے ہیں، لیکن کسی سے کچھ نہیں کہتے۔"

"جس رات میں آؤں گا، اس رات سندھیوں اور عربوں کی روحیں چیخ اٹھیں گی۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو! اروڑ کرامتوں کا شہر ہے۔"

"شہر یا کھنڈر....؟"

اسے غصہ آ گیا۔ "کرامتوں پر اعتبار نہیں ہے تو پھر مست کی زیارت پر کیوں آئے ہو....؟" اس نے غصے بھرے لہجے میں کہا۔

میں نے کہا، "میں سندھی ہوں، سندھیوں کا بچہ بچہ پیروں، فقیروں اور مرشدوں کے آگے گردن جھکاتا ہے۔"

ہم فصیل کے قریب آ گئے، فصیل کے پیچھے اللہ بخش مست کی درگاہ تھی۔ درگاہ کے سامنے ایک تنگ راستہ تھا، جہاں پر لوگوں کا بہت بڑا ہجوم کھڑا تھا۔ میں غلط راستے سے آیا تھا، اس کے ساتھ ساتھ پختہ راستہ بھی تھا، جو گھومتا جاتا تھا۔

ماسٹر نے مجھ سے کہا، "یہاں کسی کی نہیں چلتی، جو طاقتور ہو، وہی آگے بڑھے۔"

ماسٹر مجھ سے ہاتھ ملا کے لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا۔ ہجوم میں مرد کم اور عورتیں لاتعداد تھیں۔ گاؤں کی معصوم، بھولی بھالی، شہر کی گوری عورتیں بھی تھیں۔ چالاک، چست اور ہوشیار۔

میں ہجوم کو چیرتا، دھکے کھاتا بالآخر مست کی کوٹھی کے قریب جا پہنچا۔ اس وقت وہ کوٹھی میں کسی عورت کا جن نکال رہا تھا۔ اندر سے ہنسی کی آواز آ رہی تھی۔ وہاں موجود لوگ کہہ رہے تھے "عورت کا جن سائیں سے جھگڑا کر رہا ہے۔"

کوٹھی کا دروازہ کھلا، ایک دوشیزہ بال درست کرتی باہر نکلی۔ کچھ دیر بعد اللہ بخش مست باہر آ گیا۔ ایک جانگیے کے سوا اس کے جسم پر کچھ نہیں تھا۔ مٹی سے اٹا بدن، گھنی داڑھی اور آنکھیں لال تھیں۔ باہر آ کر بیٹھ گیا۔ میں آگے بڑھ کر اس کے سامنے جا بیٹھا۔ اس نے ابتداء ہی میں تین چار گالیاں دے دیں، میں نے برداشت کیا۔

اللہ بخش مست نے گھور کے میری آنکھوں میں دیکھا، کچھ دیر تک دیکھتا رہا، آنکھیں گویا لال لہو۔ اس نے ہاتھ بڑھا کے جھٹکے سے میری چادر اتار دی، میں اب بھی خاموش رہا۔ منہ پر بندھے ہوئے کپڑے کی طرف اس نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے کہا، "مست بابا، میری عزت رکھنا۔"

اس نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا، اٹھ کھڑا ہوا اور کہا، "اندر آ!" میں اس کے ساتھ اندر چلا گیا۔ دروازہ بند کر کے وہ میرے سامنے کھڑا ہو گیا، بولا، "کیوں آیا ہے....؟"

"اپنے دوست کی تلاش میں آیا ہوں۔" میں نے ادب سے کہا، "میں نے سندھ کا چپہ چپہ چھان مارا ہے، لیکن کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔"

اس نے لال آنکھوں سے گھور کر میری طرف دیکھا۔ آنکھیں آنکھوں سے ملاتے ہوئے بولا، "تو عبدالرحمان ڈاکو ہے نا۔"

میں خوف سے ایک قدم پیچھے ہٹ گیا.... اس کی کرامت کا معجزہ دیکھ کر اعتقاد سے میرا دل بھر آیا۔

اس نے کہا، "اور تو اپنے دوست غارب ماچھی کی

تلاش میں ہے۔" اللہ بخش مست کے متعلق جو کچھ سنا تھا، وہ آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پورا سندھ پیروں فقیروں سے بھرا ہوا ہے، لیکن سائیں اللہ بخش جیسا ڈھونڈے بھی نہ ملتا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا، اس کا ایک ایک لفظ درست تھا۔

"تو سکھر والی پرانی درگاہ کے گدی نشین میاں سکل پیٹھارے دار کا ذکی ہے۔"

"بس سائیں، بس!" میں اس کے پیروں میں بیٹھ گیا، میں نے کہا۔ "اب بتا جاؤ کہ عارب ماچھی کہاں ہے....؟"

سائیں اللہ بخش نے مجھے کندھے سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ مجھے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھنے کے بعد وہ میرے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا اور اچانک زوردار آواز میں بولا۔ "عارب ماچھی مر گیا ہے، تو بھی سورج غروب ہونے سے پہلے اروڑ سے نکل جا۔"

اس نے کوٹھی کا دروازہ کھولا اور مجھے دھکا دے کر باہر نکال دیا۔ میں گردن جھکا کر پانی کے مٹکوں کے پاس بیٹھ گیا۔

میں سندھ کا بدنام ڈاکو عبدالرحمان ہوں۔ میں، عارب ماچھی اور دوسرے سرکش ڈاکو سکھر والی پرانی درگاہ کے گدی نشین میاں سکل کے سائے میں رہتے ہیں۔ بڑے بڑے خونی اور نامور ڈاکو اس کے پاس سکھ اور سلامتی کی زندگی گزارتے ہیں۔ بہت پہنچ والا بندہ ہے۔ کسی میں ہمت ہی نہیں کہ اس کے بندوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ اس کے سائے میں ایسے ایسے ڈاکو رہتے ہیں جن کا نام سن کر ارد گرد کے شہر اور گاؤں کانپ اٹھتے ہیں۔

عارب ماچھی جیسے ڈاکو کے گم ہونے کی خبر سن کر لوگوں نے خوشیاں منائی تھیں اور میں کچھ عرصے بعد عارب ماچھی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تھا۔

"کیا تمہارے من کی مراد پوری ہوئی....؟"

میں نے اوپر دیکھا، سامنے وہی ماسٹر کھڑا تھا۔ "نہیں۔"

"ایسے نہیں ہو سکتا، اس مست نے پتھر سے پانی نکالا ہے۔"

"تمہارے لیے نکالا ہو گا۔"

"تمہارا تو کرامتوں اور معجزوں پر اعتبار ہی نہیں ہے۔"

"کورا اعتبار کیسے کروں....؟"

"تمہیں کیا کہا مست نے....؟"

"اس نے کہا، تیرا دوست مر گیا ہے۔"

"تو مر گیا ہو گا۔"

"کیسے مر گیا ہو گا....؟" میں نے کہا۔ "میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میرا یار زندہ ہے۔"

"تم غلطی پر ہو دوست، مست کی بات پتھر پر لکیر کی طرح ہے۔"

میں نے غصے میں کہا۔ "میں تمہیں اور تمہارے مست کو گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔"

"کفر بک رہے ہو، تمہاری بندوق کو فقیر ایک اشارے سے خاک کر دے گا۔"

"آج تمہارے بھرم کی اور میری تلاش کی آخری شام ہے۔"

میں نے رائفل ہاتھ میں تھام لی تو دبلا پتلا ماسٹر میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "کیا تم اور

خوبصورت نوجوان ہو، کم سے کم اپنی جوانی پر ہی رحم کھاؤ اور واپس لوٹ جاؤ۔"

ایک لمحے کے لیے میں نے ماسٹر کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا، "کیا مست بتا سکے گا کہ میرا دوست کہاں دفن ہے.....؟"

"کیوں نہیں۔" اس نے فخر سے کہا۔ "ارے وہ اللہ کا پیارا بندہ ہے ذاسے ستر ہزار فرشتے ہر روز مل جھوڑ گئے تھے۔"

"ستر ہزار فرشتے!"

"ہاں۔" ماسٹر نے بتایا "کچھ سال ہوئے کہ اللہ بخش مست اس فصیل کے سامنے بے ہوش پڑا تھا۔ اس نے کالی قمیص پہنی ہوئی تھی اور قمیص کا گریبان پھٹا ہوا تھا۔ اس کے سینے پر گہرے زخم کا نشان تھا۔

"کالی قمیص، گہرا زخم۔" میں ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ ماسٹر کو دھکا دے کر میں ہجوم کو چیرتا ہوا اللہ بخش مست کی کوٹھی کے قریب آگیا۔ اس وقت وہ نذرانہ لیتے دو نوجوان عورتوں سمیت کوٹھی میں داخل ہو رہا تھا۔ میں ایک دم اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ عورتیں خوف سے ایک طرف ہٹ گئیں۔ مست نے گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ میں نے مست کو بازو سے پکڑا۔ پورا ہجوم اٹھ کھڑا ہوا۔ کسی نے ڈنڈے اٹھائے، کسی نے جوتے ہاتھ میں پکڑ لیے اور کئی لوگوں نے کلہاڑیاں اٹھالیں۔ اللہ بخش مست کو کوٹھی کے اندر دھکا دے کر میں ہجوم کے سامنے رائفل سیدھی کر کے کھڑا ہو گیا۔ میں نے انہیں بتایا،

"میں عبدالرحمان ڈاکو ہوں۔"

لوگوں پر جیسے برف گر گئی، جو ایک دم آگے بڑھ کے آئے تھے، ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ کسی نے کہا، "اسے چھوڑ دو، مست خود سیدھا کر دے گا۔"

اندر جا کے میں نے کوٹھی کا دروازہ بند کر دیا۔ مست کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس نے گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ میں نے خنجر نکال کر اس کے سینے پر رکھا۔

میں نے کہا "تو جھوٹا ہے، فریبی ہے۔" اس نے جواب میں گالیاں دینی شروع کر دیں۔

میں نے اسے گردن سے پکڑتے ہوئے کہا، "تو عارب ماچھی ہے۔"

اس کی آنکھوں کی آگ ٹھنڈی ہو گئی، ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ اس نے میرا ہاتھ اپنی گردن سے ہٹاتے ہوئے کہا، "پہلی نظر میں تو نہ پہچان سکا۔"

ہم ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ میں نے کہا، "بڑے پیر، بیٹے بن گئے ہو۔"

"بنا پڑا ہے۔"

"واپس نہیں چلو گے.....؟"

"بیٹھ تو جاؤ۔" ہم دونوں بیٹھ گئے، جو عرصہ الگ گزرا تھا بیٹھ کے خوب اس کی باتیں کیں۔ باتیں کرنے کے بعد میں نے کہا، "عارب، تمہارے بن کلہاڑی بے زنگ لگ گیا ہے۔"

"تیرے مرید بن گئے.....؟" ہنستے ہوئے اس نے کہا۔

"کیوں اپنی چڑیا کے دشمن بنے ہو۔" ہم دونوں ہنس پڑے۔ میں نے کہا "پہلے تم کہتے تھے، ڈاکا زنی کے بغیر میں مر جاؤں گا، اب کیوں کر زندہ ہو.....؟"

اس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل

گئی۔ کہا، ''ارے بے وقوف! کیا سندھی صرف کلہاڑی اور بندوق سے لوٹے جاسکتے ہیں۔''

اس نے نیچے بچھی ہوئی چٹائی کا ایک حصہ اوپر اٹھا کر گڑھے میں پڑے ہوئے زیورات اور پیسوں کا ڈھیر دکھایا اور بولا، ''کسی دن آ کے یہ سب لے جانا۔''

میں نے ترچھی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا، ''بہت مال جمع کر لیا ہے!''

اس نے کہا، ''سندھ میں کراماتوں والے پیر بن جاؤ یا رہزن، ڈاکو، دونوں دھندے ایک جیسے ہیں۔ دونوں میں ایک جیسی کمائی ہے۔''

''کفر بک رہے ہو تم۔''

''میں پیر ہوں، یاد رکھ!'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ڈاکو کے لیے قانون ہے، لیکن خود ساختہ کراماتوں والے پیر کے لیے کوئی قانون نہیں۔''

''تجھ سے بحث کرنا شیطان سے بحث کے برابر ہے۔''

''یہ جملہ سننے کے لیے کان ترس رہے تھے، رحمان! پرانے دن یاد آ گئے۔''

''نہیں، ابھی اور بھی مال جمع کرنا ہے۔''

''پکڑے نہ جاؤ۔''

''ماہر ہو گیا ہوں۔ اس ڈاکے میں نہ خوف ہے، نہ خطرہ، سادے اور معصوم لوگ ساری جمع پونجی نذرانے کے طور پر دینے آجاتے ہیں۔''

باہر لوگوں میں بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ باہر سے آوازیں اندر آ رہی تھیں۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا، ''یہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے کیا....؟''

''ہاں، جب تک داؤ، داؤ رہے گا، میں پیر بنا رہوں گا، نہیں تو تم سے آملوں گا۔''

''میں تمہارا انتظار کروں گا، سائیں اللہ بخش مست۔''

وہ ہنس پڑا، کہا ''یہاں تو لوگ پاگلوں کو پیر، اور دیوانوں کو پہنچا ہوا کہتے ہیں۔''

''اچھا عارب! چلتا ہوں، خوش ہوں کہ تجھے ڈھونڈ لیا۔''

''ٹھہر جاؤ۔'' وہ میرے سامنے کھڑا ہو گیا، بولا، ''میرا کام خراب کر دیا ہے تم نے، اس لیے اب میری ساکھ برقرار رکھنے کے لیے تم سب کے سامنے میرے پیروں پر ہاتھ رکھ کے ایک طرف چلے جانا۔''

ہم ایک دوسرے کے گلے لگ کر وداع ہوئے۔ عارب ماچھی کوٹھی کا دروازہ کھول کر باہر آ کھڑا ہوا۔ لوگوں کی زبانیں تالوؤں سے لگ گئیں، میں باہر آیا۔ عارب کے قدموں میں بیٹھ کر، اس کے پیروں پر ہاتھ رکھے تو لوگوں کا اعتقاد مزید پختہ ہو گیا۔ آواز اٹھی، ''واہ واہ، اللہ بخش مست! تو نے عبدالرحمان جیسے ڈاکو کو جھکا لیا۔''

میں اٹھ کھڑا ہوا، گردن جھکائے آگے نکل گیا۔ کسی نے کہا، ''سائیں کی کرامت تو کوئی کوٹھی میں دیکھے!''

فصیل سے اترتے ہوئے میں نے اروڑ کے تباہ شدہ قلعے کا رخ کیا۔

سورج ڈوب چکا تھا۔ کھنڈروں اور پہاڑوں پر اندھیرے کی کالی چادر چھا گئی تھی۔

❖

اس کے ہاتھ

مرزا ادیب

وہ نہ جانے کتنی دیر سے چپ چاپ، گم صم، سر جھکائے کمرے کے آخری سرے پر بیٹھا تھا۔ کہاں ہے، کس حال میں ہے، کس ماحول میں ہے، کچھ بھی نہیں جانتا تھا اور جب اس کے ذہن میں ایک چبھن سی ہوئی، تو اس نے بے اختیاری کے عالم میں اوپر سر اٹھایا اور ایک دم سے احساس ہوا جیسے زندگی چلتے چلتے رک گئی ہے اور وہ اک ویرانے میں سانس لے رہا ہے۔ چاروں طرف ایک گہرا، ناقابل فہم دل گرفتہ سناٹا چھایا ہے۔

کئی لمحے وقت کے سمندر میں کوئی سرسراہٹ کیے بغیر بیت گئے۔

پھر اس نے محسوس کیا کہ ایک ملگجی سی روشنی اس کی آنکھوں پر دستک دے رہی ہے۔ یہ اس کی بیوی کی نظر تھی جو اس سے کچھ دور اپنی چارپائی کے پاس چینی کے پیالے میں انگلیاں ڈالے کھڑی تھی۔

وہ اسے برابر دیکھے جا رہی تھی۔

"زاہدہ آمنہ کا نسخہ پیالے میں سے نکال رہی ہے۔ وہ ڈاکٹروں کے نسخے اسی پیالے میں رکھتی ہے۔" اس کے منجمد ذہن میں ایک گرم رو سرایت کر گئی۔

"آمنہ کے پاپا!" یہ آواز وہ گزشتہ ستائیس برس سے سن رہا تھا۔ یہ آواز کبھی اس کے سینے میں ایک روشن کرن کی طرح جگمگا جاتی تھی مگر اب یوں لگتی تھی جیسے ایک سوکھا پتہ شاخ سے ٹوٹ کر ایک مدھم سی چیخ کے ساتھ زمین پر گر پڑا ہو۔

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

کیا....؟ یہ وہ خوب جانتا تھا۔ یہی کہ آمنہ کی دوا ختم ہو گئی ہے اور یہ لفظ کہتے ہوئے ایک تہ کیا ہوا کاغذ اس کی طرف بڑھا دے گی۔

اس نے نسخہ پکڑ لیا تھا۔

وہ ابھی تک کھڑی تھی۔ خاموش، مبہوت سی۔

اس نے خیال کیا کہ وہ اس سناٹے ہی کا ایک حصہ ہے جو اس کے چاروں طرف چھایا ہوا ہے۔



وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لا کر نیچے زمین پر دیکھنے لگا تھا۔

"آمنہ کے ابا۔"

"ہوں۔ دوا ختم ہو گئی ہے۔ لا دے رہا ہوں۔"

وہ سر جھکائے اس کے قریب کھڑی تھی۔

اس نے اس خمیدہ، نحیف و نزار پیکر کو دیکھنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ جب بھی اس کی طرف دیکھتا تھا ایک سوال اس کے ذہن کے کسی گوشے میں تڑپ کر اسے ضرب لگا جاتا تھا۔

"کیا یہ وہی زاہدہ ہے جس کی آنکھیں صبح کی اوس کی طرح چمکتی رہتی تھیں۔ جس کے سیاہ گھنیرے، شاداب بال بادل کی مانند اس کی آنکھوں تلے بکھیلے جاتے تھے۔ اس عورت نے اس کے ساتھ اس کے گھر میں ستائیس برس بتائے تھے۔ چھ اولادیں ہوئی تھیں جن میں سے صرف آمنہ زندہ تھی باقی سارے بچے ایک ایک کر کے مر گئے تھے اور اب وہ....؟"

اس نے کمرے کی نیلی دیوار کے ساتھ ایک پلنگ کے اوپر بکھرے ہوئے زرد رنگ کے کمبل کو دیکھا۔

اس کمبل کے نیچے ان دونوں کی امیدوں کا چراغ جھلملا رہا تھا۔

یہ کمبل دیکھتے ہی اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

زاہدہ اسے دیکھے جا رہی تھی۔

اسے یقین تھا کہ وہ کوئی ایسی بات کہے گی جو پاگلانہ سی ہو گی۔ ہر مرتبہ بات سن کر وہ بڑے صبر و تحمل کا ثبوت دیتا تھا۔

"رات میں نے اپنی امی کو خواب میں دیکھا تھا۔"

پھر وہی پاگلانہ سی بات۔

"سن رہے ہیں۔"

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں نہیں جانتی وہ کون سی جگہ تھی۔ پر وہ میری ہی امی تھیں اور..... ان کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔"

"بچہ....؟ کون بچہ۔"

اس وقت اس کی نظریں خلا میں گم ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

"میں نہیں جانتی.... وہ کہتی.... میری امی اور وہ بچہ.... دونوں ایک ساتھ قدم اٹھا رہے تھے اور پھر ان کے ارد گرد پھول ہی پھول نظر آنے لگے۔ دونوں پھولوں میں غائب ہو گئے۔"

وہ خاموش ہو گئی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اس عورت کو یہ کیسا وہم ہو گیا ہے کہ ایک بچہ دعا کرے گا تو اس کی بیٹی تندرست ہو جائے گی جیسے وہ خود صحت یاب ہو گئی تھی۔

"تمہیں خبر ہے نا.... شادی سے پہلے میری حالت کتنی نازک ہو گئی تھی۔ امی نے ایک بچے سے کہا۔ "بیٹا! باجی کی صحت کے لیے دعا کرو۔ میں دیکھ رہی تھی کہ بچے نے اپنے ننھے منے ہاتھ فضا میں پھیلا دیے۔ امی کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور ان کے ہونٹ تھرتھرانے لگے۔ اور پھر...."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

"میری مانو آمنہ کے ابا۔ تم بھی۔ سنا آمنہ کے ابا....؟"

"پاگل ہے یہ عورت۔" اس نے دل میں کہا۔

وہ نسخہ ہاتھ میں لیے اٹھ بیٹھا۔

"جا رہے ہو۔ اچھا۔ تم بھی کر دیکھو۔ کوشش تو کرو۔ پورے یقین کے ساتھ۔ میری بچی ٹھیک

جائے گی۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے جو وہ نہیں روک سکا تھا۔

دروازے سے پیچھے دور جا کر اس نے پلٹ کر دروازہ دیکھا۔ اس کی بیوی دروازے پر کھڑی تھی اور وہ بچہ جو بے خیالی میں پیچھے آگیا تھا، دونوں ہاتھوں سے سر پر بچھا رہی تھی۔ گنتی ملتجیانہ نظروں سے دروازے دیکھ رہی تھی۔

چلتے چلتے وہ رک گیا تھا۔ ڈاکٹر کا کلینک سامنے دکھائی دے رہا تھا۔

کلینک بند تھا۔

اس نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ دن کے گیارہ بجے تھے۔ کلینک صبح نو سے ایک بجے اور بعض اوقات دو بجے تک کھلا ہوتا تھا۔ گیارہ بجے کیسے بند ہو گیا....؟

کلینک کے دروازے پر ایک کاغذ چسپاں تھا جس پر لکھا تھا۔ "ڈاکٹر صاحب جمعرات کو کلینک کھولیں گے۔"

جمعرات....؟ آج تو منگل ہے۔ دو دن کلینک بند رہے گا۔

کلینک کے سامنے کھڑا ہونا بے کار تھا۔ تو وہ کدھر جائے، اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا مگر وہ چلا جا رہا تھا اور ہر قدم اسے گھر سے دور لیے جا رہا تھا۔

نڈھال ہو کر وہ باغ کے باہر ایک بانچے پر بیٹھ گیا۔ لوگ آ رہے تھے، لوگ جا رہے تھے۔ خوش و خرم چہرے، آرزو کی حرارت سے تمتمائے چہرے، افسردہ چہرے، مایوس چہرے، نجانے ان میں سے کتنے اس خیال سے فکر مند ہوں گے کہ جب وہ گھر میں جائیں گے تو ان کی بیٹی مسکرا کر ان کا استقبال کرے گی یا سبز رنگ کے بوجھل کمبل میں چھپی ہو گی۔

یکایک اس نے محسوس کیا کہ اس کے پہلو سے کوئی شے مس کرنے لگی ہے۔

اس نے سر دائیں جانب گھما دیا۔ یہ ایک بچہ تھا جو اپنا سر گردن میں ڈالے اس کے پہلو میں چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ارشد بابا ان صاحب کو کیوں تنگ کرتے ہو۔"



اردو کے نامور افسانہ و ڈرامہ نگار، نقاد اور ادبی جریدے ادب لطیف کے سابق مدیر میرزا ادیب کا اصل نام دلاور علی تھا اور وہ 4 اپریل 1914ء کو لاہور میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور سے گریجویشن کیا۔ ابتدا میں شاعری کو ذریعہ اظہار بنایا مگر پھر نثر کو اپنی شناخت بنالیا۔

بزرگ افسانہ نگار محترم میرزا ادیب نے اپنی 82 سالہ زندگی میں اردو کو بہت کچھ دیا ہے۔ نثری ادب کی وہ کون سی صنف ہے جس میں ان کی قد آور شخصیت کی چھاپ نہ ہو۔ افسانہ، ڈرامہ، سفرنامہ، تنقید، تراجم، تالیفات بچوں کے لیے کہانیاں، غرض ہر صنف میں میرزا ادیب کی گراں قدر تخلیقات اردو کی توقیر میں اضافہ کا باعث ہیں۔ میرزا ادیب کی تصانیف میں صحرا نورد کے خطوط، صحرا نورد کے رومان، دیواریں، جنگل، کمبل، حسرت تعمیر، متاع دل، کرنوں سے بندھے ہاتھ، فصیل شب، شیشے کے دیوار، آنسو اور ستارے، ناخن کا قرض، گلی گلی کہانیاں اور ان کی خود نوشت سوانح مٹی کا دیا شامل ہیں۔ ان کی انہی ادبی خدمات کے اعزاز میں انہیں صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی عطا کیا۔ 31 جولائی 1999ء کو میرزا ادیب لاہور میں وفات پا گئے۔

یہ ایک نسوانی آواز تھی۔
"معاف کیجیے جناب! یہ بڑا شریر بچہ ہے۔"
یقیناً وہ اس شریر لڑکے کی ماں ہی تھی۔ اس نے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا اور بیٹا بری طرح ہنستا ہوا اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔
وہ بینچ پر بیٹھا دونوں کو دیکھتا رہا۔
"آمنہ بھی ایک روز اسی طرح میرے پہلو میں چھپ گئی تھی اور زاہدہ نے اسی طرح اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے تھے۔"
وہ اٹھ بیٹھا اور جلدی جلدی قدم اٹھانے لگا۔
یہ ایک دوائی خانہ تھا اور وہ اس کے اندر جا رہا تھا۔
اس نے چاہا کہ دوائی کا نسخہ بنوا لے اور جب اس مقصد کی خاطر اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہاں کوئی کاغذ نہیں تھا۔ اس نے یہی ہاتھ دوسری جیب میں ڈالا۔ وہاں صرف نقدی تھی۔
"نسخہ کہاں گیا....؟"
وہ وحشت زدہ سا باغ والے بینچ کے پاس پہنچا۔ اس کی نظریں نسخہ تلاش کرتی رہیں۔ گھاس اور پتوں کے ڈھیروں پر نسخہ نظر نہ آیا۔
"میں نے نسخہ گم کر دیا ہے۔"
اسے اپنے آپ پر بڑا غصہ آیا اور وہ چکرا کر گھاس کے اوپر بیٹھ گیا۔
بچے اپنے اپنے بستے سنبھالے، ہنستے کھیلتے، کبھی آہستہ آہستہ اور کبھی بھاگتے ہوئے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ دو چار دکانداروں سے چیزیں خرید رہے تھے۔
وہ چند لمحوں کے لیے اپنی مایوسی بھول گیا اور دلچسپی سے ان بچوں کو دیکھنے لگا۔

"بچہ ایک آسمانی مخلوق ہے جو زندگی کے آنگن میں خوشیاں پھیلانے کے لیے آتا ہے۔"
یہ فقرہ اس نے نجانے کس جگہ پڑھا تھا اور اس موقع پر اسے بے اختیار یاد آ گیا تھا۔
موسم کچھ تبدیل ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ دھوپ کسی قدر پھیکی پڑ گئی تھی۔ ایک بڑی عمر کی عورت ایک بچے کی انگلی پکڑے اس کے پاس سے گزری اور اوپر دیکھ کر جلدی جلدی چلنے لگی۔ شاید اس نے محسوس کر لیا تھا کہ بارش ہونے والی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ گھر سے دور دونوں بھیگ جائیں۔
کوئی خیال، کوئی ارادہ اس کے ذہن میں نہیں تھا۔ بلا کسی مقصد کے چلا جا رہا تھا۔ اچانک ایک مکان کے دروازے پر رک گیا۔
دروازے پر دستک۔
"کون....؟"
"میں۔"
"آ جایئے۔"
ایک عورت نے اس کا خیر مقدم کیا۔
"بھائی جان! آج راستہ کیسے بھول پڑے....؟"
"ہاں تمہارے ہاں کافی لمبی مدت کے بعد آیا ہوں۔ سب خیریت ہے نا۔"
"اللہ کا شکر ہے۔ آپ کہیے۔ سنا تھا آمنہ بیمار ہے۔"
"پریشان کر رہا ہے اس کی بیماری نے۔ اس کی دوا لینے نکلا تھا۔"
وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔
"اب تو محمود پانچ برس کا ہو گا۔ دکھائی نہیں دے رہا۔" یہ بات کہتے ہوئے وہ کچھ گھبرا گیا تھا۔
عورت نے آہ بھری۔

"یہی تو مصیبت ہے بھائی جان! عزیزوں کے دکھ سکھ کا علم ہی نہیں ہوتا۔ میرا محمود پچھلے سال چل بسا تھا۔ اچانک موت ہوئی اور۔"

"ہمیں خبر ہی نہ ہو سکی۔"

"یہی تو میں کہتی ہوں بھائی جان! عزیزوں کو۔"

اور اس نے وہی فقرہ دہرا دیا۔

عورت بتا رہی تھی کہ صبح کے وقت کیسا خوش پلنگ سے اٹھا، کس خوشی سے منہ ہاتھ دھو کر ناشتا کرنے لگا۔ ابھی ناشتا کیا ہی نہیں تھا کہ کہنے لگا امی پیٹ میں درد ہے۔ باپ نے کیسٹ سے دوا لا کر دی۔ دوا کھا ہی نہ سکا۔

وہ چپ چاپ سنے جا رہا تھا۔ پھر وہ اٹھا اور اپنی عزیزہ کے روکنے کے باوجود دروازے سے نکل آیا۔

اب وہ ایک اور دروازے پر کھڑا تھا۔

"ارشد صاحب! آیئے۔ اندر آیئے۔" اس کے ایک ہم عمر شخص نے اس کا استقبال کیا۔

کمرہ کئی عورتوں اور کئی مردوں سے بھرا ہوا تھا۔

"بڑے اچھے موقعے پر آئے ہیں۔ آپ ارشد صاحب آج ہمارے خالد کی چھٹی سالگرہ ہے۔" خالد کی ماں نے کہا۔

"کہاں ہے خالد....؟" اس نے پوچھا۔

"دوسرے کمرے میں اپنے دوستوں کے ساتھ۔"

وہ اٹھ بیٹھا۔ "خالی ہاتھ آنا مناسب نہیں تھا۔"

کئی آوازیں اسے بیٹھنے پر اصرار کرنے لگیں مگر وہ رک نہ سکا۔

اب چلتے ہوئے اس کے قدم ڈگمگانے لگے تھے۔ فضا میں دھوپ کافی حد تک پھیل چکی تھی۔ وہ پھر ایک باغ کے باہر چلا جا رہا تھا۔ ایک بنچ دیکھتے ہی اس کے قدم اس طرف اٹھنے لگے۔

وہ بنچ پر جیسے گر پڑا۔ اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ پانی کا ایک قطرہ اس کی پیشانی پر گرا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

ایک بڑا پیارا بچہ اس کے قریب بیٹھا تھا اور مسکرا مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

یہ بچہ اسے بہت ہی پیارا لگا اور عین ان لمحوں میں اس کی بیوی کا چہرہ اس کے سامنے آ گیا۔ جو بزبان خاموشی کہہ رہا تھا۔

"یہی وہ بچہ ہے جو ہماری آمنہ کے لیے دعا کرے گا۔"

وہ بچے کے اور قریب چلا گیا۔ اور بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرنے لگا۔

ایک شخص بنچ کے پاس کھڑا بڑی دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

یہ شخص ابھی ابھی کہیں سے آیا ہے اور یقیناً اس بچے کا باپ ہے۔ اس نے دل میں کہا "معاف کیجیے۔ یہ بچہ آپ کا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ یہ میرا ہی بچہ ہے۔ فرمایئے۔"

"کیا کہوں یہ میری بیوی کی خواہش ہے۔ دراصل یہ اس کا ذاتی اعتقاد ہے۔"

"کیا....؟"

"وہ چاہتی ہیں کہ کوئی بچہ ہماری بیمار لڑکی کی شفایابی کے لیے دعا کرے۔ میں آپ کے بچے سے دعا کروانا چاہتا ہوں۔"

"کیسے....؟"

"جی یوں...." اور اس نے بچے کے ہاتھوں کو پھیلا کر انہیں ایک دوسرے سے ملا دیا۔

"کہو پیارے بچے....! اے اللہ آمنہ کو شفا دے

رہے۔" اس نے آہستہ آہستہ کہا۔

بچہ خاموش تھا اور بڑی حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"صاحب! یہ دعا کیسے کرے گا۔ بے چارا گونگا، بہرا ہے۔"

وہ اسی لمحے اٹھ بیٹھا۔ اجنبی اس سے کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ کچھ بھی نہ سن سکا اور چلنے لگا۔

کئی بازاروں، کئی سڑکوں سے گزر گیا۔ اس کے پاؤں بڑے بوجھل ہو گئے تھے لیکن وہ چلتا جا رہا تھا۔

تیز بارش ہونے لگی اور اندھیرا چھا گیا۔ کسی چیز سے ٹکرا کر وہ رکنے پر مجبور ہو گیا۔

اس کے دل میں اپنی مرنے والی اولاد کا غم تازہ ہو گیا، بیوی کی التجا یاد آگئی، دن بھر کے تینوں ناکام تجربات کا خیال آگیا اور اسے محسوس ہوا کہ ایک غار کے دہانے پر کھڑا ہے اور بادلوں کے پرت کے پرت اس کے اندر بڑی تیزی سے اترتے چلے جا رہے ہیں۔

بارش برس کر تھم سی گئی۔ مدھم روشنی ہونے لگی۔

وہ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ اوپر شاخوں سے پانی کے موٹے موٹے قطرے سے گر گر کر اس کے بکھرے ہوئے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔

ایک مرتبہ پھر اسے دن بھر کے تجربات یاد آنے لگے۔ اسے محسوس ہونے لگا جیسے آخری بچے کے ہاتھ دعا کے لیے پھیلا رہا ہے اور اسی لمحے اس کے باپ کے الفاظ اس کے اندر ایک تیر کی طرح اس کے دل میں پیوست ہو گئے۔

"صاحب! یہ دعا کیسے کرے گا۔ بے چارا گونگا بہرا ہے۔"

درد کی ایک لہر اٹھی اور اس کے سارے جسم میں پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں دکھ کر ایک گہری کیفیت آنسوؤں میں بہنے لگی.... اس کے ہونٹوں پر تھرتھراہٹ آئی۔ اس کے ہاتھ اوپر اٹھے اور اس کے کانوں میں اپنے ہی آنسوؤں سے بوجھل آواز رینگنے لگی۔ "اے اللہ آمنہ کو شفا دے۔" اور اسی لمحے جیسے روشنی ایک دم بڑھ گئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا اور یک لخت اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ ڈر گیا۔ خوف زدہ ہو گیا۔

یہ اس کے ہاتھ نہیں تھے۔ ایک بچے کے ننھے ننھے ہاتھ تھے۔

وہ شدت گھبراہٹ اور حیرت میں بھاگنے لگا۔ اور پھر اسے کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔

جب اس نے اپنی آنکھیں کھولی ہوئی تھیں۔ یہ ماحول اسے مانوس معلوم ہوا۔ اس کی بیوی اس پر جھکی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا تھا۔ آپ سڑک پر گر گئے تھے۔ لوگوں نے پہچان کر یہاں پہنچا دیا۔"

"آمنہ...." اس کے ہونٹوں سے نکلا۔

"آمنہ کو اللہ نے خطرے سے نکال دیا ہے۔ میں جانتی ہوں آپ نے کسی بچے سے ضرور دعا کروائی ہے۔ کس بچے سے۔" وہ بے اختیار اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

"یہ میرے ہاتھ ہیں....؟"

"ہاں ہاں.... کیا ہوا....؟"

"میرے ہاتھ ہیں۔ سچ مچ....؟"

اس کی بیوی حیران ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ وہ لگاتار اپنے ہاتھوں کو دیکھے جا رہا تھا۔

جھوٹا علاج

کسی جنگل میں ایک بندریا رہا کرتی تھی۔ اس بندریا کا ایک بچہ بھی تھا۔ جس سے وہ بڑی محبت کیا کرتی تھی۔ یہ بچہ سارا سارا دن اپنی ماں کے کندھے پر چڑھا رہتا۔ کسی وقت وہ نیچے اترتا اور کچے پکے بیر اور برگدیاں کھا کر دو تین قلابازیاں لگاتا اور ادھر ادھر دوڑتا۔ کہیں کسی پھول کو مروڑتا۔ کسی پودے کو مسلتا اور پھر اپنی ماں سے چمٹ جاتا۔

اس کی ماں بھی اپنے بچے کو اپنے سے الگ نہ کرتی تھی۔ اس لیے کہ وہ ابھی کمسن تھا اور جنگل کے راستوں سے بے خبر تھا۔ ایک دن خدا کا کرنا کیا ہوا کہ بندریا اپنے بچے کو ساتھ لے ایک چشمے کے کنارے بے خبر سو رہی تھی کہ اچانک کسی نے ان کے اوپر موٹا سا کمبل ڈال دیا۔

ماں اور بچہ گھبرا گئے۔ بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ دونوں اس کمبل میں اس طرح جکڑ دیے گئے تھے کہ ذرا بھی نہ ہل سکتے تھے۔ بندریا اور اس کے بچے کو پکڑنے والا آدمی دراصل کسی امیر آدمی کا ڈرائیور تھا۔ جس نے جب بندریا اور اس کے بچے کو سوتے ہوئے دیکھا تو ان پر کمبل ڈال کر ان کو پکڑ لیا۔

اے حمید

ڈرائیور نے انہیں ایک بوری میں ڈال کر اوپر سے منہ کو ذرا ڈھیلا کر کے باندھا اور موٹر میں پھینک کر گھر کی راہ لی۔ کئی میل کا سفر طے کرنے کے بعد موٹر ایک خوبصورت مکان میں داخل ہوئی۔ ڈرائیور نے کار کا دروازہ کھولا ایک موٹا سا آدمی باہر نکلا۔ ڈرائیور نے بندریا اور اس کے بچے کو باہر نکال کر ان کے پاؤں باندھ دیے۔ اب مکان کے برآمدے میں گھر کی مالکن اور نوکرانی بھی کھڑی بندریا کے بچے کو خوشی سے دیکھ رہی تھیں۔

"اچھا کیا آپ انہیں لے آئے۔ اب ہمارا لال بالکل اچھا ہو جائے گا۔"

بات دراصل یہ تھی کہ اس امیر آدمی کا اکلوتا بچہ بیمار تھا اور بے حد دبلا پتلا ہو رہا تھا۔ کسی نیم حکیم نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ اگر وہ گھر میں کسی بندریا کے بچے کو لا کر رکھ لیں تو ان کا بچہ بڑی جلدی اچھا ہو جائے گا کیونکہ جہاں بندریا کا بچہ ہو گا وہاں کی ہوا بچے کیلئے بڑی فائدہ مند ہو گی۔

اب جناب بندریا اور اسکے بچے کو برآمدے میں ستون کی ساتھ باندھ دیا گیا اور پاس ہی ذرا فاصلے پر بیمار بچے کو بچھونا لگا دیا گیا۔ بندریا کا بچہ چونکہ بے زبان تھا۔ اس لیے چپکا بیٹھا اس کے پاس بیٹھا رہتا لیکن بندریا نے گھر والوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا کیونکہ اس کا دل بڑا گھبرا رہا تھا اور پھر وہ جنگل میں بچے کو لے جانا چاہتی تھی۔ جب گھر والوں نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے بندریا کو موٹر میں ڈالا اور جنگل میں جا کر چھوڑ آئے۔ اب بچہ اپنی ماں کے بغیر اداس رہنے لگا۔ پہلے تو وہ خوشی خوشی اپنے ماں کی ساتھ مل کر کھانا کھایا کرتا تھا لیکن اب اس نے کھانا پینا بھی بند کر دیا اور بھوک ہڑتال کر دی مگر اسے یہ بھوک ہڑتال مہنگی پڑی۔ دوسرے ہی دن اس کا دل گھبرانے لگا۔ بے چارے نے فوراً ہی چنے کی تھالی اپنی طرف کھینچ لی اور چنے کھانے لگا۔

اب بندریا کا حال سنیے۔ وہ بیچاری اپنے بچے کے بغیر اداس ہوئی



تو واپس اس گھر کو چل پڑی جہاں اس کا بچہ قید تھا۔ راستہ تو اسے معلوم ہی تھا۔ ایک دو روز میں پہنچ گئی۔ بھاگ کر بچے کو گلے لگایا۔ بچہ بھی اپنے ماں کو پاس دیکھ کر بہت خوش ہوا اور فوراً اس کے کندھے پر چڑھ کر کودنے لگا۔

اسوقت وہاں کوئی موجود نہ تھا۔

بندریا نے موقع غنیمت جانا اور بچے کو لیکر باہر چل پڑی۔ ابھی چند ہی قدم چلی ہو گی کہ بچہ کندھے سے نیچے گر پڑا۔ پھر سے اٹھایا اور پھر چل پڑی۔ بچہ پھر گر پڑا۔ بیچاری کو اب معلوم ہوا کہ بچہ تو ستون کیساتھ زنجیر سے باندھا ہوا ہے۔ بے بسی کے عالم میں وہیں بیٹھ گئی اور بچے کو سینے سے لگا کر پیار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب گھر کے لوگوں کو بندریا کا علم ہوا تو سب بڑے حیران ہوئے مگر انہوں نے اسے کچھ نہ کہا۔ لیکن بندریا نے پھر اب گھر میں پھر چیزوں کی توڑ پھوڑ شروع کر دی۔

جب اسے رسی سے باندھا جانے لگا تو وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس نے سامنے سڑک پار والے باغ کے ایک درخت کو اپنا گھر بنا لیا۔ اب وہ ہر روز دن میں دو تین بار اپنے بچے کے پاس آتی اور اسے پیار کرتی اور گھر سے ایک آدھ چیز توڑ پھوڑ کر واپس درخت کی طرف بھاگ جاتی۔

اسی طرح دو مہینے گزر گئے اور سردیوں کا موسم آ گیا۔ بندریا کو سردی لگنے لگی۔ جنگل میں ہوتی تو کسی غار یا کھوہ میں چھپ جاتی۔ شہر میں کہاں جائے۔ اس کے بچے کو اب برآمدے میں سے کھول کر اندر ایک کمرے میں باندھ دیا گیا تھا وہ تو سردی سے بچ گیا تھا۔

مگر ماں کی محبت بچے کو دور رکھنا چاہتی تھی۔ آخر ایک دن اس سے نہ رہا گیا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی اور اسکا بچہ باہر باغ میں باندھا ہوا تھا۔ امیر آدمی کا بیمار بچہ پاس ہی پنگوڑے میں لیٹا ہوا تھا۔ نوکرانی آرام سے کرسی پر بیٹھی اونگھ رہی تھی۔

بندریا آہستہ آہستہ پہلے اپنے بچے کے پاس گئی، اسے پیار کیا۔ اس کی زنجیر کو دیکھا اور لپک کر بیمار بچے کے پنگھوڑے میں کودی اور ایک ہاتھ سے بچے کو جو کمزور ہو گیا تھا گلے سے لگایا اور ایک درخت پر چڑھ گئی۔ نوکرانی ایک دم چونک کر اٹھی اور اس نے شور مچا دیا۔

سارا گھر ایک دم جمع ہو گیا۔

کسی نے کہا۔ "بندریا کو گولی مار کر گرا دو۔"

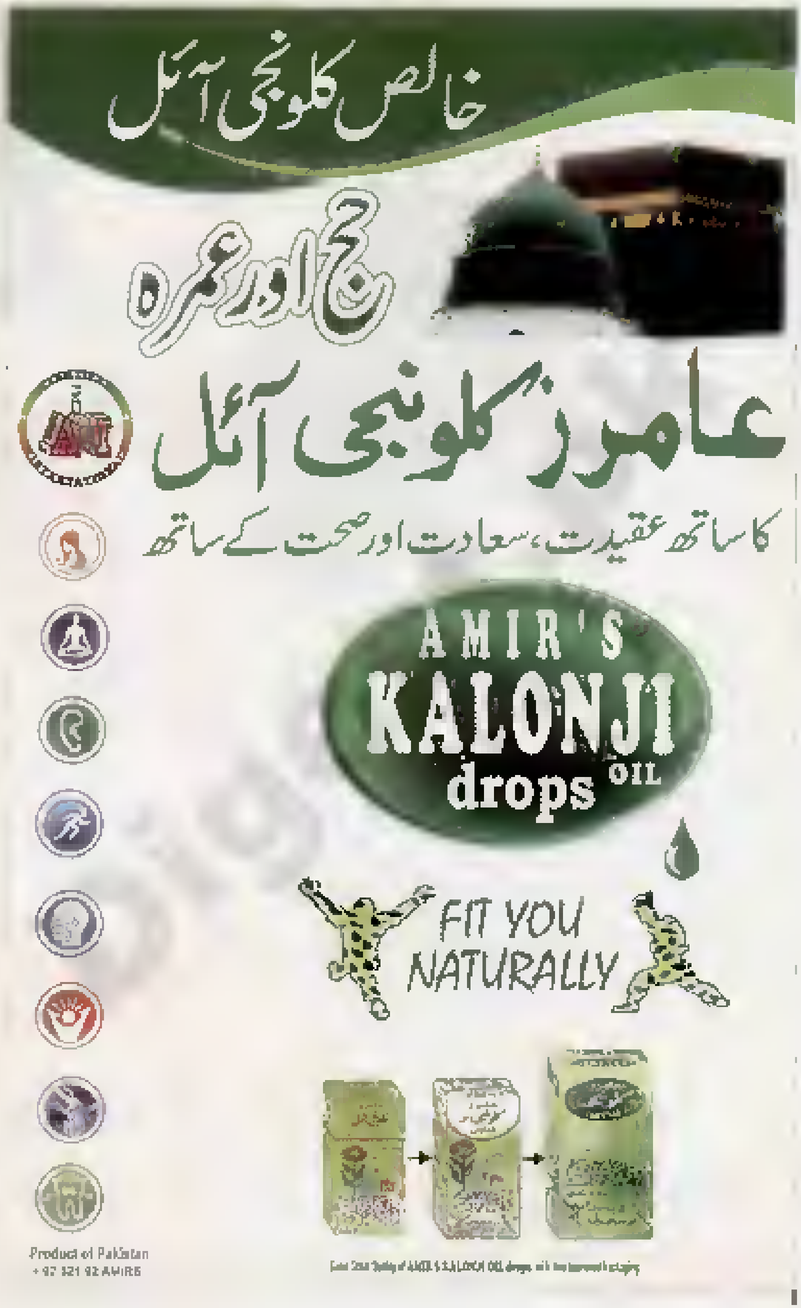
پھر سوچا کہیں انکا بچہ زخمی نہ ہو جائے۔ بچے کی ماں رو رہی تھی۔ باپ الگ پریشان تھا۔ بہن بھائی فکر مند تھے۔ بندریا کو بہتیرا بہلایا پھسلایا پر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی اور بیمار بچے کو لیکر درخت پر بیٹھی رہی۔ آخر بچے کے والد کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے فوراً بندریا کے بچے کی زنجیر کھول دی۔ بچہ آزاد ہو کر درخت کے نیچے آ گیا۔

ادھر سے بندریا نے اپنے بچے کو اور بچے نے بندریا کو دیکھا۔ بندریا نے درخت سے اترنا شروع کر دیا۔ گھر کے سارے لوگ پرے پرے ہٹ گئے۔ نیچے آ کر بندریا نے انسانی بچے کو گھاس پر لٹا دیا۔

اپنے بچے کو پیار سے گلے لگا کر چوما، اسے کندھے پر بٹھایا اور سڑک پار والے باغ کے درخت کی طرف بھاگ گئی۔ گھر والوں کی جان میں جان آئی۔ ماں اور باپ نے بھاگ کر بچے کو گلے لگا کر پیار کیا اور خدا کا لاکھ شکر ادا کیا کہ بچے کی جان بچی اور وہ انہیں پھر مل گیا۔ اس کے بعد وہ بچہ آہستہ آہستہ صحت مند ہونا شروع ہو گیا۔

شاید وہ بندریا کے بچے کی وجہ سے اچھا ہو ا تھا بلکہ ان کی دعاؤں کی وجہ سے اچھا ہوا تھا جو بندریا کے دل سے نکلی تھی کیونکہ اسکا بچہ اسکو مل گیا تھا اور ماں کی ممتا کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

❋


خالص کلونجی آئل
حج اور عمرہ
عامرز کلونجی آئل
کا ساتھ عقیدت، سعادت اور صحت کے ساتھ
AMIR'S
KALONJI
drops OIL
FIT YOU
NATURALLY
Product of Pakistan



پارس

آفرین ارجمند

چند نہیں بلکہ بہت سارے لوگ یہ سوچ رکھتے ہیں کہ مرد وجود طاقت اور اکرام کا سبب ہے۔ عورت کا وجود کمزوری اور شرمندگی کی علامت ہے۔

ایسا سوچنے والے صرف مرد ہی نہیں ہیں کئی عورتیں بھی اس بات پر یقین رکھتی ہیں۔

بیٹے کی ماں بن کر بعض عورتیں خود کو محفوظ اور معزز خیال کرتی ہیں، بیٹی کی ماں بن کر خود کو کمزور محسوس کرتی ہیں۔ مردانہ تسلط والے معاشرے میں کئی سچائیوں، دکھوں اور ظلمتوں کے درمیان ابھرنے والی ایک کہانی... مرد کی انا اور عونت، عورت کی محرومیاں اور دکھ، پست سوچ کی وجہ سے پھیلنے والے اندھیرے، کمزوروں کا عزم، علم کی روشنی، روحانیت کی کرنیں، معرفت کے اجالے، اس کہانی کے چند اجزائے ترکیبی ہیں۔

نئی قلم کار آفرین ارجمند نے اپنے معاشرے کا مشاہدہ کرتے ہوئے کئی اہم نکات کو نوٹ کیا ہے۔ آفرین ارجمند کے قلم سے ان کے مشاہدات کس انداز سے بیان ہوئے ہیں اس کا فیصلہ قارئین خود کریں گے۔

پانچویں قسط:

ننھی پارس جھولے میں لیٹی جھنجھنے کو اپنے ننھے منے ہاتھوں میں دبائے اسے الٹ پلٹ رہی تھی۔ جھنجھنے کے بجنے سے پیدا ہونے والی چھن چھن کی آواز پر پارس کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ جاتی اور وہ خوش ہو کر تیزی سے ہاتھ پیر مارنے لگتی، ساتھ میں اس کی کلکاریاں ماحول کی خاموشی میں موسیقیت بکھیر دیتیں۔ سکینہ اس کی ہر حرکت پر صدقے واری جاتی

جھولے کو دھیرے سے آگے پیچھے دھکیل رہی تھی۔ساتھ ساتھ وہ اپنی بھی گھسیا مکھی کی بھن بھن پر وہ دوپٹے کا ایک بڑا سرا ہاتھ میں پکڑ کر اسے ہوا میں لہرانے لگتی اور اپنی دانست میں پارس کو ان حشرات الارض سے محفوظ کر لیتی۔ کبھی جو دوپٹہ پارس کے لگ جاتا تو وہ اور زور سے ہنسنے لگتی۔

بس پھر تو سکینہ کو ایک کھیل مل جاتا۔وہ اس کے چہرے کو اپنے دوپٹہ سے ڈھانپ لیتی۔پارس اک دم ساکت سی ہو جاتی۔ اس کے جسم کی حرکت ڈھیلی پڑ جاتی اور جب وہ اس کا نام پکارتی تو پارس تیزی سے ہاتھ پیر مارنے لگتی۔ اور پھر سکینہ جلدی سے اس کے اوپر سے دوپٹہ کھینچ لیتی۔ اس کی ننھی منی کلکاریاں چھوٹے چھوٹے قہقہے بن جاتے۔اور سکینہ کا سیروں خون بڑھ جاتا۔

پارس اب گہری نیند سو چکی تھی۔

سکینہ کو لگا جیسے وہ کسی شوکیس میں رکھی بند آنکھوں والی گلابی رنگ گڑیا کو دیکھ رہی ہے جسے ہاتھ لگاتے بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں میلی نہ ہو جائے۔

اسے اپنی قسمت پر یقین نہ آتا تھا۔ نہ جانے کون سی نیکی کی تھی جس کے صلے میں رب نے یہ بیش بہا تحفہ اس کی گود میں ڈال دیا۔

اور پھر میرے پیر سائیں کی رہنمائی.... ہاشم بابا کی شفقتیں

یہ تو بس رب کی دین ہے۔

اس کی رحمت کا سایہ ہے۔

اس کے ذہن میں ہاشم بابا کے الفاظ گونجنے لگے۔

یہ بہت خاص ہے۔نور والی ہے۔

وہ ایک بار پھر گہری نیند میں ڈوبی پارس کو تکنے لگی۔

سچ تو یہ ہے کہ ہاشم بابا کی پارس کی جانب توجہ اس کے لیے سوالیہ نشان بن گئے تھے۔

اس بچی میں ایسا کیا خاص ہے؟ جو مجھے سمجھ نہیں آتا۔وہ پھر اپنے ہی دل کے نہاں خانوں میں جواب کھوجنے لگی۔

اسے لگا شاید اس کی بچی کرامانی ہے نہ جانے کب کوئی معجزہ کوئی کرامت اس کے سامنے آجائے۔

مگر ان ڈیڑھ سالوں میں تو ایسا کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ اس نے دل کے نہاں خانوں سے ملنے والے جواب کو رد کر دیا۔

یہ بھی سچ ہے کہ ہماری زندگی میں آنے والی خوشیوں کا سبب پارس ہی ہے۔شاید اسی کو ہاشم بابا نے خاص کہا ہو۔وہ خود کو سمجھانے لگی۔

کیا سوچ رہی ہے؟شفیق نے جو اسے اس طرح سوچ میں ڈوبا دیکھا تو پوچھ بیٹھا۔

ہاشم بابا کہتے ہیں کہ یہ بچی بہت خاص ہے۔تو ان کی اس بات کا مطلب کیا ہے....؟ ایسا کیا خاص ہے میری بچی میں....؟

ارے یہ ہماری پیاری بچی ہے۔اب اس سے زیادہ خاص بات اور کیا ہو سکتی ہے بھلا؟شفیق مسکرا کر بولا۔

وہ تو ہے.... مگر.... پھر بھی

ارے.... کیوں اتنا سوچتی ہے۔اب تو اس خاص کا کوئی اور مطلب ڈھونڈنے کی کوشش مت کر۔شفیق اسے سمجھانے لگا۔ویسے بھی اللہ والے کسی کا دل نہیں توڑتے۔بابا ہمارا دل رکھنے کے لئے کہہ رہے ہوں گے۔وہ ہنس کر بولا

اب ایسی بات بھی نہیں۔اس نے بڑے ناز سے کہا ہے بھی تو لاکھوں میں ایک میری گڑیا۔اس کے لہجے میں جہاں بھر کی چاشنی گھل گئی۔

ہاں یہی خاص بات ہے۔ کبھی....؟

وہ ذرا او پر توقف دے کر بولا کہ ہماری گزبالا گھوں میں ایک ہے شفیق نے پارس کو گود میں لے لیا۔

ہم.... شاید صحیح کہہ رہے ہو آپ۔ وہ دھیمے سے بولی مگر اسے شفیق کی بات سے تسلی نہ ہوئی تھی۔

ان کی آوازوں پر پارس نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔

اٹھا دیا ناں اسے ابھی تو سوئی تھی۔ سکینہ نے خفگی کا اظہار کیا۔

شفیق اس کی بات ان سنی کر کے پارس کو گود میں اٹھا کر ہوا میں اچھالنے لگا۔

ارے.... یہ اپنے بابا سے کھیلے بغیر کیسے سو سکتی ہے بے نا.... اس نے پارس کی طرف دیکھ کر کہا جیسے اسی سے پوچھ رہا ہو

جواب میں پارس کی کلکاریاں گونج رہی تھیں جیسے ہاں کہہ رہی ہو۔

پتہ نہیں.... بابا دوبارہ گاؤں واپس کب آئیں گے سنا ہے اس بار انہیں بہت لمبے دورے پر بھیجا گیا ہے۔ شفیق نے اس بار زور دے کر کہا۔

ہاشم بابا طویل عرصے سے گاؤں نہیں آئے تھے۔

چپکے سے چار سال گزر گئے۔ وقت کا پتہ ہی نہ چلا۔ ان کی زندگی کی کتاب کے ان چار ورقوں پر لکھی تحریر میں صرف پارس کا نام جگمگا رہا تھا۔ شفیق سویرے تب تک کام پر نہ جاتا جب تک پارس سے چند باتیں نہ کر لیتا۔ وہ اس کی توتلی بولی سن کر خوب محظوظ ہوتا۔ اس کا چہرہ خوشی سے لال ہو جاتا۔ پارس بھی شفیق سے لپٹ لپٹ جاتی۔ اتنے میں سکینہ گھر کا ضروری کام نمٹا لیتی اور شفیق کے جانے کے بعد قاعدہ لے کر بیٹھ جاتی جو اس نے خصوصی طور پر شہر سے منگوائے تھے اور پھر کبھی اسے اب پ تو کبھی اے بی سی ڈی پڑھاتی۔

جس طرح اس نے اپنے بابا ماسٹر غلام رسول سے پڑھا اور سیکھا تھا۔ ننھی پارس کبھی شرارت میں ادھر ادھر بھاگتی تو کبھی ماں کی گود سے چمٹ کر لاڈ شروع کر دیتی۔ سکینہ کا بس نہ چلتا کہ اسے گھول کر پورا قاعدہ پلا دے۔ ایسے وقت میں وہ پارس کو مصنوعی غصے سے گھورتی۔ پارس جیسے ہی ماں کو ناراض ہوتا دیکھتی جھٹ پورا سبق طوطی کی طرح سنانا شروع کر دیتی اور سکینہ نہال نہال ہو جاتی۔

وہ اسے ماں صدقے ماں واری کہہ کر خود میں چھپا لیتی۔

سکینہ پارس کو لے کر پندرہ بیس دنوں میں ایک بار درگاہ ضرور چلی جاتی تھی۔ وہ اکثر محسوس کرتی کہ پارس عام بچوں کی طرح درگاہ پر شور نہیں کرتی تھی نہ ہی اس کا دھیان کھلونوں یا مٹھائیوں کی طرف جاتا۔ جہاں ماں بٹھاتی وہ خاموشی سے بیٹھ جاتی۔

❖❖❖

میں سوچ رہا ہوں پارس کو قرآن پاک پڑھانے کے لئے صائقہ کے پاس بٹھا دیتے ہیں۔ گاؤں کی اور بچیاں بھی تو جاتی ہیں اس کے پاس۔ شفیق سالن پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بولا۔

صائقہ آٹھ معصوم بچوں کی واحد کفیل تھی۔ گھر میں جتنی غربت تھی دل میں غیرت اس سے کہیں زیادہ تھی۔ صائقہ گاؤں کے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتی اور ساتھ ساتھ وہاں لڑکیاں بالیاں سینا پرونا بھی سیکھتیں۔ گاؤں میں قرآن پاک پڑھانے کے پیسے لینا معیوب سمجھا جاتا تھا اس لئے گاؤں والے جو بھی کچھ عقیدت میں اس

کے ہاتھ پر رکھ دیئے وہ خاموشی سے لے گئی۔

میں اپنی بیٹی کو خود پڑھاؤں گی۔ سکینہ گرم روٹی اس کی پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولی

وہ تو صحیح ہے پر دیکھو نہ..... ایک تو تیرا وقت بچے گا دوسرے اس کی بھی کچھ عادت ہو جائے گی۔ شفیق نے وجہ بیان کی۔

ہاں یہ بات تو صحیح ہے پر میں اتنی دور اپنی بچی سے دور کیسے رہوں گی۔ سکینہ نے کھانا کھاتے کھاتے پاس میں کھلونوں سے کھیلتی پارس کو اپنے قریب کر لیا۔

ارے یہ جو تھا مکان سے ادھر تو اور تو نئی بات کر رہی ہو..... شفیق نے اس کو گھورا تھا۔

میں نے کہا تھا کہ وہ جاتے ہوئے پارس کو چھوڑ دیں گے اور آپ کو کام سے جاتے ہوئے۔ مگر میں تو نہیں رہ سکتی اس کے بغیر..... سکینہ نے فیصلہ سنا دیا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ تو تو بھی ساتھ چلی جایا کرنا۔ وہ لوگ تجھے نکال دے گی کیا جانے دو اب۔ شفیق نے بھی بات منوانے کی ٹھان لی۔

سکینہ خاموشی سے برتن سمیٹنے لگی۔

دیکھ سکینہ..... ہماری بچی اب بڑی ہو رہی ہے۔ یہ اپنی ہم عمر بچیوں میں بیٹھے گی ان کے ساتھ کھیلے گی ان میں سے سہیلیاں بنائے گی تو اس کے لئے اچھا رہے گا۔ اسے خاموش دیکھ کر شفیق نے سمجھانے کی کوشش کی۔

ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ یہ بات سکینہ کے دل کو لگی۔ وہ کھانے کے برتن سمیٹ کر باورچی خانے کی طرف چل دی اور شفیق پارس کے ساتھ کھیلنے لگا۔

وہ آج اپنی بچی کے لئے بہت پیارے مٹی کے کھلونے بنا کر لایا تھا۔ یہ ہاتھی یہ گھوڑا اور یہ دیکھو کیسے چلتا ہے۔ ٹک ٹک ٹک وہ پارس کو گھوڑا چلا کر دکھانے لگا۔

اتنے میں سکینہ گیلے ہاتھ دوپٹے سے صاف کرتے ہوئے اندر چلی آئی۔ اس کے چہرے پر سوچ کی گہری لکیریں صاف بتا رہی تھیں کہ وہ شفیق کی بات سے پریشان سی ہو گئی ہے۔

شفیق پارس کے ہاتھ میں کھلونا دے کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔

سکینہ ذرا ادھر تو آ.....

کیا ہوا۔ وہ وہیں سے بولی

ارے ادھر تو آ کچھ دکھاتا ہے تجھے۔

وہ دھیرے دھیرے تھکی تھکی چال چلتی اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور باہر جھانکنے لگی۔ چھوٹی سی کھڑکی سے باہر کا منظر کچھ زیادہ واضح نہ تھا۔ ویسے بھی رات کا وقت ہو چلا تھا گاؤں میں بجلی تو تھی نہیں کہ گلیوں راستوں میں روشنی ہوتی۔ کچی گلی اور کچے گھروں میں جلتے دیئے ٹمٹماتے تاروں کی طرح ناکافی روشنی باہر پھینک رہے تھے۔ ایسے میں سکینہ آنکھیں پھاڑ کر باہر دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔

کیا؟؟؟ اس نے ایسے ہی باہر جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

شفیق اس کے انہماک پر مسکرانے لگا۔ دیکھ ہمارے برابر میں جو نمبردار کی زمین ہے ناں۔

ہاں وہ ترچھی ہو کر دیکھنے لگی۔ خالی پڑی ہے کب سے۔

تجھے پتہ ہے؟ میں تو کب سے سوچ بیٹھا ہوں برابر والی نمبردار کی زمین لے لوں اور اپنا کام بھی شروع کر لوں۔

ہاں یہ تو اچھا ہے۔ پر اس کے لیے تو کافی رقم چاہیے ہو گی، ہے ناں؟

ہاں بس اسی کے لئے جمع کر رہا ہوں۔

پھر تو گھر کے قریب دکان ہو گی تو میری بیٹی بھی میرے قریب رہے گی۔ اس نے خیالوں ہی خیالوں پورا نقشہ کھینچ لیا۔

ہاں وہ تو خوب ہو گا جب ہو گا۔ سکینہ شفیق کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے اس کی بات ٹال گئی

میں کل صاعقہ سے بات کروں گی۔ اس نے شفیق کو مطمئن کرتے ہوئے کہا

سکینہ نے پارس کو صاعقہ کے پاس قرآن پاک کی تعلیم کے لئے بھیجنا تو شروع کر دیا مگر وہ خود بھی اسے پڑھائی اس کی پوچھ گچھ کرتی رہتی۔ پارس کی بہتر سے بہتر پڑھائی۔ سکینہ کی اولین خواہش تھی۔

صاعقہ بھی پارس سے بہت خوش ہوتی۔ وہ اس کی خوب تعریفیں کرتی کہ پارس بہت ذہین ہے۔ بس ایک دفعہ بتاؤ وہ باقی خود پڑھتی ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ وہ صاعقہ سے لگ کر بیٹھ جاتی۔ اس سے طرح طرح کے سوال کرتی کبھی تو صاعقہ اسے مطمئن کر دیتی اور کبھی خود ہی سوچ میں پڑ جاتی۔ شروع میں صاعقہ کو حیرت ہوتی اتنی چھوٹی بچی کتنی سنجیدگی سے پڑھتی ہے مگر پھر وہ سمجھ گئی کہ پارس بہت زیادہ ذہین ہے اور یہی بات وہ سکینہ سے بھی بار بار کہتی بھی تھی۔

سکینہ تو بہت خوش نصیب ہے۔ اللہ نے اسے صورت کے ساتھ عقل بھی دی ہے۔ بہت ذہین ہے۔ بڑا نام کمائے گی۔

❁ ❁ ❁

دن چڑھ آیا تھا۔ سکینہ کا ہاتھ چکی پر تیز چل رہا تھا۔ وہ آج سویرے سے گندم پیسنے میں مصروف تھی۔

تھوڑا سا باقی ہے۔ وہ گندم کے تھیلے میں جھانک کر منہ منہ میں بڑبڑائی اور وقت کا حساب کرنے لگی

آدھ گھنٹہ اور لگے گا۔

باہر صحن میں پارس اور صاعقہ کی سب سے چھوٹی بیٹی جو اس کی ہم عمر بھی تھی دونوں مل کر بنو گرم کھیل رہی تھیں۔ پارس کو خوش دیکھ کر سکینہ بھی مطمئن تھی۔ شفیق نے کہا تھا۔

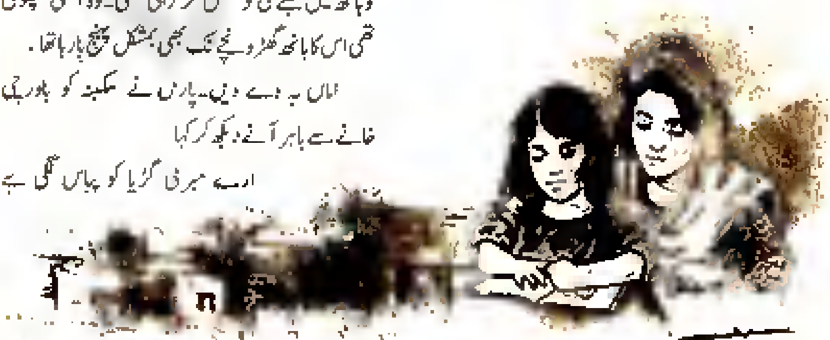
ہاں اپنی ہم عمروں میں میں زیادہ خوش رہتی ہے۔ وہ خود سے باتیں کرنے لگی۔

تھوڑی دیر میں وہ کام ختم کر کے باہر نکل آئی۔

اس نے دیکھا پارس گھڑے پر رکھے مٹی کے پیالے کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ ابھی چھوٹی تھی اس کا ہاتھ گھڑونچے تک بھی بمشکل پہنچ پا رہا تھا۔

اماں یہ دے دیں۔ پارس نے سکینہ کو باورچی خانے سے باہر آتے دیکھ کر کہا

ادھ میری گڑیا کو پیاس لگی ہے



۔سکینہ جلدی سے پیالے میں پانی انڈیل کر اسے پانی پلانے لگی۔

نہیں پانی نہیں پینا۔وہ گردن نفی میں ہلا کر بولی۔

یہ پیالہ چاہیے۔

خالی پیالہ کا کیا کرے گی....؟اس نے دلار سے پوچھا۔

اپنے پاس رکھوں گی۔پارس بھولپن سے بولی۔

ہاں ناں خالہ ہمیں یہ پیالہ چاہیے۔وہ وہاں جمع کرتے ہیں۔صاعقہ کی بیٹی سدرہ ایک جانب اشارہ کر کے بولی

سکینہ نے دوسری جانب دیکھا تو وہاں چھوٹے چھوٹے مٹی کے پیالے جمع رکھے ہوئے تھے جن میں پارس کے کھلونوں والے پیالے بھی تھے۔

ارے اتنے سارے پیالوں کا کیا کرو گی تم؟

اماں دو ناں.... پارس ضد کرنے لگی

سکینہ نے پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

اب بتاؤ کیا کھیل رہے ہو تم لوگ؟

جب گھر میں پانی آئے گا تو ہم اس سے باہر نکال دیں گیں۔پارس بولی اور دوڑ کر پیالہ باقی پیالوں کے ساتھ رکھ دیا۔

کہاں سے نکالے گی؟سکینہ نے دوبارہ پوچھا

جب گھر میں پانی آئے گا تو بابا کے ساتھ مل کر میں اس سے پانی نکالوں گی۔

توبہ توبہ کیسی باتیں کرتی ہے یہ کس نے کہا تجھ سے۔

رات میں بابا نے کہا۔پارس بولی

بابا نے....؟سکینہ سمجھی وہ شفیق کی بات کر رہی ہے۔آجائے تو تیرے بابا سے پوچھتی ہوں، یہ کیسی باتیں کرتے ہیں تجھ سے۔سکینہ ڈر گئی۔

لا.... مجھے دے میں رکھ دوں۔سکینہ نے پارس سے پیالہ واپس لینے کی کوشش کیا۔

نہیں۔یہ میں نہیں دوں گی۔پارس نے پیالہ گود میں چھپا لیا اور اندر بھاگ گئی۔

بظاہر بات کچھ بھی نہیں تھی مگر نہ جانے کیوں سکینہ کو بے چینی ہونے لگی۔

پتہ نہیں شفیق نے بچی سے ایسا کیوں کہا۔پتہ نہیں کہا بھی کہ نہیں۔مگر پارس جھوٹ نہیں بولتی اس نے خود اپنے خیال کی نفی کی۔

تم سے کم بچی سے تو ایسے نہیں کہنا چاہیے ناں....

سارا دن اسی سوچ میں شفیق کے آنے کا انتظار کیا۔

سنو جی....!کیا آپ نے پارس سے کہا تھا کہ گھر میں پانی آئے گا....؟میں تو ہول ہی گئی۔شفیق کے گھر میں گھستے ہی سکینہ نے بے چینی سے سوال کیا

نہیں،میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔

تو پھر وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی؟سکینہ نے اسے ساری بات بتادی۔

اوہو،اتنی سی بات ہے،میں سمجھا پتہ نہیں ایسا کیا ہو گیا۔وہ وہیں چارپائی پر نیم دراز ہو گیا۔

ارے تو وہم نہ کیا کر۔کوئی برا خواب دیکھ لیا ہو گا اس نے یا پھر کسی سہیلی نے اسے کوئی کہانی سنادی ہو گی۔

مگر پارس جھوٹ نہیں بولتی مجھے پتہ ہے۔سکینہ نے وکالت کی

میں نے کب کہا کہ اس نے جھوٹ بولا۔شفیق اٹھ بیٹھا۔میں تو بس یہ کہہ رہا ہوں کہ تو خوامخواہ دل کو مت لگا۔ویسے بھی اس عمر میں بچے بڑے حساس ہوتے ہیں۔ہو سکتا ہے سہیلیوں نے کوئی قصہ سنایا ہو یا کوئی بات ہوئی ہو جس کا اثر لے لیا اس نے اور بس۔

شفیق نے ایک ہی سانس میں اپنے تئیں ساری بات کی وضاحت کر دی تھی جس کا سکینہ پر کوئی اثر نہ ہوا۔

سچ کہوں تو مجھے وہم ہو رہا ہے ویسے بھی آج کل ندی کا پانی خوب چڑھا ہوا ہے۔ اگر کچھ ہو گیا تو....

ارے کیا ہو گیا ہے تجھے؟ یہ پانی تو مہینے سے چڑھا ہوا ہے اور ہر سال چڑھتا ہے۔ مگر ہر سال سیلاب تو نہیں آتا ناں اور ویسے بھی آج چوپال میں بھی یہی باتیں ہو رہی تھیں، سب لوگ مطمئن ہیں۔

پنچایت نے خاص طور پر اطمینان کا اظہار کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ حکومت کا بندہ دیکھ کر گیا ہے۔ ہماری طرف کا بند بہت مضبوط ہے اتنا باؤ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ شفیق نے اسے تسلی دی۔

بلا عذر انکار کرنا بھی مناسب نہ تھا اس لیے گاؤں والوں کے ساتھ شفیق اور سکینہ بھی جانے کے لیے تیار تھے۔

صبح کی نکلی برات دن چڑھے گاؤں پہنچی۔ لڑکی والوں نے گاؤں کے رواج کے مطابق برات کا پرتپاک استقبال کیا۔ مہمان نوازی میں کوئی کمی نہ چھوڑی لڑکی والے تھے کہ بچھے جا رہے تھے۔ شاداں کا چہرہ دلہن کا بھاری اور قیمتی زیور دیکھ کر باغ باغ ہوئے جا رہا تھا۔ وہ جس سے ملتی یہی کہتی نظر آتی۔

میں نہ کہتی تھی جس کے گھر میں دودھ اور پوت ہو اسے کوئی دکھ نہیں ہوتا۔

اس کی بات سن کر کوئی ہاں میں سر ہلا دیتا تو کوئی دل جلا دیتا۔ تمام رسمیں پوری کرتے کرتے شام ہو چلی تھی کہ خبر ملی ندی کا بند اچانک نامعلوم وجہ سے ٹوٹ گیا ہے جس کی وجہ سے گاؤں میں پانی داخل ہو گیا ہے۔ بہاؤ شدید ہونے کی صورت میں سیلاب کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

بس پھر کیا تھا۔ وہاں ہر طرف افرا تفری مچ گئی تھی۔ کسی کو گھر کی فکر تھی تو کسی کو سامان کی۔ کوئی اپنے گھر والوں کے لیے پریشان ہو رہا تھا۔ کسی بھی طرح جلد سے جلد واپسی کا انتظام کیا گیا۔ سکینہ اور شفیق نے بھی چاہا کہ وہ گھر کی خبر لے۔ مگر صاعقہ نے ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔ بہتر ہے انتظار کر لیا جائے سب اللہ پر چھوڑ دو اور یہیں رک جاؤ صبح کا انتظار کرو۔

چاروناچار وہ رہیں۔ مگر لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہے۔

چہ مگوئیاں شروع ہو چکی تھیں۔ بظاہر موسم کے آثار بالکل بھی ایسے نہ تھے اور بند بھی مضبوط تھا۔ یہ ضرور چودھریوں کی کوئی سازش ہے۔ ایک دھیمی سی آواز ابھری۔

ششش.... چپ۔ اصل بات تو بعد میں پتہ چلے گی۔ خاموش کرانے والی آواز اس سے زیادہ اونچی تھی۔

پانی کے ریلے میں کچھ کمی آئی تو گھر کا رخ کیا گیا۔ راستے سے گزرتے پہچان ہی نہیں پڑ رہی تھی کہ یہ وہی راستہ ہے جہاں سے ایک دن پہلے بھنگڑا ڈالتے خوشی کے ڈھول بجاتے شادیانے گاتے ایک برات گزری تھی۔ اب اسی راستے پر کچی مٹی کے مکان زمین بوس ہو چکے تھے کئی مکانوں کی دیواریں اکھڑ چکی تھیں۔ لوگ گھٹنوں گھٹنوں پانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ننھے بچے مردوں کے شانوں سے لگے ہوئے تھے۔

ان دونوں نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی کہ نہ جانے گھر کا کیا حال ہو گا....؟

گھر میں داخل ہو کر جو منظر اس کے سامنے تھا اسے دیکھ کر دونوں کو جیسے سکتہ سا ہو گیا وہ رب کا جتنا شکر ادا کرتے کم تھا۔ معجزاتی طور پر سب کچھ محفوظ تھا۔ پانی ٹخنوں کو بھی بمشکل چھو رہا تھا۔ دونوں بے یقین

کے عالم میں کمرے میں دوڑے۔ اپنے بچنے سے گھر کا جائزہ لے لیا۔ مگر کوئی خاص نقصان سامنے نہیں آیا۔

یہ تو معجزہ ہے، مالک کا احسان ہے۔' شفیق کی آواز رندھ گئی تھی۔

اسے اپنی دکان کا خیال آیا جہاں باہر بھیجا جانے والا سامان تیار پڑا تھا۔

میں دکان کی خبر لیتا ہوں۔ شفیق جلدی سے گھر سے باہر نکلا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ سامنے سے آتے چند دوستوں نے خبر دی کہ اس کی دکان پوری طرح ڈوب گئی ہے۔

گھر اس ناگہانی آفت سے مکمل محفوظ رہا تھا لیکن اس کی دکان مکمل طور پر ختم ہو گئی تھی۔ پانی سامان کے ساتھ وہ رقم بھی بہالے گیا تھا جو شفیق نہ جانے کب سے نئی دکان کے لئے جمع کر رہا تھا۔ اسے اب نئے سرے سے سب کچھ شروع کرنا تھا۔ پھر بھی وہ شکر گزار تھا رب کا کہ اس کا گھر اور گھر والے محفوظ تھے ورنہ تو ایسے کئی تھے جن کے گھر اور روزگار دونوں ہی از سر نو شروع ہونے تھے۔

کچھ دن تو سکینہ کے پاس موجود جمع پونجی سے نکل گئے۔ سکینہ کے پاس بھی زیادہ رقم جمع نہ تھی کچھ رقم وہ پچھلے ہی ہفتے زرینہ کو نئی مشین خریدنے کے لئے ادھار دے چکی تھی۔ گاؤں کی اکثریت کی مالی حالت تباہ ہو چکی تھی اس لئے کسی سے بھی مالی امداد کی توقع فضول تھی۔

کیوں پریشان ہو اب....؟ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ شفیق کو تھکا ہارا دیکھ کر اسے تسلی دینے لگی۔

میں ٹھیک ہوں۔ اس کے لہجے میں اداسی تھی وہ چارپائی پر سیدھا لیٹ گیا۔

کاش اس وقت وہ کچھ کر پاتی۔ اس نے دل سے رب کو پکارا۔

اماں اماں.....! مجھے گڑیا سے کھیلنا ہے۔ پارس سکینہ کے دوپٹے کا کونہ پکڑ کر جھول گئی اور وہ جیسے دنیا میں واپس آ گئی۔

اب اسے کیا سوجھی....؟ اچھا اچھا لا دوں گی.... اس نے پارس کو بہلایا۔

نہیں ابھی چاہئے.... پرانی والی۔ پارس نے ضد کی پرانی والی.... سکینہ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ ارے کہاں سے ڈھونڈوں وہ پرانی والی....؟ سکینہ کو یاد آیا پچھلے سال زرینہ نے ایک کپڑے کی گڑیا پارس کے لیے سی کر دی تھی۔

تب تو پارس نے اس میں کوئی دلچسپی نہ لی تھی۔ سکینہ نے وہ گڑیا کسی صندوق میں ڈال دی تھی۔

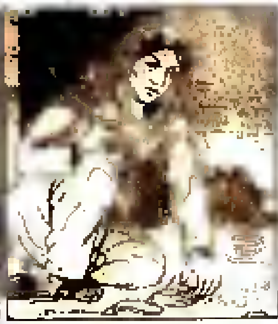
مگر اب اچانک اسے کیوں یاد آ گئی....؟

نہیں ابھی چاہیے ابھی۔ پارس کی ضد زور پکڑ گئی۔

اچھا ڈھونڈتی ہوں۔ وہ اس کی ضد سے مجبور اٹھ کر اس کی گڑیا ڈھونڈنے لگی

بچوں کے دماغ کا بھی کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ پتہ نہیں کب کیا چاہیے۔ نہ جانے کہاں رکھی ہے۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی سارے صندوق الماری چھاننے لگی۔ اس نے پلنگ کے نیچے جھانک کر دیکھا۔ وہاں پرانے کپڑوں کا صندوق رکھا تھا۔ شاید اسی میں ہو۔ اس نے گھسیٹ کر صندوق باہر نکال لیا اور بیزاری سے اس میں رکھے پرانے کپڑے جھاڑنے لگی۔ اس وقت اس کا دماغ شفیق کی پریشانی میں الجھا ہوا تھا۔

صندوق پلنگ کے نیچے پڑا تھا شاید اسی وجہ سے کپڑوں میں سیلن آ گئی تھی۔ وہ جلدی سے سارے کپڑے


نکال کر دھوپ میں لے آئی۔ کپڑے نکالتے ایک چادر پر اس کے ہاتھ رک گئے۔ یہ وہی مجذوب کی مرتی چادر تھی جس میں اس نے پارس کو لپیٹا تھا۔ سکینہ کی نظروں کے سامنے سارا منظر ایک فلم کی طرح گھوم گیا۔

ہاشم بابا میرے پیر سائیں۔ بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا۔ وہ مسکرا دی۔ اس نے دل ہی دل میں بابا کو سلام پیش کیا۔

چادر میں ابھی ہلکی سی نمی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے لپٹی چادر کو سکھانے کے لیے کھول کر جھاڑا۔ سورج کی روشنی میں ایک چمک سی اس کی آنکھوں میں پڑی اور چھن کی آواز کے ساتھ ہی نیچے زمین پر کچھ گرا۔ وہ جھک کر دیکھنے لگی اس کے پیروں کے پاس کچھ گرا تھا۔

سکینہ نے جھک کر غور سے دیکھا۔ وہ چند لمحوں تک انہیں یونہی دیکھتی رہی۔ حیرت سے اس کی آنکھیں اسی چمکدار چیز پر ٹک گئیں۔ اس نے آہستہ سے ہاتھوں میں اٹھا کر غور سے دیکھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

سوچی۔ وہ شفیق کی طرف تیزی سے چلی جو ابھی تک چارپائی پر آنکھیں موندھے لیٹا ہوا تھا۔

ارے اٹھو نا.... دیکھو تو یہ کیا ہے....؟ اس کے لہجے میں حیرت و استعجاب کے ملے جلے جذبات تھے۔ آواز میں کپکپاہٹ صاف جھلک رہی تھی۔

کیا ہوا....؟ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

پارس کے کہنے پر میں اس کے لیے گڑیا تلاش کرنے گئی تھی۔ وہ گڑیا تو ابھی تک نہیں ملی لیکن اس تلاش میں یہ سکے ملے ہیں۔

دیکھو سکینہ نے بند مٹھی اس کی ہتھیلی میں کھول دی۔ شفیق نے سونے کے سکوں کو غور سے دیکھا

یہ تیرے پاس کہاں سے آئے۔

یہ۔ اس میں سے اس نے لرزتے کانپتے انگلی سے چادر کی طرف اشارہ کیا۔

مطلب....؟

پارس کے کہنے پر گڑیا تلاش کر رہی تھی اس دوران کپڑوں میں یہ سکے مل گئے ہیں۔ سکینہ بمشکل بول پائی

شفیق سکوں کو رگڑ کر پھر کان کے قریب لے جا کر بجا کر دیکھنے لگا۔

یہ تو اصلی ہیں۔ میرا مطلب اصلی سونے کے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو بے یقینی سے تک رہے تھے۔

جاری ہے



عقل حیران ہے...!
سائنس خاموش ہے...!

دلچسپ، عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعات و آثار
سائنس جن کی حقیقت سے آج تک پردہ نہ اٹھا سکی.....

انسان سائنسی ترقی کی بدولت کہکشانی نظام سے روشناس ہو چکا ہے۔ سمندر کی تہہ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہا ہے۔ زمین کے بطن میں اور ستاروں سے آگے نئے جہانوں کی تلاش کے منصوبے بنا رہا ہے۔ یوں تو سائنس نے انسان کے سامنے کائنات کے حقائق کھول کر رکھ دیے ہیں لیکن ہمارے اردگرد اب بھی بہت سے ایسے راز پوشیدہ ہیں جن سے آج تک پردہ نہیں اٹھایا جا سکا ہے۔

آج بھی اس کرۂ ارض پر بہت سے واقعات رونما ہوتے ہیں اور کئی آثار ایسے موجود ہیں جو صدیوں سے انسانی عقل کے لیے حیرت کا باعث بنے ہوئے ہیں اور جن کے متعلق سائنس سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔

ایل ڈوراڈو... سونے کا شہر

سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات اور قیمتی موتی، انسان کی ہوس اسے ان اشیاء کے حصول پر مجبور کرتی ہے۔ ان کوششوں میں بعض اوقات اپنی جان کے لالے بھی پڑ جاتے ہیں، کبھی انسان درندگی کے شرمناک مظاہرے بھی کرتا ہے۔

سولہویں صدی عیسوی میں مغرب کی ہوس نے مشرق اور مغرب بعید پر چڑھائی کرائی۔ اس زمانے میں قزاقوں نے ... تیار ہونے والی



روایات پھیلی ہوئی تھیں کہ جنوبی امریکہ میں ایل ڈوراڈو El Dorado نام کی ایک سنہری سرزمین ہے۔ جس کے فرش اور دیوار سونے کے ہیں۔ یاقوت، زمرد اور پکھراج اس کے گلی کوچوں میں بے مایہ پتھروں کی طرح بکھرے پڑے رہتے ہیں۔ وہاں کی مٹی بھی سونا ہے اور پانی بھی سونا۔ ہر طرف سونا ہی سونا ہے۔

یہ سرزمین کہاں ہے اور کدھر ہے.....؟ یہ کسی کو نہیں معلوم۔ بہت لوگ اس کی تلاش میں نکلے اور بہتوں نے اس تلاش میں جان گنوائی مگر نہ اس سرزمین کا سراغ ملا نہ سونے کی جھلک نظر آئی۔

اس شہر سے وابستہ داستانوں کی ابتدا، جنوبی امریکا کے ملک کولمبیا سے ہوئی ہے۔ کولمبس کے ہاتھوں براعظم امریکا دریافت ہونے کے بعد سولہویں صدی کے ابتدائی حصے میں جب ہسپانیہ کے حملہ آور (جنہیں کونکوسٹاڈور conquistador کہا جاتا تھا) اس نئی دنیا میں پہنچے تو انہوں نے وہاں کے قدیم باشندوں (جن کو وہ وحشی سمجھتے تھے) کی بہت سی حیرت انگیز اور عجیب و غریب باتیں دیکھیں اور سنیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان وحشی ریڈ انڈین قبائل کے ہاں سونے کی اشیاء کی اس قدر فراوانی ہے کہ جیسے مغربی دنیا میں لوہے کی اشیاء کی۔ انہوں نے ان قبائل کا محاصرہ کر لیا۔ ریڈ انڈینز بے چارے اس مخلوق کو پہلی مرتبہ دیکھ رہے تھے جس کے پاس چار ٹانگوں والا پھرتیلا سواری کا جانور (گھوڑا) تھا۔ انہوں نے بیل گاڑی کے پہیوں کی شکل اور جسامت کے سونے کے بڑے بڑے گول چکر ان ہسپانیوں کی خدمت میں پیش کیے تاکہ وہ ان علاقوں سے چلے جائیں مگر ان کو یہ حرکت بڑی مہنگی پڑی۔ ہسپانویوں نے اتنا سونا دیکھا تھا تو ان کی رال ٹپک پڑی اور پھر ان ریڈ انڈینز کا وہ حشر ہوا کہ توبہ ہی بھلی۔

ہسپانوی لٹیروں نے شمالی اور جنوبی امریکا کے سادہ لوح ریڈ انڈینوں سے پہلے پہل تو شیشے کے چمکدار ٹکڑوں کے عوض سونے کی اشیاء کا تبادلہ کیا۔ کیونکہ ریڈ انڈین یہ جانتے ہی نہیں تھے کہ سونے کی ایک چمکدار دھات نے سفید چمڑی والوں کے ہاں کس قدر طوفان بپا رکھا ہے۔ وہ شیشے کے چمکدار ٹکڑوں کو زیادہ قیمتی خیال کرتے رہے۔ مگر ہسپانوی اس سستے سودے پر مطمئن بھی نہیں تھے۔ بس ہوس تھی تو یہ کہ سونے کے تمام ذخائر پر قبضہ کر لیا جائے۔ ہسپانویوں نے لاطینی امریکا کے قدیم باشندوں سے بہت زیادہ سونا اکٹھا کیا کہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اس سرزمین پر سونے کے بے اندازہ ذخیرے کہیں موجود ہیں۔

ایل ڈوراڈو شہر کے حوالے سے سن گن پہلی بار 1531ء میں ملی۔ جب اس شہر کے مہا پجاری سے ملاقات کا ذکر ہسپانوی فوج کے ایک لیفٹیننٹ مارٹی نیز Martinez نے کیا۔ اس کا اصل نام ڈائیگو ڈی اورڈاز Diego de Ordaz تھا۔

اس کا بیان ہے کہ وہ ایک سمندری سفر پر کولمبیا جا رہا تھا کہ ایک مقام پر اس کا بحری جہاز غرقاب ہو گیا تاہم الف لیلیٰ والے سندباد کی طرح لیفٹیننٹ مارٹی بھی بچ گیا۔ ساحل پر آنکھ کھلی تو خود کو ایک انجانے قبیلے میں پایا جس کا نام اسے بعد میں میوئسکا اور اس کے سردار کا نام، جو قبیلے کا مہا پجاری بھی تھا ایل ڈوراڈو بتایا گیا۔ (بعد میں باہر کی دنیا میں اس شہر کا نام بھی



ایل ڈوراڈو ہی مشہور ہوا)۔ لیفٹیننٹ مارٹن نے واپس پر آ کر بتایا کہ یہ ایک سونے کا شہر ہے، جہاں ہر شے سونے کی ہے، اس کے بادشاہ ایل ڈوراڈو نے اس کی خوب خاطر تواضع کی۔

سیبیسٹیان ڈی بین الکزر (Sebastin de Belalczar) ہسپانوی میں سے ایک تھا جنہوں نے ایک نئی دنیا دریافت کرنے کے بعد لاطینی امریکا میں سلطنت قائم کرلی۔ وہ ہسپانوی فاتح فرانسسکو پیزارو کا چیف لیفٹیننٹ تھا۔ اس نے چند مرغ ہندی یا انڈین باشندوں کی زبانی سن کر ان کی دیومالائی اور لوک داستانیں قلمبند کیں۔ ریڈ انڈینز کے مطابق.....

"ہزاروں برس قبل زمین پر نہ جانور تھے نہ انسان، چاند دیوتا کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپک کر زمین پر گرا اور جھیل گوآٹاویٹا وجود میں آئی۔ جو مقدس جھیل مانی جاتی ہے۔ چبچا قبیلے کے مرغ ہندی اسے قدرت کا تحفہ سمجھتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ اس جھیل کی تہہ میں ایک دیوی مہیب اژدھے کی صورت میں سو رہی ہے، جو شخص اس جھیل کے ساکن پانی کو چھوتا ہے وہ اس دیوی کی نیند میں خلل ڈال کر جگا دیتا ہے اور پھر زندہ لوٹ کر نہیں آتا۔ ایک مرتبہ چبچا قبیلے کی ملکہ اور شہزادی بھی اسی طرح غائب ہوگئے، چنانچہ اس دیوی کے قہر سے بچنے کے لیے ہر سال چبچا قبیلے کا بادشاہ اس دیوی کے لیے نذرانے چڑھاتا ہے جو آہستہ آہستہ ایک باقاعدہ رسم کی صورت اختیار کر گیا۔ بعد میں آنے والے ہر بادشاہ نے اس رسم کو زندہ رکھا۔ یہ رسم کچھ یوں تھی کہ سردار گوآٹاویٹا دیوی کی قربانی گاہ پر حاضری دیتا اور وہاں نذرانے چڑھاتا۔ یہ رسم ایک بڑی جھیل کے عین درمیان میں ادا کی جاتی۔ جہاں ایک بجرے کے ذریعے پہنچا جاتا تھا۔ بجرا اندر سے تیار رکھا گیا اور اسے قیمتی اشیاء سے سجایا گیا۔ اس موقع پر سردار کو خوش گوار عطریات اور تیل سے نہلایا جاتا اور اس کے جسم پر سونے کے ذرات اس قدر ملتے ہیں کہ اب وہ سونے کا ایک جیتا جاگتا انسان نظر آتا تھا۔ چنانچہ اسے "ایل ڈوراڈو" (سونے سے بنا ہوا) کا لقب دیا گیا۔ پھر اسے بجرے میں سوار کر دیا جاتا اور اس کے قدموں میں سونے کا ڈھیر، جواہرات وغیرہ رکھ دیے جاتے، وہ اس میں گھٹنوں تک ڈوب جاتا۔ بجرہ دھیرے دھیرے ساحل سے جھیل کے وسط تک ایسے مقام پر پہنچ جاتا تھا جہاں سے اس کا فاصلہ ساحل سے ہر طرف یکساں تھا۔ یہاں پہنچ کر ایل ڈوراڈو قدموں میں لگے سونے جواہرات کا ڈھیر پانی میں گرا

دیتا اور اس کے بعد خود بھی پانی میں ڈبکی لگا دیتا اور اس کے جسم سے سونے کے ذرات پانی میں پھیل جاتے، پھر بجرہ آہستہ آہستہ ساحل کی سمت آتا۔ اس رسم سے واپس لوٹنے والا ایل ڈوراڈو دیوتاؤں کا چہیتا اور سردار کہلاتا۔

یہ کہانی سن کر سونے کے مہم جو متلاشی جوق در جوق عازم امریکا ہوئے جبکہ ان کے پہنچنے سے بہت پہلے ہسپانوی فاتحین (Conquistadores) نے میوسکا قبیلے کے سونے کے ذخائر ان سے چھین چھان لیے تھے۔ یہ سونا اور جواہرات اہل قبیلہ بیرونی دنیا کے ساتھ تجارت یعنی مال کے بدلے مال کی صورت میں حاصل کرکے جمع کیا کرتے تھے۔ ہسپانیوں نے قبیلے کے علاقے بھی اپنے قبضے میں لے لیے، معصوم قبائلی یا تو مارے گئے یا ہجرت کر گئے یا رعایا بنا لیے گئے۔ ان کا علاقہ، جو ان کی دیوی گوآتا ویتا کے نام پر ہے، آج بھی کولمبیا کے علاقے بوگوتا میں موجود ہے۔

سونے کے حصول کے لیے ہسپانوی قزاق کو رٹیز Cortex میکسیکو کے ازتک قبائل پر حملہ آور ہو گئے۔ انہوں نے ایک ایک ازتک قبیلے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا، لیکن سونے کے اصل ذخائر کا پتہ نہ چل سکا۔ اس دوران پورے یورپ میں انڈین اقوام کے پاس سونے کے ناقابل تصور ذخائر کی خبر پھیل چکی تھی۔ پھر کیا تھا لٹیروں کے گروہ در گروہ ہستی گنگا سے ہاتھ دھونے کو تیار ہو گئے۔

کتنے ہی لوگ اس تلاش میں نکلے۔ سونے کی تلاش میں بہت خاک چھانی، دربدر کی ٹھوکریں کھائیں مگر ایلڈوراڈو کا پتہ نہ پایا۔ ان کی مہمات کے دوران ہر بار ایسا لگتا تھا کہ بس اب پہنچنے ہی والے ہیں، ایلڈوراڈو بس چند قدم کے فاصلے پر ہے، اگلی پہاڑی یا اگلے دریا سے آگے۔ مگر وہ اگلی پہاڑی یا اگلا دریا بھی ریگستان کے سراب کی طرح نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔ ایلڈوراڈو بھی کسی خوابوں میں ہی بسا رہا، حقیقت بن کر نظروں کے سامنے کبھی نہ آیا۔

1536ء میں ایک سپاہی "گونزالو ڈی قوئی سادا" اپنے ہمراہ چھ سو سپاہی اور 85 گھوڑے لے کر سونا لوٹنے نکل کھڑا ہوا۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ جنوبی امریکا میں اینڈیز پہاڑوں میں ایک بے پناہ دولت مند تہذیب موجود ہے جس کا بادشاہ "ایل ڈوراڈو" ہے۔ وہ اپنے جسم پر سونے کا برادہ چھڑک کر سونے اور جواہرات ساتھ لے کر ایک مقدس جھیل گوآتا ویتا میں جاتا ہے اور یہ سب کچھ دیوتاؤں کے نام پر پانی میں پھینک دیتا ہے۔ قوئی سادا اور اس کے ہمراہیوں کا ارادہ ایلڈوراڈو سے یہی سونا چھیننے کا تھا اور جھیل میں ڈبوئے جانے والے سونے پر بھی ان کی نظر تھی۔

ہسپانوی لشکر سفر کی بے پناہ صعوبتیں اٹھاتا دلدلوں سے بچتا بچاتا جنوبی امریکا کے گھنے جنگلات میں سے نکل کر اندرونی میدانوں تک پہنچا تو اسے بدترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں ننگ دھڑنگ آدم خور وحشیوں نے ان پر زہریلے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس آفت سے چھٹکارا پانے کے بعد آخر وہ اینڈیز کے پہاڑوں میں جا پہنچے۔ اب تک ان کے دو سو ساتھی اس سفر میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ ان کا ارادہ ایلڈوراڈو سے جھڑپ کرنے کا تھا۔ مگر وہاں کوئی ایک ایلڈوراڈو تھا....؟ وہ علاقہ تو ریڈ انڈین قبائل سے بھرا پڑا تھا۔

یہاں ریڈ انڈین قبائل چبچا اور موئسکا نے موجودہ کولمبیا کے دو علاقوں بگوتا اور تنجہ پر حکمرانی قائم کر رکھی تھی۔ یہ لوگ قدیم خوردوں کے مقابلے میں نسبتاً مہذب تھے۔ لیکن ہسپانوی اور گھوڑے جیسی مخلوق دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے تھے۔ ہسپانوی دھڑلے سے تنجہ میں داخل ہو گئے۔ بے چارے چب چا شہر سے بھاگ گئے تھے اور اپنا سونا پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ قوئی ساڈا نے یہاں زبردست لوٹ مار کے بعد بگوتا کا رخ کیا۔ یہاں کے بادشاہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا مگر اس وقت اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا جب اسے معلوم ہوا کہ شاہی خزانہ بڑی ہوشیاری سے غائب کر دیا گیا ہے ریڈ انڈینوں پر بے پناہ تشدد کیا گیا لیکن انہوں نے خزانے کا پتہ نہ بتایا۔

1540 میں انکا (Inca) سلطنت کے ہسپانوی فاتح فرانسسکو پیزارو کے سوتیلے بھائی گونزالو پیزارو ایکویڈور کے شمالی صوبے کوئٹو کا گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ گونزالو نے یہاں کے باشندوں سے سنا کہ دور مشرق کی سمت ایک ایسی وادی ہے جو دار چینی اور سونے کے ذخائر سے مالا مال ہے۔ یہ باتیں تواتر سے سننے کے بعد گونزالو کے دل میں قسمت آزمانے کی سمائی۔ سو اس نے 340 سپاہی تیار کیے اور اپنے صوبے کے 4 ہزار افراد لیے اور 1541 میں سمت مشرق روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا بھتیجا فرانسسکو ری اوریلانا بھی تھا۔

کام خاصا دشوار نکلا رستے میں بھوک، پیاس، بیماریوں اور حملہ آوروں نے اس کے بہت سے ہم راہی مار دیے جس پر اس نے ایک مقام پر خود تو ہتھیار ڈال دیے البتہ اپنے بھتیجے کو مہم جاری رکھنے کا حکم دیا۔ اوریلانا کو کچھ ملا یا نہیں البتہ چلتے چلتے اس نے ایمے زون کا علاقہ دریافت کر لیا۔ یہ لٹا پٹا لشکر جب اس علاقے میں پہنچا تو عورتوں کی ایک فوج نے ان پر حملہ کر دیا۔ اس پر اوریلانا نے انہیں ایمے زون کا نام دیا۔ یونانی دیومالا میں جنگ جو عورتوں کی ایک قوم کا ذکر ہے جسے یونانی زبان میں ایمے زونی خواتین کا نام دیا جاتا ہے۔ اس علاقے میں بہنے والے دریا کا نام بھی ایمے زون پڑ گیا جو دنیا کا دوسرا سب سے طویل دریا تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس مہم کی ناکامی کے بعد سولہویں صدی کے وسط میں وینزویلا کے ساحل کورو سے ایک گروہ اور دوسرا بوگوتا سے ایل ڈورڈو کی تلاش میں نکلا۔ لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔

اب سونے کے حصول کے لیے سب کی نگاہیں جھیل گواتا ویتا کی جانب اٹھیں۔ قدیم روایات کے مطابق ہر نیا بادشاہ اپنی حکومت کی ابتداء میں جھیل گواتا ویتا میں دیوی کے نام پر سونا اور قیمتی پتھر پھینکا کرتا تھا۔ اولین کوشش قوئی ساڈا کے بھائی ہرنن نے کی۔ اسے معلوم ہوا کہ 1550ء میں ایک شخص لیون نے کہا تھا کہ اگر جھیل سے پانی نکال دیا جائے تو خزانہ حاصل کرنا مشکل نہ ہوگا پس ہرنن نے بہت سے انڈین جمع کیے اور انہیں تھیلوں میں جھیل سے پانی نکال کر دور پھینکنے کے کام پر لگا دیا۔ مگر یہ کام موثر ثابت نہ ہوا اور ہرنن کو سونے کی تھوڑی سی مقدار ہی مل پائی۔ اس کے بعد ہسپانوی سوداگر سیپل ویڈا نے آٹھ ہزار انڈین مزدوروں کے ذریعے جھیل خالی کرانے کے عظیم منصوبے کا کام شروع کیا۔ ابتداء میں کامیابی ہوئی اور انڈین سرداروں کے چھاتی پر سجائے جانے والے سونے کے زیورات دریافت کیے گئے پانی کی سطح بھی بیس میٹر کے قریب گرا دی گئی۔

مگر ایک روز بڑا سخت حادثہ ہوا جھیل سے نکالا ہوا سارا پانی بند توڑ کر کئی مزدوروں کو ہلاک کرتا ہوا واپس جھیل میں بھر گیا۔ سپیل ویڈا کی کمر ٹوٹ گئی وہ بڑی کسمپرسی کے عالم میں مرا۔

1801ء میں ایک مشہور جرمن محقق الیگزینڈر ہمبولٹ نے جب یہ کہا کہ جھیل کی تہہ میں تین سو ملین ڈالر کا خزانہ موجود ہے تو اور بہت سے لوگوں کو بھی شوق چرایا۔ برطانوی بحریہ کے کپتان کاچرین نے جھیل کے پاس نہریں کھود کر پانی نکالنے کا منصوبہ تشکیل دیا۔ مگر جھیل کے پانی نے ان نہروں کو توڑ کر کاچرین کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔

کیا جھیل خالی نہیں ہو سکتی....؟ اکثر لوگوں کا یہی خیال تھا اس لیے کوئی بھی سرمایہ لگانے کے لیے تیار نہ تھا۔

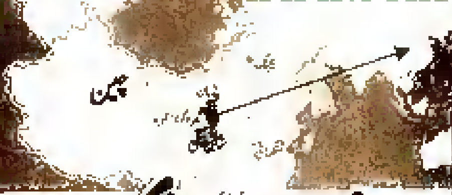
مگر 1899ء میں سرمایہ داروں نے ایک انجینئر ہرنانڈو ڈی بیلا کی خدمات حاصل کیں۔ اس بیدار مغز شخص نے وہ کر دکھایا جو صدیوں سے مشکل تصور ہوتا تھا۔ اس نے زیر زمین ایک سرنگ کھدوائی جو جھیل کی تہہ میں ملتی تھی۔ جھیل کا سارا پانی اس زمین دوز سرنگ کے ذریعے باہر نکال دیا گیا۔ لیکن یہ دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گئے کہ تہہ میں گاد اور کیچڑ کی ایک موٹی تہہ بچھی ہوئی ہے۔ اس میں سے خزانے کو کیسے نکالا جاتا....؟

رہی سہی امید اس وقت ختم ہو گئی جب دھوپ کی شدت سے کیچڑ کنکریٹ کی مانند سخت ہو کر خشک ہو گیا اور پھر تھوڑے ہی عرصے بعد جھیل دوبارہ پانی سے بھر گئی۔

1932ء میں غوطہ خوروں نے خزانہ نکالنے کی کوشش کی مگر کیچڑ کی تہہ دوبارہ آڑے آئی اور ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ 1935ء میں بے شمار ناکامیوں کے بعد ایک اور بحری انجینئر نمبر لے نے جھیل کی تہہ پر فولاد کے ایک گولے پر پنجے نما ساختیں لگا کر ورنچ کا کام لیا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ جھیل گواٹاویٹا نے اپنے خزانے کو اگلنے سے انکار کر دیا ہے۔

سب سے اہم تحقیق اپنے وقت کے بہت بڑے عالم فاضل، محقق، فلسفی اور شاعر سر والٹر ریلی نے 1595ء میں کی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ ایل ڈوراڈو نام کا ایک شہر جنوبی امریکا کی ریاست گھانا کے دریائے اورینوکو سے دور دراز ہے تاہم ایک بڑی جھیل کے کنارے بھی واقع ہے۔ ایل ڈوراڈو ایک عرصے تک اس تحقیق کے باعث برطانوی اور دوسرے یورپی محققوں کی توجہ بنا رہا اگلی دو صدیوں تک خزانے کے حصول کی ناکام کوششیں جاری رہیں۔ تاہم بعد میں انیسویں صدی کے اواخر میں جرمن محقق الیگزینڈر ہمبولٹ نے خود لاطینی امریکا کا سفر کیا اور ایل ڈوراڈو کے وجود کا انکار کیا جس کے بعد یورپی نقشوں سے اس شہر ناموجود کو ہٹایا گیا۔ ادب و شعر کے علاوہ اس شہر پر درجن بھر فلمیں بھی بن چکی ہیں۔ یہ تو ثابت ہو گیا کہ اس شہر کا کوئی وجود نہیں ہے تاہم ایل ڈوراڈو ایک استعارہ بن گیا۔

سیکڑوں برس گزر گئے لیکن آج بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو سونے کی سرزمین ایل ڈوراڈو کو حقیقی مانتے ہیں اور اس کی تلاش میں لگے رہتے ہیں، لیکن ایل ڈوراڈو کی سرزمین ایک ایسا خواب بن گئی ہے جس کی جستجو تو سب کو ہے مگر جس کو حاصل کرنا بہت مشکل بلکہ شاید ناممکن ہے۔



عجیب

دنیا بھر میں رونما ہونے والے دلچسپ اور عجیب واقعات

ٹیراکوٹا جنگجو

چین کی قن سلطنت کے پہلے شہنشاہ قن شی ہوانگ Qin Shi Huang (221 قبل مسیح-206 قبل مسیح) کا شمار چین کے بہترین حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ قن شی ہوانگ ہی وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے کامیابی کے ساتھ تمام حریف ریاستوں کو شکست دے کر ایک جگہ متحد کیا اور ملک چین کی بنیاد ڈالی جو اس سے قبل چنگ کوا کہلاتا تھا۔ قن شی ہوانگ نے ہی شمالی تاتاریوں کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لیے دنیا کی سب سے لمبی اور مضبوط دیوار "دیوار چین" تعمیر کی۔ اس کے دور میں طب، زراعت، ریاضیات اور سائنس نے بے انتہا ترقی کی۔ کہا جاتا ہے کہ قن شی ہوانگ کا مقبرہ 7 لاکھ مزدوروں نے مل کر تعمیر کیا۔ قن سلطنت کے پہلے شہنشاہ کے مقبرے کے کمپلیکس کی تیاری ان کے اقتدار میں آنے کے فوری بعد ہی شروع ہو گئی تھیں اور ان کے انتقال کے بعد تک یہ کمپلیکس مکمل نہیں ہو سکا۔ تعمیر کے دو ہزار برس بعد 1974ء میں کسانوں نے اتفاقیہ طور پر دریافت کیا تھا اور اس کی کھدائی کا کام اب تک جاری ہے۔ اس کے دریافت کے کئی برسوں بعد بھی شہنشاہ قن شی ہوانگ کی قبر کی ابھی کھدائی نہیں کی گئی ہے۔ لیکن ان میں دفن ٹیراکوٹا فوج کے مجسمے کی وجہ سے یہ چین میں سب سے زیادہ سیاحوں کی پرکشش مقامات میں سے ایک بن گیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس مقبرے میں موجود تین گڑھوں میں ٹیراکوٹا فوج کے آٹھ ہزار سے اوپر فوجی مجسمے، 130 رتھ، 520 گھوڑے، 150 گھڑسوار اور تیر اندازوں کی اکثریت ابھی تک دفن ہے۔ اس کے علاوہ بازی گروں اور کھلاڑیوں، سازندوں اور پرندوں کے مجسمے بھی دریافت ہوئے ہیں۔

آثار قدیمہ کے ماہرین کے مطابق تاریخ میں یہ وسیع پیمانے پر تعمیر کا پہلا واقعہ تھا اس میں مزدوروں نے بڑی تعداد میں حصہ لیا اور ان کے بنائے گئے مجسموں کو بعد میں یک جگہ کیا گیا۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان تمام مجسموں کا قد کاٹھ، شکل و صورت وغیرہ اصل زندگی کے فوجیوں کی طرح ہیں۔ ہر جنگجو کے مجسمے کا ایک انفرادی چہرہ، لباس اور بالوں کا انداز رکھتا ہے، اس کے باوجود کہ اس مقبرے کی دریافت سے قبل ہی ان مجسموں کے ہتھیار چوری کر لئے گئے اور رنگ کافی حد تک منہدم پڑ گیا ہے۔ لیکن ان کا وجود ان کی تعمیر میں خوش محنت اور مہارت لوگوں کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔





ژیا کونا مقبرہ کا کمپلیکس، جہاں 8 ہزار سے زائد مجسمے ایک حیرت انگیز منظر پیش کرتے ہیں

قدیم زمانے میں صدیوں تک صوبہ شان سی کا شہر چنگ یان جو اب ہنگ یان کہلاتا ہے چین پر حکومت کرنے والی گیارہ سلطنتوں کا دارالحکومت رہا ہے۔ یہاں بہت سے بادشاہوں کے شاندار مقبرے ہیں جن میں کن خاندان کے پہلے بادشاہ کا مقبرہ بھی شامل ہے۔ اس وقت کے رواج کے مطابق جب 246 قبل مسیح میں تیرہ سال کی عمر میں وہ بادشاہ زینگ کی حیثیت سے تخت پر بیٹھا تو سب سے پہلے اس نے اپنا مقبرہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ 475 قبل مسیح سے لے کر 221 قبل مسیح تک ڈھائی سو سال کا دور چین کی تاریخ میں جنگجو ریاستوں کا دور کہلاتا ہے۔ اس دوران چین میں مختلف فوجی اتحاد قائم ہوتے رہے اور اقتدار کی کشمکش جاری رہی.... بادشاہ زینگ نے اس کشمکش کو ختم کرکے چین کو مستحکم اور متحد کیا۔ زینگ اپنے آپ کو کن سلاطین کے سلسلے کا پہلا بادشاہ کہتا تھا۔ لیکن کن خاندان اس کی موت کے بعد صرف تین سال تک حکومت کرسکا۔

موجودہ ہنگ یان سے پندرہ میل (چوبیس کلو میٹر) مشرق میں اس پہلے بادشاہ کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرے کو سات لاکھ مزدوروں اور ہنرمندوں نے بنایا تھا۔ اس مقبرے کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا وہ کوہ لی شن کے قریب کو سات لاکھ مزدوروں اور ہنرمندوں نے بنایا تھا۔ اس مقبرے کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا وہ کوہ لی شن کے قریب دریائے وی کے شمالی کنارے پر تھی۔ زمین کے بہت نیچے کاریگروں نے ایک بہت شاندار محل تعمیر کیا جو خزانے سے بھرا ہوا تھا اور اس میں ایک ایسا مشینی نظام نصب کیا گیا جس کے تحت دریا اور تالاب کا پانی ایک پرزے کو دبانے سے آنے والے مہمانوں کی طرف اس طرح اچھل کر جاتا جیسے کمان سے تیر نکل



ایسا لگتا ہے کہ یہ جنگجو فوجی قطار در قطار کھڑے اپنے بادشاہ کا استقبال کر رہے تھے

کر حملہ کرتا ہے۔ اس کے ارد گرد دو ہم مرکزی دیواریں بنائی گئیں اندرونی مربع دیوار پچیس میل لمبی تھی جبکہ بیرونی مستطیل دیوار 305 میل لمبی تھی۔

آج کل مٹی کا ایک 154 فٹ اونچا مخروطی شکل کا ڈھیر جو درختوں سے چھپا ہوا ہے۔ مقبرہ کی جگہ کی نشاندہی کرتا ہے لیکن یہ مقبرہ اب تک پوری طرح دریافت نہیں ہوا یوں لگتا ہے کہ کن خاندان کے پہلے بادشاہ نے آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے مزید ایسے عجوبے چھوڑے ہیں جنہیں وہ دریافت کریں اور ان کی شان و شوکت دیکھ کر حیرت زدہ ہوں۔

مارچ 1974ء میں چند مزدور اس مقبرے سے ایک میل مشرق میں ایک کنواں کھود رہے تھے تو وہ وہاں انسانی جسامت کے برابر سرخی مائل بادامی رنگ کے مجسمے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر جب ماہرین نے آکر یہاں مزید کھدائی کی تو انہوں نے چین کی تاریخ کے عظیم قدیمہ دریافت کر لیے۔ یہاں ہزاروں کی تعداد میں ایسے مجسمے موجود ہیں اس کے ساتھ ہی گھوڑے، گھوڑا گاڑیاں اور دھات کے بنے ہتھیار بھی بھاری تعداد میں ملے ہیں۔ ایک خاص ترتیب سے کھڑی فوج دو ہزار سال قبل مٹی کے نیچے دفن ہوگئی تھی۔ ان مجسموں کے دریافت ہونے کے بعد سے اب تک کئی مقامات پر بڑے بڑے گڑھے کھودے گئے۔ گڑھا نمبر ایک جو سب سے بڑا ہے اس کے مجسموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیرا کوتا کے یہ مجسمے ایسی اینٹوں پر کھڑے ہیں جن کے اندر لکڑی لگائی گئی ہے۔ ان مجسموں کو تیار ہونے کے فوراً بعد ان اینٹوں کے ساتھ منسلک کیا گیا تھا۔ اب تک ان میں سے زیادہ تر کو کھود کر نکالا جا چکا ہے اور ان کی مرمت



حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان تمام مجسموں کا قد کاٹھ، شکل و صورت وغیرہ اصل زندگی کے فوجیوں کی طرح ہیں۔
ہر جنگجو کا مجسمہ ایک انفرادی چہرہ، لباس اور بالوں کا انداز رکھتا ہے۔



سپہ سالار، سپاہی، تیر انداز، گھڑ سوار، بگھی بان، کرتب باز، ہر ایک مجسمہ منفرد انداز سے ایک دوسرے سے مختلف بنایا گیا۔

کر کے دوبارہ اس گڑھے میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ یہ گڑھا جس نے اس مقام پر نمائشی ہال کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ 755 فٹ (330 میٹر) لمبا اور 246 فٹ (بجھتر میٹر) چوڑا ہے اور ایک بہت بڑی محرابی چھت سے ڈھکا ہوا ہے۔ اب یہ چن کے پہلے بادشاہ کے تیرا کوٹا جنگجوؤں کا عجائب گھر کہلاتا ہے۔ اس عجائب گھر کو عام لوگوں کے لیے 1979ء میں کھولا گیا تھا۔ اس عجائب گھر کے اردگرد اسی قسم کے اور گڑھے کھودے گئے ہیں۔ یہ اگرچہ اتنے بڑے نہیں لیکن مجسموں کی وجہ سے پہلے گڑھے جتنے ہی قابل دید ہیں۔

ان مجسموں کی دریافت سے معلوم ہوتا ہے کہ چن خاندان کے دور حکومت میں مجسمہ ساز اپنے کام میں کس قدر ماہر تھے۔ ان مجسموں کو اس وقت دلکش رنگوں سے پینٹ کیا گیا ہوگا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ رنگ مٹ گیا ہے۔ یہ مجسمے اس وقت کی شاہی فوج کے پیدل سپاہیوں، تیر اندازوں اور گھوڑ سواروں پر مشتمل ہیں۔ ان مجسموں کے چہروں پر پھیلے مختلف تاثرات انہیں دیگر مجسموں سے منفرد کر دیتے ہیں۔ ان میں سب سے اونچا اور پراسرار مجسمہ 605 فٹ اونچا فوج کے سپہ سالار کا مجسمہ ہے اس کی زرہ پر دلکش انداز کا کام کیا گیا ہے۔

ہر مجسمہ جو ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے اسے کسی سانچے کی مدد سے نہیں بنایا گیا۔ ان مجسموں کے سر، ٹانگیں اور بازو علیحدہ سے بنا کر انہیں مٹی کے ذریعہ دھڑ کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اس کے بعد عمدہ قسم کی مٹی کی ایک تہہ ان پر جمائی گئی اور اس تہہ پر چہرے کے تاثرات اور لباس کی مختلف تفصیلات کو ابھارا گیا۔ گھوڑوں کے مجسمے بھی اسی انداز میں بنائے گئے ہیں۔

ہزاروں کی تعداد میں دھات سے بنے ہتھیار جن میں تلواریں، نیزے، بھالے اور تیر کمان شامل ہیں ان مجسموں کے ساتھ رکھے ہیں کانسی کی بنی تلواریں اور بھالے اب تک اتنے ہی تیز ہیں جیسے کہ وہ دو ہزار سال قبل ہوں گے۔

تیرا کوٹا کے مجسموں کی یہ پوری فوج کیوں بنائی گئی اس کے بارے میں ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس سلسلے میں مختلف اندازے لگائے گئے ہیں۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ پہلے بادشاہ کے مقبرے کے مغرب میں یہ جگہ ایک معیاری شاہی شہر کی علامت ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ مجسمہ اس علامت کے طور پر بنائے گئے کہ وہ اس مقبرہ کی سدا حفاظت کرتے رہیں گے۔

❋

اس ماہ

ستمبر 2014ء
ذوالقعدہ / ذوالحج 1435ھ

اگر ہم انسانی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ ہر ملت و قوم و معاشرے پر کوئی نہ کوئی شخصیت، مذہب، ثقافت یا واقعات اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ اقوام نے انہیں یاد رکھنے کے لیے کچھ دن مخصوص کیے ہیں۔ یہ اہم دن، قوموں کی ثقافت کا حصہ بن کر تہواروں کا درجہ حاصل کر جاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو ہر اقوام میں کوئی نہ کوئی دن منسوب ہے اور ہر آنے والا نیا دن تہواروں، خوشیوں، غموں، تجربات اور یادوں کے نقوش مرتب کر رہا ہے۔

امن کا عالمی دن

21 ستمبر
2014

21 ستمبر کا دن عالمی امن کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ آج کا انسان باشعور، تعلیم یافتہ اور مہذب ہے۔ جدید ٹیکنالوجی نے اسے سیاروں تک پہنچنے کی صلاحیت عطا کر دی ہے لیکن ان سب کے باوجود آج دنیا بدامنی کا شکار ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں اس کے اثرات مختلف جبکہ ترقی پذیر اور غریب اقوام شدید ترین تخریبی کارروائیوں کا شکار ہیں۔

نومبر 1981ء میں اقوام متحدہ جنرل اسمبلی کی ایک قرارداد کی رو سے ہر سال 21 ستمبر کا دن امن کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے حکومتوں اور قوموں کے درمیان امن کے تصورات کو مضبوط بنانے پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ یہ دن منانے کا مقصد دنیا میں نفرتوں اور جنگ وجدل کو ختم کر کے محبت کو بڑھانا ہے۔ عالمی یوم امن کے موقع پر عالمی برادری توقع کرتی ہے کہ بڑے ممالک اپنی جابرانہ اور جنگی پالیسیوں کو ختم کر کے دنیا میں امن پھیلانے کیلئے اقدامات کریں گے۔ اس دن کی مناسبت سے مختلف ملکی اور بین الاقوامی تنظیموں سمیت امن کے لیے جدوجہد کرنے والی این جی اوز کے زیر اہتمام ورکشاپس، سیمینار اور دیگر تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ ریلیوں اور خصوصی واک کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

یوم دفاع پاکستان

6 ستمبر
2014

قوموں اور ملکوں کی تاریخ میں کچھ دن ایسے ہوتے ہیں جو عام ایام کے برعکس بڑی قربانی مانگتے ہیں۔ یہ دن فرزندان زمین سے حفاظت وطن کے لئے تن من دھن کی قربانی کا تقاضا کرتے ہیں، ماں سے ان کے جگر گوشے اور بوڑھے باپوں سے ان کی زندگی کا آخری سہارا قربان کرنے کا مطالبات کرتے ہیں۔ قربانی کی



لازوال داستانیں رقم ہوتی ہیں، سروں پر کفن باندھ کر سرفروشان وطن رزمگاہ حق و باطل کا رخ کرتے ہیں، آزادی کو اپنی جان و مال پر ترجیح دے کر دیوانہ وار لڑتے ہیں، کچھ جام شہادت نوش کر کے امر ہو جاتے ہیں اور کچھ غازی بن کر سرخرو ہوتے ہیں۔ تب جا کر کہیں وطن اپنی آزادی، وقار اور علیحدہ تشخص برقرار رکھنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

ایسا ہی ایک دن وطن عزیز پاکستان پر بھی آیا جب بھارت نے اپنے خبث باطن سے مجبور ہو کر ستمبر 1965ء کو پاکستان پر شب خون مارا۔ بھارت کا خیال تھا کہ راتوں رات پاکستان کے اہم علاقوں پر قبضہ کر لیں گے لیکن انہیں اندازہ نہیں کہ شیر سویا ہوا ہو پھر بھی شیر ہی ہوتا ہے۔ افواج پاکستان اور عوام پاکستان نے مل کر دیوانہ وار دشمن کا مقابلہ کیا۔ سروں پر کفن باندھ کر دشمن سے بھڑ گئے، جسموں سے بارود باندھ کر ٹینکوں کے آگے لیٹ گئے، عوام نے اپنا سب کچھ دفاع وطن کے لئے قربان کر دیا۔ اور دشمنوں کے ناپاک عزائم کو رزق خاک بنا دیا۔



17 / 2014

حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ قادری ؒ

برصغیر ہندو پاکستان، خصوصاً کشمیر و صوبہ سرحد کے معروف بزرگ حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ قادری کا سلسلہ نسب حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے، آپ جمادی الآخر 1023ھ ٹھٹھہ (سندھ) کے صوفی بزرگ حضرت سید عبداللہ صحابی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عبداللہ شاہ صحابی کا مزار آج بھی سندھ کے مشہور و معروف شہر ٹھٹھہ کے قبرستان مکلی میں ہے۔ آپ نے تعلیم و تربیت اور منازل سلوک اپنے والد گرامی سے حاصل کیے۔ والد کے انتقال کے بعد آپ ریاضت و مجاہدہ اور مکمل خلوت کے لئے سات برس تک دریائے شور تشریف لے گئے، جب آپ کمالات ظاہری و باطنی سے مزین ہوگئے تو تبلیغ اسلام کے لئے ہندوستان کے کونے کونے کا سفر کیا۔ آپ کی کوششوں سے ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے۔ غرضیکہ تبلیغ کرتے کرتے پنجاب پہنچے۔ لاہور میں قیام فرمایا مگر آپ کو سید شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف سے پشاور میں رہ کر کشمیر، ہزارہ، کابل، غزنی اور ہرات تک تبلیغ کرنے کا حکم ملا، چنانچہ 1082 ہجری میں آپ پشاور پہنچے، پشاور سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ سلطان پور (حلقہ بگرام) میں قیام کیا۔ سات سال تبلیغ کے بعد 1089 ہجری میں، ہزارہ اور پھر کشمیر روانہ ہوئے۔ آپ نے 1091 ہجری میں کشمیر پہنچ کر تشنگان ہدایت کو علوم باطنی سے سیراب کیا۔ کشمیر سے واپس پشاور پہنچ کر چند ماہ آرام فرمایا اور پھر کابل کا سفر کیا۔ آپ نے سرزمین سرحد، پنجاب، افغانستان اور کشمیر کے تمام خطوں میں سلسلہ قادریہ کو عروج و کمال تک پہنچایا۔ ابوالبرکات حضرت سید حسن بادشاہ گیلانی قادریؒ 21 ذی قعدہ 1115 ہجری بوقت وفات پائی۔ آپ کا مزار اقدس یکہ توت پشاور میں مرجع خلائق ہے، جہاں ہر سال کی طرح اس سال آپ کا 320واں عرس 21 ذیقعد کو منایا جائے گا۔

4 / 2014

حجاب کا عالمی دن

حجاب امت مسلمہ کا وہ شعار، مسلم خواتین کا وہ فخر و امتیاز جو اسلامی معاشرے کو پاکیزگی عطا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں 4 ستمبر کو حجاب کا عالمی دن بھرپور طریقے سے منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر مختلف تقریبات منعقد کی جاتی ہیں جن میں حجاب کی اہمیت، افادیت پر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی ہے جبکہ تمام بڑے شہروں میں خصوصی سیمینارز اور کانفرنسز کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ حجاب ڈے کی بنیاد فرانس میں حجاب کےخلاف پابندیاں تھیں۔ فرانس میں مسلم خواتین کے برقع اوڑھنے پر تنازعات پیدا ہونے کے بعد اپریل میں بیلجئم کی مشہور میک ماسٹر یونیورسٹی میں کچھ مسلم و غیر مسلم طلباء نے حجاب ڈے منایا۔ کچھ عرصے بعد یہ دن فرانس میں قومی سطح پر منایا جانے لگا۔ کچھ عرصہ بعد کینیڈا میں بھی اس دن کو منایا جانے لگا۔ فرانس اور کینیڈا کے بعد اب چار ستمبر کو عالمی سطح پر حجاب کا دن منایا جاتا ہے۔

8 / 2014

شرح خواندگی کا دن

8 ستمبر کو دنیا بھر میں خواندگی کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد خصوصاً بچوں میں شرح خواندگی میں اضافہ کرکے ان کے مستقبل کو محفوظ بنانا ہے۔ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ یونیسکو نے 17 نومبر 1965ء کو شرح خواندگی کا عالمی دن منانے کا فیصلہ کیا اور 1966ء کو پہلی مرتبہ اس دن کو منایا گیا۔ یونیسکو رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا بھر میں 79 کروڑ 60 لاکھ بالغ افراد میں ہر پانچواں فرد لکھنا پڑھنا نہیں جانتا جبکہ چھ کروڑ 74 لاکھ بچے اسکول نہیں جاتے۔ پاکستان میں ستر لاکھ بچے پرائمری یعنی بنیادی تعلیم کی سہولت سے محروم ہیں۔ جبکہ 10 سال اور اس سے بڑی عمر کے افراد میں شرح خواندگی صرف 58 فیصد ہے جو بہت سے ترقی پذیر ملکوں سے بھی کم ہے۔

11 ستمبر 2014

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی 66ویں برسی

11 ستمبر 1948ء کو بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اس جہان فانی سے پردہ فرما گئے تھے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی 66ویں برسی 11 ستمبر کو ملک بھر میں عقیدت و احترام سے منائی جائے گی۔ قائد اعظم کے یوم وفات کے موقع پر پوری قوم ان کی عظمت اور خدمات کو خراج تحسین پیش کرتی ہے۔ اس روز مزار قائد کراچی میں، گورنر، وزیر اعلیٰ سندھ اور تینوں مسلح افواج کے نمائندے قائد اعظم کے مزار پر فاتحہ خوانی اور پھولوں کی چادریں چڑھائیں گے جبکہ عام شہریوں کے علاوہ مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات بھی مزار قائد پر فاتحہ خوانی کریں گی۔ ملک بھر میں قائد اعظم محمد علی جناح کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے سیمینار اور تقریبات کا انعقاد بھی کیا جائے گا۔

سیاحت کا عالمی دن

27 ستمبر 2014

دنیا بھر میں 27 ستمبر کو سیاحت کا عالمی دن منایا جاتا ہے، سیاحت کا یہ عالمی دن ورلڈ ٹورازم آرگنائزیشن کی ایگزیکٹیو کونسل کی سفارشات پر اقوام متحدہ جنرل اسمبلی کی قرارداد کے مطابق 1970ء سے منایا جا رہا ہے۔ یہ دن منانے کا مقصد دنیا پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ سیاحت بین الاقوامی برادری کے لئے ناگزیر ہے اور سیاحت سماجی، ثقافتی اور اقتصادی حالات پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ پاکستان کا شمار دنیا کے ان چند ممالک میں ہوتا ہے جو ایڈونچر ٹورازم، قدرتی خوبصورتی، مذہبی سیاحت اور تاریخی مقامات سے مالا مال ہے۔ پاکستان کے قدرتی مناظر میں ساحل سمندر سے لے کر آسمان کو چھوتی برف پوش پہاڑی چوٹیاں، خوبصورت آبشاریں، چشمے، جھرنے، سرسبز گھنے جنگلات سے بھرے پہاڑ اور وادیاں، خوابوں سے بھری رومان انگیز جھیلیں اور وسیع و عریض دنیا کے مشہور صحرا شامل ہیں۔ یہاں ہندوؤں کے تاریخی مندر، سکھوں کے قدیم مذہبی مقامات اور بدھ مت کی تاریخی نشانیاں ٹیکسلا اور گندھارا کی قدیم تہذیبوں کی صورت میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ صدیوں پرانی تہذیب کے آثار قدیمہ، ثقافت اور صوفی ازم بھی سیاحوں کی خصوصی دلچسپی کا مرکز ہیں۔ ملک کے دلکش قدرتی مناظر کے بیشتر علاقے صوبہ سرحد اور شمالی علاقہ جات میں واقع ہیں ان میں مشرق کے سوئٹزرلینڈ وادی سوات کے علاوہ معلق پریوں وادی کاغان، شوگران، وادی کیلاش، سوادی، ہنزہ، شندور، یالا خیبر و دیگر غیر ملکی سیاحوں کی خاص توجہ کے مرکز ہیں۔ پاکستان میں اگرچہ کے ٹو، نانگا پربت، چترال، اسکردو، گلگت، ہنزہ، سوات، ہزارہ، مری اور کشمیر کے پہاڑی سلسلے سیاحوں کے لئے کشش کا باعث ہیں لیکن شمالی علاقہ جات میں مناسب ذرائع آمد و رفت اور دنیا سے براہ راست فضائی رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے خواہش کے باوجود سیاحوں کی اکثریت یہاں نہیں پہنچ پاتی۔ پاکستان میں جہاں عالمی سیاحت امن و امان کی صورت حال سے مشروط ہے وہیں یہاں موجود قدرتی اور ثقافتی ورثے تک سیاحوں کو باسہولت رسائی دینا ضروری ہے۔

اوزون کے تحفظ کا دن

اوزون زمین کے گرد وہ تہہ ہے جو کہ سورج کی خطرناک الٹرا وائلٹ شعاعوں کو نہ صرف زمین کی طرف آنے سے روکتی ہے بلکہ زمین پر اس کے نقصان دہ اثرات کا خاتمہ کرتی ہے۔ اوزون آکسیجن کے تین ایٹمز کے ساتھ ایک شفاف اور نظر نہ آنے والی گیس ہے جو قدرتی طور پر فضا میں موجود ہوتی ہے۔ اوزون کی نوے فیصد مقدار زمین کی سطح سے پندرہ تا پچپن کلو میٹر اوپر بالائی فضا میں پائی جاتی ہے۔ مگر 1970ء کی دہائی میں یہ انکشاف ہوا کہ انسانی زندگی نے کرہ ارض کی حفاظت کے اس قدرتی نظام کو بھی خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ ان ہی خطرات کے بارے میں شعور پیدا کرنے کیلئے دنیا بھر میں 16 ستمبر کو اوزون کی تہہ کے بچاؤ کا دن منایا جاتا ہے۔ اوزون کا دن منانے کا مقصد تمام مخلوقات کے صاف اور صحت مند مستقبل کیلئے شعور، ذمہ داری اور عملی کام کو آگے بڑھانا ہے۔ انسان کے غیر ذمہ دارانہ رویہ کی

وجہ سے زمین کے قدرتی وسائل کم ہو رہے ہیں۔ اوزون کی تہہ میں شگاف کے باعث سورج کی مضرِ صحت شعاعوں کے براہِ راست کرۂ ارض پر پہنچنے سے یہاں زندگی متاثر ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے درجۂ حرارت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

امراضِ قلب کا دن

دنیا بھر میں امراضِ قلب کا عالمی دن 29 ستمبر کو منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد لوگوں میں دل کی بیماریوں کے متعلق مکمل آگاہی اور ان سے بچنے کیلئے شعور بیدار کرنا ہے۔ دنیا میں لاکھوں افراد ہر سال دل کی بیماریوں کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ پاکستان میں ہر سال تقریباً دو لاکھ افراد دل کے امراض کے باعث ہلاک ہو جاتے ہیں۔ عالمی ادارۂ صحت نے خبردار کیا ہے کہ سن دو ہزار تیس تک دنیا بھر میں دل کے امراض کے سبب اموات کی شرح تیئیس اعشاریہ تین ملین سے بڑھ کر تئیس اعشاریہ چھ ملین تک پہنچ سکتی ہے۔ دل کے امراض کی بڑی وجوہات میں تمباکو نوشی، غیر صحت مند غذا اور جسمانی سرگرمیوں کا فقدان ہے۔ دل کے امراض سے بچنے کے لیے تمباکو نوشی ترک کی جائے، روزانہ پھل اور سبزیوں کا استعمال کیا جائے اور دن بھر میں ایک چائے کے چمچ سے زیادہ نمک خوراک میں ہرگز استعمال مت کریں۔ دل کی بیماریوں سے بچنے کے لیے روزانہ کم از کم آدھا گھنٹہ جسمانی سرگرمیوں میں گزارا جائے یا ورزش کی جائے۔ دل کی صحت سے متعلق عوامی آگاہی کی بیداری کا عالمی دن اس دن کی مناسبت سے 29 ستمبر کو ملک بھر میں سیمینارز اور آگاہی واک بھی منعقد کی جائیں گی۔

پیرالمپک کا عالمی دن

پاکستان سمیت دنیا بھر میں پیرالمپک کا عالمی دن 08 ستمبر کو منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے معذور افراد کے حوالے سے شعور اجاگر کرنا ہے۔ پاکستان نے پہلی مرتبہ پیرالمپکس میں 1992ء میں شرکت کی تھی مگر پیرالمپکس میں شرکت کیلئے قومی اتھلیٹس بھیجے جا رہے ہیں۔ اس دن کا بنیادی مقصد بچوں اور بالخصوص نوجوان طبقہ میں پیرالمپکس سپورٹس کھیلوں کے حوالے سے شعور اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ معذور افراد کے مسائل کے بارے میں لوگوں میں آگاہی فراہم کرنا ہے۔

❄

25/9/2014

نوراتری کا تہوار

ہر سال ہندوؤں کے کیلنڈر کے ساتویں مہینے "اشون" کا چاند نظر آتے ہی نوراتری کا تہوار شروع ہو جاتا ہے۔ دس دن جاری رہنے والے اس تہوار کو نوارتری اور درگا پوجا کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے جو دنیا بھر میں موجود ہندو برادری روایتی جوش و خروش سے مناتی ہے۔ اس تہوار پر ہندو نو دن روزے رکھتے ہیں اور درگا ماتا پر پھل اور پھول چڑھاتے ہیں۔ اس دن کو ہندو برائی پر اچھائی کی جیت کے طور پر مناتے ہیں کیونکہ اسی دن رام نے راون کو شکست دی تھی۔ اس تہوار میں راون کے پتلے کو جلایا جاتا ہے۔ یہ جشن پورے ہندوستان اور ہندو اکثریت ممالک میں مندروں کو قمقموں اور پھولوں سے زبردست طریقے سے سجایا جاتا ہے۔ پاکستان میں بھی اقلیت میں موجود ہندو برادری یہ تہوار روایتی جوش و خروش سے یہ تہوار مناتی ہے۔

24/9/2014

روش ہشانہ..... یہودیوں کا نیا سال

روش ہشانہ (راس السنہ) یعنی سال کا شروع، یہودی کیلنڈر میں نئے سال کا تہوار ہے جو یہودی ماہ تشری کا پہلا دن ہے اسے نرسنگوں کی عید، اور نئے چاند کی عید بھی کہتے ہیں۔ مسیحی کیتھولک اس کو نوروز کہتے ہیں۔ یہ خوشی کا تہوار ہے۔ اس دن صبح سے شام تک شول میں عبادت کے دوران نرسنگے پھونکے جاتے ہیں، جس سے قوم کی روح کو بیدار کیا جاتا ہے اور آنے والے سال کی خوش شگونی کے لیے روٹی اور پھل کو شہد میں ڈبو کر کھایا جاتا ہے۔

نوٹ: اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ ہجری تاریخوں کی متبادل ممکنہ عیسوی تاریخیں دی جائیں البتہ درست ہجری تاریخیں چاند کے نظر آنے سے مشروط ہے۔

عالمِ امروز

دلچسپ خبریں، حیرت انگیز واقعات اور انکشافات.....

مرتبہ: پرمیس

کچھوے کیا باتیں کرتے ہیں

جانور ایک دوسرے سے کیسے رابطہ کرتے ہیں اور کیا باتیں کرتے ہیں ایک ایسا دلچسپ راز ہے جس سے سائنسدان پردہ اٹھانے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کئی کامیابیاں بھی حاصل کی ہیں ایسی ہی کامیابی ان کو کچھوے کی باتیں جان کر۔

ایمزان کے جنگلات میں وائلڈ لائف کنزرویشن سوسائٹی اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ایمزان نے 3 سال تک تحقیق کی اور کچھوؤں کی



زندگی کے کئی رازوں سے پردہ اٹھایا۔ اس تحقیق کے لیے انہوں نے مائکروفونز اور پانی کے نیچے کام کرنے والے ہائیڈروفونز کا استعمال 250 کچھوؤں پر کیا۔ نئی ریسرچ کے مطابق کچھوے انتہائی پیچیدہ معاشرتی زندگی گزارتے ہیں۔ ایک ریسرچر کمیلا فیررا کا کہنا ہے کہ کچھوے 11 مختلف قسم کی آوازیں نکالتے ہیں اور ہر آواز پر کچھوؤں کا رد عمل مختلف ہوتا ہے تاہم اس کے بالکل صاف اور واضح مطلب سمجھنا مشکل ہے۔ اس سے ایک بات تو واضح

انکشافات

ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں، مثال کے طور پر جب کچھوے دریاؤں میں ہجرت کرتے ہیں تو لو فریکوئنسی کی آواز نکالتے ہیں جو پانی میں دور تک سفر کرتی ہے جو ایک ساتھ سفر کرنے میں مددگار ہوتی ہے اسی طرح جب بچے انڈے سے نکلتے ہیں تو وہ ہائی فریکوئنسی کی آوازیں نکالتی ہے جو انہیں ساحل کے کنارے بہتر اور محفوظ جگہ کا پتہ دیتی ہے۔ تحقیق کے مطابق کئی دہائیوں سے رہنے والے کچھوے نوجوان کچھوؤں کو یہ کمیونی کیشن صلاحیت منتقل کرتے ہیں۔

انسانی جلد سونگھ بھی سکتی ہے، نئی تحقیق

انسانی جلد کے بارے میں آج تک تو یہی سمجھا جاتا رہا کہ یہ صرف چھونے اور درجۂ حرارت کو ہی محسوس کر سکتی ہے لیکن اب ایک نئی تحقیق نے بتایا ہے کہ ہماری جلد سونگھ بھی سکتی ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ہیٹ ریسیپٹرز (سونگھنے کی صلاحیت رکھنے والے خلیات) ہمارے ناک کے علاوہ بھی کئی اعضاء میں پائے جاتے ہیں اور خصوصاً جلد میں ان کی موجودگی ثابت بھی ہو چکی ہے۔ تحقیق کے مطابق سائنسدانوں نے جب صندل کا تیل جلد پر لگایا تو یہ جلد کے سونگھنے والے خلیات میں جذب ہو گیا جس کے نتیجے میں ان خلیات میں تقسیم اور تعمیر نو کا عمل شروع ہو گیا جو کہ جلد کو صحت مند اور جوان رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ سائنسدانوں نے یہ بھی معلوم کیا کہ اس تیل کا جلد کے خلیوں پر براہ راست اثر ہوا جب کہ ناک سے کسی خوشبو کو سونگھنے پر پہلے اس کا پیغام دماغ کو جاتا ہے اور اس کے بعد دماغ مزید عمل کے لیے ہدایات دیتا ہے۔ اس دریافت کے بعد سائنسدانوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ مستقبل میں بہت سے مسائل کے حل کے لیے ادویات براہ راست جلد پر استعمال کی جا سکیں گی۔ [ماخذ: نیو سائنٹسٹ میگزین]



ڈاک ٹکٹ جتنے پراسیسر

امریکی کمپیوٹر ساز کمپنی آئی بی ایم اور کورنل ٹیک کے ریسرچرز نے ایک ایسی پراسیسر چپ متعارف کرائی ہے، جس کا حجم ایک ڈاک ٹکٹ کے برابر ہے تاہم اس کی کمپیوٹنگ طاقت ایک سپر کمپیوٹر کے برابر ہے۔ ایک ڈاک ٹکٹ جتنی سائز کی حامل یہ چپ 4,096 کورز اور 5.4 بلین ٹرانسسٹرز پر مشتمل ہے، اس نئی چپ کو "TrueNorth" کا نام دیا گیا ہے۔ اس چپ میں ایسے علاقے ترتیب دیے گئے ہیں جو بغیر کسی بیرونی سافٹ ویئر کے پراسیسنگ، رابطوں اور ڈیٹا کو ذخیرہ کرنے کے کام انجام دیتے ہیں۔

ورزش کے ساتھ بیٹری بھی چارج کیجیے

دنیا بھر کے ہر طبقے میں ورزش کی اہمیت مسلمہ ہے اور اگر ورزش کے دوران بیٹری بھی چارج ہو جائے تو اسے سونے پر سہاگہ کہا جا سکتا ہے۔ جی ہاں..... سائنسدانوں نے ایک ایسی بیٹری ایجاد کی ہے جو ورزش کے دوران انسانی پسینے سے چارج ہوتی ہے۔ بین الاقوامی سائنسی ادارے امریکن کیمیکل سوسائٹی کے اجلاس کے دوران ایک ٹیٹو نما ڈیوائس پیش کی گئی جسے ایک چھوٹی بیٹری کے ساتھ انسانی جسم سے منسلک کیا جاتا ہے اور جب اس کا جسم ورزش کے دوران پسینہ خارج کرنے لگتا ہے تو بیٹری چارج ہونے لگتی ہے۔ عنقریب ڈیجیٹل گھڑیاں اور موبائل فون ورزش کے دوران پسینے سے بھی چارج کی جا سکیں گی۔



جسم میں تحلیل ہونے والے برقی آلات

امریکی سائنسدانوں نے انتہائی باریک برقی آلات ایجاد کر لیے ہیں جو انسانی جسم میں حل ہو جاتے ہیں۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ان آلات کا مختلف قسم کی بیماریوں کے علاج میں کردار ہو سکتا ہے۔ یہ آلات اپنا کام مکمل کرنے کے بعد خودبخود جسم میں حل ہو جائیں گے۔ اس تکنیک کا استعمال زخموں کو گرم رکھنے کے لیے کیا جا رہا ہے تاکہ ان پر بیکٹیریا کے حملوں کے نتیجے میں ہونے والے ممکنہ انفیکشن سے بچا جا سکے۔ یہ آلات سیلیکون اور میگنیشیم آکسائیڈ کے بنے ہیں اور تحفظ کے لیے انہیں ریشم کے باریک ترین پردوں میں لپیٹا گیا ہے۔



لکڑی پر منٹوں میں دلکش نقاشی کرنیوالی روبوٹک مشین

کچھ عرصہ قبل ماہر کاریگر ہی لکڑی پر تراش خراش کر کے دلکش بیل بوٹے بناتے تھے مگر اب ان کے ساتھ ساتھ یہ کام مشینوں نے بھی سنبھال لیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق امریکی ریاست نیویارک میں ماہرین نے ایسی روبوٹک مشین تیار کی ہے جو منٹوں میں سخت لکڑی پر ایسی نقاشی کرتی ہے کہ عام سی لکڑی قیمتی شے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ کمپیوٹر سے منسلک اس روبوٹک مشین کو من پسند ڈیزائن سے آگاہ کر دیا جاتا ہے جسے یہ اپنے تیز دھار والے آلے سے تراش کر لکڑی کی سطح پر بنا دیتا ہے۔

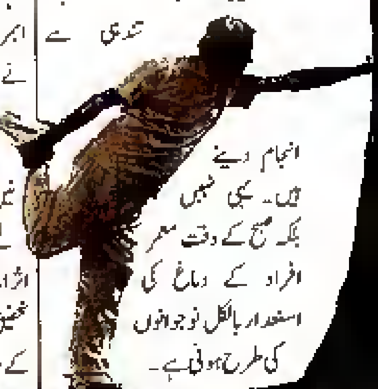


موٹے افراد کند ذہن

موٹے افراد میں ذہانت کی سطح بھی دبلے افراد کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔ فرانسیسی طبی ماہرین کی تحقیق کے مطابق جیسے جیسے جسمانی وزن بڑھتا ہے آئی کیو کی سطح کم ہوتی جاتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ موٹاپے کے باعث جسم میں چربی جمع ہوجاتی ہے جس سے ایسے کیمیکل خارج ہوتے ہیں جو سوچنے سمجھنے والے ہارمونز کی کارکردگی کو سست کر دیتے ہیں بلکہ موٹاپے کے باعث دماغ کو خون پہنچانے والی رگوں میں بھی چکنائی جم جاتی ہے جو دماغ کی صلاحیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

معمر افراد صبح ذہنی طور پر زیادہ مستعد

ایک نئی تحقیق کے مطابق، معمر افراد صبح کے وقت زیادہ تازہ دم ہوتے ہیں اور بہت سے امور زیادہ تندہی سے انجام دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ صبح کے وقت معمر افراد کے دماغ کی استعداد بالکل نوجوانوں کی طرح ہوتی ہے۔



امراض قلب اور فالج میں ورزش دوا جتنی ہی مؤثر



لندن اسکول آف اکنامکس، ہارورڈ میڈیکل اسکول اور اسٹینفرڈ یونیورسٹی کے اسکول آف میڈیسن کے زیر اہتمام تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ورزش دل کے امراض میں مبتلا مریضوں کے ساتھ فالج کے مریضوں پر بھی دوا سے زیادہ اثر کرتی ہے۔ محققین کا کہنا ہے کہ ورزش کو مریضوں کے علاج میں شامل کیا جانا چاہیے۔

لنچ کے بعد نیند، بچوں کی ذہنی قوت بڑھاتی ہے۔

بچوں کی دوپہر کے کھانے کے بعد ایک گھنٹے کی نیند ان کی ذہنی قوت کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یونیورسٹی آف میساچوسٹ ایمہرسٹ کے تحقیق دانوں نے 40 بچوں پر تحقیق کے بعد اپنی رپورٹ میں کہا کہ تین سے پانچ سال کے بچوں کے لیے قیلولہ اچھا ہے، جس کے اثرات اگلے دن تک رہتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق بچوں کی عمر بڑھنے کے ساتھ ان میں قیلولہ کی عادت ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ چھوٹے بچوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ 24 گھنٹوں میں 11 سے 13 گھنٹے نیند لیں۔ بچوں کی دوپہر کے کھانے کے بعد ایک گھنٹے کی نیند ذہنی قوت بڑھاتی ہے۔

جوڑوں کے درد سے بچنے کے لیے بروکلی



برطانوی تحقیق کاروں کا کہنا ہے کہ بہت زیادہ بروکلی (پھول گوبھی سے مشابہہ سبزی) کھانے سے جوڑوں کے درد سے بچا جا سکتا ہے۔ بروکلی میں ایک خاص مرکب پایا جاتا ہے جو کرکری ہڈی کو نقصان پہنچانے والے انزائم یا کیمیائی خمیر کا راستہ روکتا ہے۔

مچھلی کھائیں یادداشت بڑھائیں



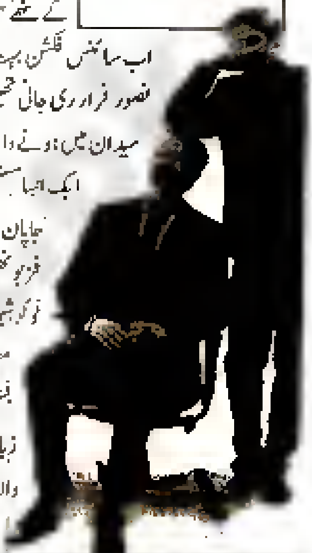
یوں تو بادام کھانا دماغی صحت کے لئے مفید قرار دیا جاتا ہے لیکن اب ماہرین نے یہ انکشاف کیا ہے کہ مچھلی کھانا بھی یادداشت بڑھانے کا سبب بن سکتا ہے۔ امریکہ میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق ہفتے میں ایک دن بھی مچھلی کھانا یادداشت کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔

مستقبل کی دنیا

مشین اور انسان میں فرق، جلد بہت مشکل

1982ء میں ہالی ووڈ میں ایک فلم بلیڈ رنر Blade Runner بنائی گئی تھی۔ اس فلم میں 2019ء کا نقشہ کھینچا گیا تھا جس میں جینیاتی انجینئرنگ کی مدد سے تیار کردہ روبوٹس دکھائے گئے تھے جنہیں ریپلیکنٹس replicants کا نام دیا گیا تھا۔ فلم کے ہیرو کو یہ ذمہ داری سونپی جاتی ہے کہ وہ روبوٹ کو تلاش کر کے ان کا خاتمہ کرے مگر ہیرو کے لیے ایک مسئلہ ان روبوٹس کو شناخت کرنا ہوتا ہے، کیونکہ یہ روبوٹس انسانوں کے درمیان گھل مل کر رہ رہے ہوتے ہیں۔ یہ روبوٹس شکل و صورت کے اعتبار سے ہو بہو انسانوں کی شکل کے تھے مگر صلاحیتوں میں عام انسانوں سے کہیں بہتر۔

پروفیسر ہنرک شارف اپنے ہمشکل روبوٹ کے ہمراہ



اب سائنس فکشن بہت تیزی سے اس تصور کو حقیقت میں بدل رہی ہے۔ یعنی جو چیزیں پہلے محض تصور فراری جاتی تھیں اب بہت حقیقت کا روپ دھار رہی ہیں۔ جاپان میں روبوٹکس کے میدان میں ہونے والی پیشرفت کے بعد سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اب وہ وقت زیادہ دور نہیں جب ایک ایسا مستقبل جس میں انسان اور مشین کے درمیان فرق بتانا مشکل ہو جائے گا۔

جاپان میں روبوٹ اب بہت سے کام انجام دے رہے ہیں مثلاً یہ نوڈلز پکاتے ہیں، فزیو تھیراپی کروانے والے مریضوں کی مدد کرتے ہیں اور یہاں تک کہ 2011ء میں فوکوشیما کے جوہری بجلی گھر کو پیش آنے والے حادثے کے بعد وہاں صفائی کے مقصد کے لیے بھی روبوٹس کو استعمال کیا گیا۔ جنوبی کوریا میں ایک جانب تو جیلی فش کو ختم کرنے کے لیے روبوٹس کی مدد لی جا رہی ہے تو دوسری جانب مصنوعی ذہانت کا حامل اور تجارتی مارکیٹ کے رجحانات کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والا روبوٹ ہانگ کانگ کی ایک کمپنی کا ڈائریکٹر مقرر کر دیا گیا ہے۔ مستقبل پر نظر رکھنے والے ماہرین کے مطابق ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب

معاشرہ

مصافحہ کرنے کا انداز اصل عمر کو ظاہر کرتا ہے

عام طور پر ایک شخص کے گرم جوشی سے ہاتھ ملانے کے انداز کو اس کے دلی جذبات کی ترجمانی کا اظہار تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن، کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک سادہ سا مصافحہ آپ کی اصل عمر کا راز بھی کھول سکتا ہے۔ سائنسدانوں کا دعویٰ ہے کہ سادہ سا مصافحہ بھی عمر معلوم کرنے کے لیے ایک قابل عمل نسبت کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تحقیق کے مطابق ایک شخص کی حقیقی عمر کا اندازہ اس کے ہاتھ ملانے کے انداز سے لگایا جا سکتا ہے۔ ہاتھوں کی گرفت کی مضبوطی کا عمر بڑھنے کی دیگر علامات مثلاً معذوری، ذہنی کمزوری یا موت کے ساتھ باہمی تعلق موجود ہے۔

آسٹریا کے انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ فار اپلائیڈ سسٹم کی ٹیم سے منسلک تحقیق کار ڈاکٹر وارن سینڈرسن نے لوگوں کے ہاتھ ملانے کے انداز سے حیاتیاتی عمر کے بارے میں پتا چلایا ہے، جن کا کہنا ہے کہ ہاتھوں کی گرفت کی مضبوطی کی آسانی سے پیمائش کی جا سکتی ہے۔ تحقیق کے لیے محققین نے بین الاقوامی 50 سے زائد مطالعوں کے نتائج کا جائزہ لیا



جاپانی اداکارہ اور اس کی ہمشکل روبوٹ

روبوٹ تمام طرح کے کام انجام دے رہے ہوں گے جن میں گھریلو کام کاج سے لے کر بیماروں کا خیال رکھنا اور یہاں تک کہ کافی بنانے اور اسے مہمانوں کو پیش کرنے جیسے کام بھی شامل ہوں گے۔

جاپان میں روبوٹکس کے میدان کے ایک ماہر ہیروشی اشیگورو Hiroshi Ishiguro کا کہنا تھا، "کمپیوٹر پہلے ہی انسانی صلاحیت کو پیچھے چھوڑ چکے ہیں... روبوٹ بہت جلد بہت سمجھدار ہو جائیں گے۔" ہیروشی اشیگورو نے بھی طاقتور الیکٹرانکس نظام، حرکت کرنے والے پیچیدہ پرزوں، سیلیکون ربڑ کی مدد سے ایک ایسا روبوٹ تیار کیا ہے جو شکل میں بالکل ان سے ملتا جلتا ہے۔ انسانی مماثلت رکھنے والے ایسے روبوٹس کو اینڈرائڈ کا نام دیا جاتا ہے۔ ایک جاپانی اداکارہ کا ہو بہو مماثل روبوٹ بنایا گیا جس نے اسٹیج پر ایکٹنگ بھی کی۔ اسی طرح ڈنمارک کی البرگ



ہیروشی اشیگورو اپنے ہمشکل روبوٹ کے ہمراہ

یونیورسٹی کے پروفیسر ہنرک شارف کا ہمشکل روبوٹ ان کی غیر حاضری میں طلبا کو لیکچر دے سکے گا۔ اشیگورو کا کہنا تھا، "اگر ہمارے پاس انسانوں کے بارے میں کافی علم موجود ہو تو ہم انسانوں جیسے روبوٹ تیار کر سکتے ہیں۔" ان کا تجربہ بتاتا ہے کہ یہ علم دراصل نیورو سائنس اور کوگنیٹیو سائنس یعنی ذہانت سے متعلق سائنس سے حاصل ہوتا ہے۔

ٹوکیو کی اوساکا یونیورسٹی کے پروفیسر اشیگورو کے مطابق، "یاد رکھنے کی اہم بات یہ ہے کہ روبوٹس اور اینڈرائڈ دراصل ایک طرح کے آئینے ہیں جو انسانیت کی جھلک ہیں۔ جب ہم ایک مرتبہ دوست بن گئے تو پھر انسانوں اور روبوٹس کے درمیان فرق مٹ جائے گا۔"

ہے۔ اس سروے میں دنیا بھر سے مختلف گروہوں سے تعلق رکھنے والے ہر عمر کے لوگ شامل تھے۔ تجزیے سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ ہاتھوں کی مضبوط گرفت نوجوانوں کی تھی۔ اس لیے، محققین نے ہاتھوں کی سب سے زیادہ مضبوط گرفت کو دنیا بھر کے مختلف گروہوں سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کی حیاتیاتی عمر کے ساتھ منسلک کیا۔

ننھے بچے بڑوں سے بہتر چہرہ شناس ہوتے ہیں

ننھے منھے بچوں کو جھوٹ بول کر بہلانے پھسلانے سے قبل ایک بار ضرور سوچ لیجیے گا کیونکہ بچے اتنے بھی بچے نہیں ہوتے جتنا انہیں سمجھا جاتا ہے۔ جی ہاں... امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی میں ہونے والی ایک تحقیق میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ ننھے بچے قابل اعتماد افراد کو بڑوں سے زیادہ بہتر طریقے سے شناخت کر لیتے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بچوں کی آبزرویشن کمال کی ہوتی ہے اور وہ صرف کسی کا چہرہ دیکھ کر ہی اس کی شخصیت کے بارے میں بالکل درست اندازہ لگا لیتے ہیں۔ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ صرف تین سال کی عمر کے بچے بھی اس صلاحیت سے مالا مال ہوتے ہیں اور اس کا استعمال کرنا بھی خوب جانتے ہیں۔



عجیب و غریب

جرمنی میں پراسرار دائرے

جرمن صوبے باویریا میں بنے ہوئے پُراسرار دائرے ہزاروں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ انتہائی ترتیب سے بنے یہ جیومیٹریکل دائرے ڈھائی سو فٹ پر محیط ہیں۔ جرمنی کے جنوبی صوبے باویریا کے شہر وانلباخم کے قریب گندم کے کھیت میں بنے ان پُراسرار دائروں کے بارے میں خبر اس وقت عام ہوئی جب گزشتہ ماہ گرم ہوا کے غبارے میں اڑنے والے ایک شخص نے بلندی سے ایک خلائی رصدگاہ کے قریب ایک کھیت میں ان خوبصورت دائروں کا مشاہدہ کیا۔ اس شخص نے ان دائروں کی تصویر جیسے ہی سوشل میڈیا پر شائع کی تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں ان دائروں کو دیکھنے کے لیے وانلباخم کے قریب واقع اس مقام پر پہنچنا شروع ہو گئے۔ گندم کے کھیت میں نمودار ہونے والے یہ دائرے ایک خلائی رصدگاہ، بیسٹنگ سیٹلائٹ ارتھ اسٹیشن کمیونیکیشن فیسلٹی کے قریب نمودار ہوئے ہیں۔ اسی باعث اس مقام پر پہنچنے والے بہت سے لوگ یہ سوالات بھی اٹھا رہے ہیں کہ 75 میٹر کے دائروی رقبے میں انتہائی درستگی سے بنا یہ ڈیزائن انسانی کارنامہ ہے یا کسی غیر ارضی مخلوق کا۔

اس کھیت کے مالک کرسٹوف بیئنر کا کہنا ہے کہ یہ دائرے اس نے نہیں بنائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیسے بنے۔ کھیت میں کسی قسم کے دائروں کے بھی کوئی نشان نہیں ہیں اور نہ ہی اسی طرح کا کوئی اور نشان۔ اس طرح کا دائروی ڈیزائن بنانا بہت مشکل ہے اور یہ بہت خوبصورتی کے ساتھ بنا ہوا ہے... بعض کا کہنا ہے کہ یہ ایک ایسی ٹیکنالوجی ہے جس میں ہم نے اب تک مہارت حاصل نہیں کی۔ شاید یہ کسی خلائی مخلوق کا کارنامہ ہو سکتا ہے جو ہمیں دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم یہاں ہیں۔

ماحول

کراچی کی فضا بیجنگ اور دہلی سے بھی زیادہ آلودہ

PCSIR کے سینٹر فار انوائرمینٹل اسٹڈیز کی طرف سے کراچی میں فضائی آلودگی کی سطح جانچنے کے لیے کیے گئے ایک مطالعہ کے بعد انکشاف ہوا ہے کہ کراچی کے بعض علاقوں کی فضا میں سیسہ یا لیڈ اور کیڈمیم جیسی مضر صحت دھاتوں کے انتہائی باریک ذرات کی مقدار، اقوام متحدہ کے مقرر کردہ معیار سے کہیں زیادہ ہے۔ سینیئر سائنٹیفک آفیسر ڈاکٹر دردانہ رئیس ہاشمی کے مطابق اس مطالعہ کے لیے کراچی کے 108 مختلف علاقوں سے نمونے اکٹھے کیے گئے۔ ان علاقوں کی فضا میں 10 مائیکرو میٹر سائز کے انتہائی چھوٹے ذرات کی مقدار معلوم کی گئی۔ ان ذرات کو PM10 کہا جاتا ہے کیونکہ 10 مائیکرو میٹر یا اس سے چھوٹے ذرات سانس کے ذریعے پھیپھڑوں میں داخل ہو کر صحت سے متعلق مسائل پیدا کرتے ہیں۔ ان PM10 میں لیڈ یا سیسے کے ذرات کی مقدار 1.163 مائیکرو گرام فی مکعب میٹر پائی گئی۔ جبکہ عالمی ادارہ صحت کے مطابق یہ مقدار 0.005 مائیکرو گرام فی مکعب میٹر تک ہونی چاہیے۔ اسی طرح کیڈمیم کی مقدار 0.008 مائیکرو گرام فی مکعب میٹر پائی گئی جبکہ محفوظ مقدار 0.005 مائیکرو گرام فی مکعب میٹر تک ہی ہے۔ دنیا میں فضائی آلودگی کے حوالے سے معروف شہر نئی دہلی میں کیڈمیم کے ذرات کی مقدار 0.01 سے 0.02 مائیکرو گرام فی مکعب میٹر تک ہے۔ جبکہ لیڈ کے ذرات کی مقدار 0.27 سے 0.46 مائیکرو گرام فی مکعب میٹر تک ہے۔ چینی دارالحکومت بیجنگ میں کیڈمیم ذرات کی مقدار 0.005 جبکہ لیڈ یا کے ذرات کی مقدار 0.33 مائیکرو گرام فی مکعب میٹر تک ہے۔ شہر کی فضا میں لیڈ اور کیڈمیم جیسے مادوں کی بڑی مقدار میں موجودگی کے باعث لوگوں میں صحت خصوصاً سانس سے متعلق بیماریوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔



ان صفحات پر آپ بھی سائنسی حقائق کے بارے میں دریافت کرسکتے ہیں۔ سوال مختصر اور واضح الفاظ میں تحریر کریں اور اس پتہ پر ارسال کریں۔

سائنس کارنر Q&A معرفت روحانی ڈائجسٹ 1-D,1/7 ناظم آباد کراچی

Q: انسانی جسم پر جھریاں کیسے اور کیوں پڑتی ہیں....؟

(ریحانہ سلیم۔ کراچی)

A: انسانی جسم پر موجود جلد (Skin) انسانی جسم کا سب سے بڑا عضو ہے۔ انسانی جلد ہر وقت بیرونی عوامل سے نبرد آزما ہوتی رہتی ہے۔ جلد تین حصوں یا تہوں پر مشتمل ہوتی ہے۔



❖ .... Epidermis باہر والی تہہ۔
❖ .... Dermis درمیانی تہہ۔
❖ .... Subcutaneous Tissue سب سے نیچے والی تہہ۔

Epidermis تہہ کا بنیادی کام بیرونی اثرات سے جسم کو بچانا ہے۔ اس تہہ کے سیل نیچے سے اوپر کی جانب حرکت کرتے ہیں۔ انہیں Keratinocytes کہتے ہیں اور یہ Keratin بناتے ہیں جو کہ ایک مضبوط بیرونی خول کے لیے کارآمد ہے۔ جب یہ سیل یا خلیے باہر کی جانب پہنچتے ہیں تو یہ خشک ہوکر گر جاتے ہیں۔ اگر یہ عمل ایب نارمل یعنی معمول سے ہٹ کر ہو تو انسانی جلد کھردری اور خشکی زدہ نظر آتی ہے۔

Dermis اس تہہ میں جلد کی ساخت کے عناصر موجود ہوتے ہیں اور یہ رابطہ تہہ کا بھی حامل ہے۔ مختلف قسم کے نشو مختلف کام انجام دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر Collagen نشو جلد کو اس کی مضبوطی دیتا ہے Elastin ٹشو جلد کو اس کی لچک فراہم کرتی ہے۔

Epidermis اور Dermis کے ملاپ (Junction) پر انگشت جیسی نوکیلی سوئیاں ہوتی ہیں جنہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

(Reteriges) کہتے ہیں۔ (Epidermis) Reteriges بیرونی تہہ کا وزن قبہ بڑھا دیتی ہیں جس سے بیرونی تہہ کے خلیے Dermis سے خون کی سپلائی لے کر اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔
Subcutaneous Tissue یعنی جلد کی نچلی تہہ میں چربی کے خلیے ہوتے ہیں۔ چربی کے ان خلیوں سے جسم کی حرارت سے مدافعت یا غیر موصلی کے کام کی تکمیل ہوتی ہے۔ چربی جلد کو موٹا اور بھرا ہوا رکھتی ہے۔
انسان کی عمر کے ساتھ ساتھ بیرونی تہہ کے خلیے پتلے اور بھر بھرے ہو جاتے ہیں اور انسانی جلد بہت پتلی نظر آتی ہے۔ خلیے رطوبت جمع رکھنے کے کام کو اچھی طرح سرانجام نہیں دے سکتے اس طرح جلد خشک ہو جاتی ہے۔ ہر دس سال میں بیرونی جلد کے خلیے دس فیصد کم ہو جاتے ہیں اس طرح جلد اپنی مرمت خود نہیں کر سکتی۔ بیرونی جلد پتلی ہونے کے ساتھ ساتھ Collagen بھی کم اور لچک بھی کم ہو جاتی ہے اور جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ جلد کی خشکی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ Reteriges بھی متاثر ہو کر جلد کی خوراک میں کمی کر دیتی ہیں اس طرح انسانی جلد پر جھریاں نمایاں ہو جاتی ہیں۔

Q: پاسچرائزیشن اور اسٹرلائزیشن کسے کہتے ہیں....؟

(محمد جواد۔ اسلام آباد)

A: پاسچرائزیشن Pasteurization ایک ایسا عمل ہے جس سے خوراک کو کچھ عرصہ کے لیے خراب ہونے سے بچاتا ہے۔ اس عمل کو ایک فرانسیسی کیمیادان اور مائیکروبائیولوجسٹ لوئی پاسچر نے اپریل 1862ء میں مکمل کیا۔ شروع شروع میں اسے شراب کو محفوظ کرنے کے لیے ایجاد کیا گیا پھر آہستہ آہستہ اسے دوسری قسم کی خوراک جس میں دودھ شامل ہے کو محفوظ کرنے کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔
اس عمل (دودھ) کی مطلوبہ خوراک کو ایک خاص درجہ حرارت تقریباً بہتر درجہ سینٹی گریڈ تک پندرہ سے بیس سیکنڈ تک گرم کر کے پھر چار درجہ سینٹی گریڈ تک ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ اس طرح دودھ کئی دو تین ہفتے تک فریج میں رہ سکتا ہے۔ اس عمل کو (HTST) یعنی High Temperature Short Time بھی کہا جاتا ہے۔
ایک دوسرا طریقہ UHT یعنی Ultra High Temperature بھی دودھ کے لیے مستعمل ہے۔ اس میں دودھ کو 135 درجہ سینٹی گریڈ تک تقریباً ایک سیکنڈ کے لیے گرم کر دیا جاتا ہے۔ امریکہ میں تراسٹھ درجہ سینٹی گریڈ پر تیس منٹ کے لیے دودھ گرم کر کے پاسچرائز کیا جاتا ہے۔
اسٹرلائزیشن عمل (Sterilization Process) میں تمام مائیکرو آرگنازم کو ختم کرنا ہوتا ہے۔ خوراک کی اسٹرلائزیشن زیادہ عام نہیں ہے کیونکہ اس میں زیادہ درجہ حرارت زیادہ دیر تک رکھنا پڑتا ہے جس سے خوراک کی کوالٹی (معیار) اور ذائقہ خراب ہو جاتا ہے، اسٹرلائزیشن کے لیے 121 درجے سے لے کر 134 درجے سینٹی گریڈ تک پندرہ سے اٹھارہ منٹ درکار ہوتا ہے۔ اس کو Autoclave عمل بھی کہا جاتا ہے۔ آلات جراحی کو چوبیس گھنٹے تک Autoclave میں رکھا جاتا ہے تاکہ سخت سے سخت جگنبریا بھی ختم ہو جائے۔

جیتی جاگتی زندگی

زندگی بے شمار رنگوں سے مزین ہے جو کہیں خوبصورت رنگ اوڑھے ہوئے ہے، تو کہیں تلخ حقائق کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے ہے۔ کہیں شیریں ہے تو کہیں نمکین، کہیں ہنسی ہے تو کہیں آنسو۔ کہیں دھوپ ہے تو کہیں چھاؤں، کہیں سمندر کے شفاف پانی کے جیسی ہے تو کہیں کیچڑ میں کھلے پھول کی مانند۔ کہیں قوس قزح کے رنگ ہیں۔ کبھی اماوس کی رات جیسی لگتی ہے۔ کبھی خواب لگتی ہے، کبھی سراب لگتی ہے، کبھی خاردار جھاڑیاں تو کبھی شبنم کے قطرے کی مانند لگتی ہے۔ زندگی عذاب مسلسل بھی ہے۔ تو راحت جان بھی ہے۔ زندگی ہر ہر رنگ میں ہے، ہر طرف خاکے بنا رہی ہے، کہانی کے صفحات کی طرح بکھری پڑی ہے.....

کسی مفکر نے کیا خوب کہا ہے کہ "استاد تو سخت ہوتے ہیں لیکن زندگی استاد سے زیادہ سخت ہوتی ہے، استاد سبق دے کے امتحان لیتا ہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔" انسان زندگی کے نشیب و فراز سے بڑے بڑے سبق سیکھتا ہے۔

زندگی انسان کی تربیت کا عملی میدان ہے۔ اس میں انسان ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سیکھتا ہے۔ کچھ لوگ ٹھوکر کھا کر سیکھتے ہیں اور حادثے ان کے ناصح ہوتے ہیں۔ کوئی دوسرے کی کھائی ہوئی ٹھوکر سے ہی سیکھ لیتا ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پہ اسے ماضی میں رونما ہونے والے واقعات بہت عجیب دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں پہ دل ملول ہو جاتا ہے یا شرمندہ دکھائی دیتا ہے۔ یوں زندگی انسان کو مختلف انداز میں اپنے رنگ دکھاتی ہے۔

اب تک زندگی ان گنت کہانیاں تخلیق کر چکی ہیں، ان میں سے کچھ ہم سپرد قرطاس پر منتقل کر رہے ہیں۔

سجدہ شکر

نئی ایجادات نے ایک جانب زندگی سہل کی ہے تو دوسری جانب کئی مشکلات بھی پیدا کی ہیں۔ ایسی ہی ایک ایجاد فون ہے۔

فون بڑی عجیب شے ہے خوشی یا غم کی کسی خبر کو اتنی جلدی اور اتنی بے دردی سے کانوں تک منتقل کرتی ہے کہ انسان وہیں ڈھیر ہو جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی میرے ساتھ ہوا۔ میں نے فون اٹھایا تو دوسری طرف امی کی شفیق آواز سنائی دی۔ انہوں نے حال احوال پوچھ کر یونہی ازراہ معلومات مجھے بتایا کہ میرے ابو کی طبیعت صبح اچانک خراب ہو گئی تھی اور بھائی انہیں ہسپتال لے کر گیا ہے۔ بظاہر تو بات اتنی خطرے والی نہیں تھی مگر پتہ نہیں کیا ہوا کہ یہ سنتے ہی میں چکرا کی رہ گئی اور دو آنسو چپ چاپ بہنے لگے۔ پھر امی کیا بولتی رہیں مجھے کچھ یاد نہیں۔

میری شادی کو چار سال ہوئے تھے۔ میں اپنے گھر تھی۔ دل ابو سے ملاقات کرنے کو بے چین ہونے لگا تو میں نے اپنے شوہر کو فون کیا کہ وہ کسی طرح مجھے ابو کے پاس پہنچا دیں۔ وہ جلد ہی گھر آ گئے اور ہم ہسپتال کے لیے نکل گئے۔ ابو ایمرجنسی وارڈ میں تھے۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی مجھے اپنے ابو کا بیڈ نظر آ گیا وہ میری طرف ہی دیکھ رہے تھے۔

میں نے مسکرانے کی بھرپور کوشش کی اور اسی کوشش میں میری آنکھیں دھندلا گئیں مگر میں نے اپنے ضبط اور حوصلے سے کام لیتے ہوئے پانی کو بہنے سے پہلے ہی روک لیا۔

ابو کی رنگت بالکل زرد ہو رہی تھی اور آنکھوں میں عجیب بے بسی اور لاچاری تھی، جو اس سے پہلے میں نے کبھی ان کی آنکھوں میں نہ دیکھی تھی۔ مجھے اپنے ابو کی نظر پر بہت مان تھا۔ انہوں نے ہمیشہ ہمیں سونے کا نوالہ کھلایا مگر شیر کی آنکھ سے دیکھا۔ شاید اسی لیے ان کی اولاد اتنی سلجھی ہوئی اور نیک تھی۔ مگر اس دن وہاں شیر کی آنکھ نہیں تھی بلکہ ایک ہارے ہوئے انسان کی آنکھ تھی جیسے اس میں زندگی کی رمق بھی کم ہی باقی ہو۔ میں نے ان کے چہرے سے نظریں ہٹائیں اور لباس پر نظر ڈالی تو تقریباً تمام لباس خون سے بھیگا ہوا تھا۔ بھائی نے بتایا کہ شاید معدے کا السر پھٹ گیا ہے اس وجہ سے جلد تک نکلنے کے رستوں اور ذرا چلنے ہلنے پھر خون نکلتا ہے اس لیے خون لگوانے کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ میرے سانسوں میں ہچکی سی بندھ گئی جسے شاید ابو نے محسوس کر لیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگے تاکہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ابھی میں انہیں سہارا دے کر اٹھانے ہی والی تھی کہ نرس نے آ کر اٹھنے سے منع کر دیا اور ابھی ابو نے دوبارہ سر سرہانے پر رکھا ہی تھا کہ ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے اور ہم دونوں کے وہ آنسو جو ضبط مسلسل کے ساتھ دل میں گر رہے تھے آنکھوں سے ابل پڑے۔ نرس نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر تسلی دی اور میں روتے ہوئے پھر سے مسکرانے لگی اور ابو نے بھی بظاہر فارغ کرتے ہوئے آنسو یوں پونچھ لیے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ میں نے ابو کا ہاتھ تھام لیا جو بے شمار سرنج لگنے کی وجہ سے سوجھا ہوا تھا اور اسے سہلانے لگی۔ باپ سر پہ پیار دے یا نہ دے مگر اس کا سایہ بیٹیوں کے سروں پر ہمیشہ رہتا ہے اور اس سایے سے دور جانا مجھے کسی طرح بھی گوارہ نہیں تھا۔ کبھی نہیں۔

مجھے یاد ہے کہ یہ آج سے کوئی بارہ سال پہلے کی بات تھی۔ تب میں شاید آٹھویں میں پڑھتی تھی کہ اچانک ابو کو دل کی تکلیف ہو گئی۔ ابو اور امی ہم بہن بھائیوں کو ہمسایوں کے گھر ایک رات کے لیے چھوڑ کر اسلام آباد چیک اپ کروانے گئے تھے۔ ابو واپس آئے تو میں نے ان سے کچھ پوچھا نہیں۔ بس ان سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگی۔ تب میرے رونے پہ ابو نے مجھے بہت ڈانٹا تھا اور اسی ڈانٹ ڈپٹ میں میری تسلی ہو گئی تھی۔ کاش آج بھی میرے رونے پہ ابو چپ چاپ رونے کی بجائے مجھے ڈانٹ دیتے تو میری تسلی ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ رعب دار اور گرجدار آواز رکھنے والے میرے ابو کی زبان آج دب سی گئی تھی.... شاید کہیں ان کے کانوں میں بھی خطرے کی کوئی گھنٹی نہ بج گئی ہو..... دل کانپ سا گیا اور میں نے جھرجھری لی۔ نرس نے مجھے کہا "اب یہاں زیادہ دیر کھڑے ہونا مناسب نہیں اس لیے باہر چلے جائیں۔" میں باہر آ گئی مگر اپنا دل اور نظریں اندر ہی چھوڑ آئی۔

میرے شوہر مجھے امی کی طرف چھوڑ آئے اور خود امی کو لے کر دوبارہ ہسپتال آ گئے۔ میں بار بار فون

کرکے پوچھتی رہی مگر رپورٹ یہی تھی کہ بلیڈنگ نہیں رک رہی۔ رات تک خون کی نو بوتلیں لگائی گئیں جو شاید ویسے کی ویسے نکل گئیں۔ اینڈواسکوپی کرنے سے پتہ چلا تھا کہ معدے کا السر نہیں پھٹا تھا۔ یہ شاید آنتوں کا مسئلہ تھا۔ بہرحال ڈاکٹروں کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اصل مسئلہ کہاں ہے۔ میری امی ساری رات تازہ خون سے بھرے ہوئے پاٹ گراتی رہیں۔ میرا اکلوتا بھائی ان دونوں کو دیکھ دیکھ روتا رہا اور ہم بہنوں نے آنکھوں میں رات گزار دی۔ صبح میں ابو کو ملنے گئی تو انہیں وارڈ میں شفٹ کردیا گیا تھا اور بلیڈنگ بھی رکی ہوئی تھی۔ مگر ان کی رنگت بالکل سیاہ ہوچکی تھی جیسے جما ہوا کالا خون۔ تب وہ سو رہے تھے میں کچھ دیر وہاں رکی اور امی اور بھائی سے انہیں بتائے بغیر واپس لوٹ آئی۔ ابھی گھر پہنچی ہی تھی کہ فون آیا، ابو کی حالت اچانک بگڑ گئی تھی ان کا سانس اکھڑ گیا تھا اور انہوں نے ہچکی لے کر امی کے کندھے پر سر چھوڑ دیا تھا.... اسی وقت ڈاکٹرز انہیں ایمرجنسی آپریشن کے لیے لے گئے۔ امی نے پیغام دیا تھا کہ سب بہنیں پڑھائی کریں۔ میں نے لرزتی آواز کے ساتھ پیغام اپنی بہنوں کو دیا۔ جاء نماز بچھائی اور اللہ کے آگے جھک گئی۔ روتی رہی، گڑگڑاتی رہی۔ دعائیں مانگتی رہی۔ اللہ کا کلام پڑھتی رہی اور اپنے ابو کا سراپا سر تا پا اپنے ذہن میں لا کر پھونکیں مارتی رہی۔

شام کے سائے بڑھنے لگے مگر کوئی خیر خبر نہ آئی۔ میں نے فون کرکے اپنے شوہر سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آپریشن پچھلے چھ گھنٹے سے جاری ہے۔ میں نے امی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ جب سے آپریشن شروع ہوا ہے آپریشن تھیٹر کی کھڑکی پکڑے کھڑی ہیں۔ اس سے آگے میں کچھ نہ سن سکی کیونکہ سننے کی ہمت نہ تھی، میں نے فون بند کردیا اور دوبارہ خدا کے آگے جھک گئی۔ یقیناً یہ آپریشن ہی ہمیں آر یا پار لگانے والا تھا۔ سجدے کی حالت میں مجھے اپنے ابو کی شبیہ نظر آئی وہ کفن میں ملبوس تھے اور ان کے اردگرد پھول تھے۔ میں سر سے پاؤں تک لرز گئی۔ بلک بلک کر دعائیں کرنے لگی، واسطے دینے لگی۔ تمام گزرتا راہر کوئی اپنی اپنی جگہ دعائیں مانگتا رہا۔ میرے ابو پورے خاندان بلکہ پوری برادری کے ہر دلعزیز انسان تھے۔ ایسے پیارے شخص کے لیے دعائیں کرنے والے ہزاروں تھے۔ جس کسی کو پتہ چلا وہ بے چین و بے قرار ہوکر ہسپتال کی طرف دوڑا۔ بے شمار لوگوں کی دعائیں بیٹیوں کی چاہت، بیٹے کا انس اور بیوی کا لازوال پیار ابو کے لیے بارگاہ الٰہی میں فریاد بنا ہوا تھا۔

اور پھر مغرب کی اذانیں ہونے لگیں۔ سورج ڈھل گیا اور چاند نکلنے لگا مگر کوئی خبر نہ آئی۔ میں نے سجدے میں جھکا دیا۔ دل میں فیصلہ کرلیا کہ اب یہ سر تب ہی سجدے سے اٹھے گا۔ جب کوئی خیر کی خبر آئے گی۔ پھر سجدے میں ہی مجھے دوبارہ ابو کی مسکراتی شبیہ نظر آئی۔ وہ مجھے کہہ رہے تھے "بیٹا یہ تو معمولی نہیں تھا اب میں بالکل ٹھیک ہوں" "معمولی نہیں" ان کا تکیہ کلام ہوا کرتا تھا۔ ابھی میں نے یہ جھلک دیکھی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ بہن نے فون سنا اور پھر مجھے آواز دینے لگی۔ میں سجدے سے

نہ اٹھی تو وہ آوازیں دیتے ہوئے کمرے تک آئی اور جتانے لگی کہ آپریشن کامیاب ہو گیا ہے۔ میں نے شکر ادا کیا اور اپنے پروردگار کے حضور سے سر اٹھا کر فون سننے کے لیے آئی۔ شوہر نے بتایا کہ آٹھ گھنٹے کے طویل آپریشن کے بعد اب وہ آئی سی یو میں ہیں اور کچھ کچھ ہوش میں ہیں۔

میں نے بظاہر تو سجدے سے سر اٹھا لیا تھا مگر یہ میں جانتی ہوں کہ اس اللہ کے شکر میں یہ سر آج بھی سجدے میں ہے اور تمام عمر رہے گا۔ آج اللہ میرے دل کی ہر دھڑکن اور میری ہر سانس میں ہے میں اسے اپنی شہ رگ سے زیادہ قریب محسوس کر سکتی ہوں۔

فرض کی ادائیگی

ڈاکٹر نیاز ہمارے پیارے دوستوں میں سے تھے۔ ان کے بیٹے کی شدید بیماری نے انھیں زندگی سے مایوس کر دیا تھا۔ پھر ان کی زندگی میں بہار لوٹ آئی۔ ان کی روداد کچھ اس طرح ہے۔

اے خدا! تو بزرگ و برتر ہے، تو ہی سب کا حاجت روا ہے۔ مالک! مجھ پر رحم فرما! میرے اکلوتے بچے کی زندگی واپس دے دے! تو سب کی دعائیں سننے والا ہے۔ میری بھی اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرما!

ڈاکٹر نیاز نے اپنی طویل دعا ختم کر کے یاس و حسرت کی نگاہ اپنے بیمار بچے پر ڈالی۔ وہ معصوم اپنے باپ کے رنج و غم سے بے نیاز، نہ جانے کس کٹھن سفر کی تیاری میں مصروف تھا۔

ڈاکٹر نیاز نے سوچا "کیا موت اس معصوم اور حسین وجود کو اپنی آغوش میں لے سکتی ہے.... نہیں، نہیں، آج رات، ہاں، آج کی رات بیت جائے، تو پھر میرا یہ بچہ، میرا ارمان زندہ رہے گا، میرا بچہ مجھے واپس مل جائے گا.... اف کتنی طویل ہے آج کی رات.... معلوم ہوتا ہے وقت منجمد ہو گیا ہے۔"

اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور پھر وہ بخار کی شدت سے بے ہوش بچے کے سرہانے بیٹھ گیا۔

"اللہ! وہ کون سی ان دیکھی موت ہے جو میرے لختِ جگر کو لمحہ بہ لمحہ مجھ سے دور لے جا رہی ہے کیا موت....؟ اگر.... اگر موت اس کو مجھ سے چھین لے.... شاید.... نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا.... لیکن موت پر کب کسی کا زور چلا ہے....؟" ڈاکٹر نیاز، جس نے نہ جانے کتنی ہستیوں کو مشیت ایزدی کی مدد سے موت کے خونی پنجے سے نجات دلوائی، آج اس کی یہ مسیحائی اپنے لختِ جگر کے کام نہ آ سکی۔

"میرے خدا! خون دل سے سینچا ہوا میرا یہ ننھا سا پودا مرجھا نہ جائے۔" یہ اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا تھی۔

رات کسی سیاہ ناگن کی مانند، تاریک تھی۔ ہواؤں کے تیز و تند تھپیڑے طوفان کی آمد آمد کا پیش خیمہ تھے.... لیکن یہ طوفان شاید اس طوفان کا مقابلہ نہ کر سکے گا جو ڈاکٹر کی زندگی میں اس رات آنے والا تھا۔

ڈاکٹر نے دریچے کے پٹ کھول دیے اور باہر خلا میں بکھری ہوئی تاریکی سے اپنی زندگی میں آنے والی تاریکی کا موازنہ کرنے لگا.... آسمان پر ان گنت تاروں کے ہجوم سے اک چمکدار تارا ٹوٹ کر فضاؤں

کی بھول بھلیوں میں گم ہو گیا۔ پٹ بند کرتے وقت ڈاکٹر کا دل انجانے خطرے سے دھڑک رہا تھا۔

"ابا جی، پانی۔" نحیف سی آواز نے اسے مخاطب کیا۔ ڈاکٹر نیاز جیسے بجلی کا زبردست جھٹکا محسوس ہوا۔ "رضیہ! رضیہ! دیکھو، ہمارے ریحان نے پانی مانگا ہے۔ اب یہ تندرست ہو جائے گا۔ ہے نا....؟

ان کی آنکھیں غم اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے چھلکنے لگیں۔ رضیہ نے پانی کا چمچ بھر کر ریحان کے منہ میں ٹپکا دیا۔ لیکن ریحان کی بتیسی بند ہو گئی تھی اور پانی کا ایک قطرہ بھی حلق کے نیچے نہ اتر سکا.... ڈاکٹر نے گھبرا کر نبض پر ہاتھ رکھا۔ چند لمحوں کی خوشی آن واحد میں غائب ہو چکی تھی۔ اس نے اپنا ڈاکٹری بکس کھولا۔ "رضیہ! یہ ہوا پیالہ دینا.... لیکن.... نہیں.... میں انجکشن کی تیاری کرتا ہوں۔ نیاز نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

کھٹ کھٹ کھٹ اس کے قدم دستک کی آواز پر ٹھٹھک کر رہ گئے۔ صدر دروازے پر کوئی اندھا دھند دستک دیے جا رہا تھا۔ ڈاکٹر کے قدم پھر اپنی ڈسپنسری کی جانب اٹھنے لگے۔ اک اک لمحہ قیمتی تھا۔ صدر دروازے پر دستک تیز ہوتی گئی ساتھ ہی کسی کی آواز رات کے سکوت کو درہم برہم کرنے لگی۔

"ڈاکٹر! ڈاکٹر! خدا کے لیے دروازہ کھولیے...."

کون ہو سکتا ہے اتنی رات گئے....؟ شاید کوئی مریض ہو۔ اب اس کا رخ باہر کی جانب تھا۔

"کون ہے بھئی.... کیا بات ہے....؟" ڈاکٹر نے گھبرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔

"ڈاکٹر صاحب.....! مہربانی فرما کر میرے ساتھ چلیں، خدا کے لیے۔"

"نہیں اس وقت قطعی ناممکن ہے۔" اس کے لہجے میں کرختگی تھی۔ "میں منہ مانگی فیس دینے کو تیار ہوں، ڈاکٹر!" اجنبی نے التجا کی۔

"نہیں میں اس وقت کہیں نہیں جا سکتا۔" جواب میں اب بھی درشتی تھی۔ "ڈاکٹر، یہ میرے بچے کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

زندگی اور موت! ڈاکٹر ہڑبڑایا.... اس کے دل و دماغ میں طوفان کی سی کیفیت برپا تھی۔ کیا میرا بچہ موت کی سرحدوں سے واپس آ سکتا ہے....؟ نہیں نہیں۔ یکبارگی ڈاکٹر نے اجنبی کا بازو جھٹک دیا۔ اجنبی کی آنکھیں حیرت اور دکھ سے پھیل گئیں۔

"بہت دکھی معلوم ہوتا ہے۔ غم میں ڈوبا ہوا۔" ڈاکٹر نے سوچا۔ "رضیہ! میں جا رہا ہوں۔" ڈاکٹر نے عزم کے ساتھ کہا۔

"آپ کیسے جا سکتے ہیں، آپ کا بچہ زندگی اور موت کے دوراہے پر کھڑا ہے۔" رضیہ نے ڈاکٹر کے بڑھتے ہوئے قدم روک لینا چاہے۔

"یوں مت کہو رضیہ! مجھے اس وقت جانے دو۔ ہمارا ریحان صرف چند لمحوں کا مہمان ہے شاید میں خدا کی نصرت سے کوئی اور زندگی موت کے بھیانک جبڑوں سے چھین سکوں۔ میں ڈاکٹر ہوں، اس لیے موت کی بھیانک پرچھائیں جھٹ دیکھ لیتا ہوں۔ موت دبے قدموں ہمارے ریحان کی جانب بڑھ رہی ہے اور میں بے بس ہو چکا ہوں۔"

"خدا کے لیے ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالیے۔"

"ہاں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اب آپ کے

بندھن ایک ایک کر کے ٹوٹ چکے ہیں۔ ریحان کے پیر ٹھنڈے ہیں، انسانی کوششیں قدرت نے ناکام بنا دیں۔ خدا کو یہی منظور تھا اور اب فرض مجھے آواز دے رہا ہے میں جا رہا ہوں اور اس نے آگے بڑھ کر ریحان کے چہرے پر آخری بوسہ دیا۔ خدا حافظ! میرے بیٹے دعا کرنا تمہارا باپ اپنے فرض کی تکمیل کر سکے۔

اور چند لمحوں بعد سنسان اور تاریک سڑک پر دو کاریں آگے پیچھے رواں دواں تھیں۔

ڈاکٹر نے جب اسٹیتھسکوپ سے بچے کے دل کی حرکت دیکھی تو دور کہیں کسی گھڑیال نے تین بجا کر اعلان کیا بھیانک ترین رات گزر چکی ہے اور اب خوشگوار سنہری صبح طلوع ہو گی۔

اس کی مسلسل جدوجہد اور انتھک کوششوں کے اثر سے بچے نے صبح پانچ بجے آنکھ کھول دی تو بخار کے خوفناک حملے کا زور ٹوٹ چکا تھا۔

ڈاکٹر صاحب آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس کے عوض میں کچھ نہیں دے سکتا یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیے۔ اجنبی نے ڈاکٹر کی طرف دو ہزار کا چیک بڑھا دیا۔

میرے دوست! تم خوش نصیب ہو۔ کاش! میں بھی تمہاری طرح اپنے بچے کی صحت یابی کی خوشی منا سکتا۔ اس رقم سے تم اپنے ننھے کو میری جانب سے ایک تحفہ دینا۔ ایک حسرت نصیب باپ کی طرف سے تم پر خدا نے خاص طور پر احسان کیا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا اور کار کی جانب قدم بڑھا دیے۔

اس کا دل اب مطمئن تھا۔ آج اس نے پہلی مرتبہ اپنا فرض شعور کے ساتھ ادا کیا اور اپنی محبت پر فرض کو ترجیح دی۔ پھر اس کو اس میں نمایاں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ کیا یہ خوشی کی بات نہیں....؟ لیکن ریحان.... میرا ریحان.... اس کا دل ایک لخت بری طرح دھڑکا۔ شاید موت نے زندگی پر فتح حاصل کر لی ہو اور میں اپنے لخت جگر کی آخری جھلک بھی نہ دیکھ سکوں میرے ریحان مجھے میں آخری مرتبہ.... مایوسی اور غم کے عالم میں بے اختیار اس نے اپنا سر اسٹیئرنگ پر رکھ دیا۔ آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلک پڑے.... اور پھر جیسے کسی زلزلے نے اسے اٹھا کر زمین کی گہرائیوں میں پھینک دیا۔ ڈاکٹر کی مسلسل شب بیداریوں نے تیز رفتار کار کو ایک درخت سے بری طرح ٹکرا دیا تھا۔

اوہ! مجھے.... آخر کیا ہو گیا ہے....؟ ڈاکٹر اس نے ڈاکٹر شمیم کو خود پر جھکا دیکھ کر دریافت کیا۔

کچھ نہیں دوست! خدا کا شکر ہے تمہیں تین دن بعد ہوش آ گیا۔

مجھے جانے دو.... خدا.... ریحان.... میرے بچے.... آہ! ریحان!

ریحان.... کیا ریحان.... میرا ریحان موت کی راہوں سے لوٹ آیا ہے۔

جی ہاں آپ کے چلے جانے کے بعد ڈاکٹر شمیم کو فون کر کے بلایا۔ ان کی جدوجہد اور خداوند کریم کی رحمت سے ریحان کو نئی زندگی مل گئی۔

اللہ! تو بہت بڑا ہے۔ ڈاکٹر نیاز میز پر سربسجود ہو گیا۔

❄

اپنے گھر کو امن و سکون کا مرکز بنایئے

ڈاکٹر فرحت جہاں

شادی کے بعد نئے گھر کی ذمہ داریاں سنبھالنا اور نبھانا ایک اہم کام ہے۔

آج کل کی پڑھی لکھی اور ماڈرن لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ صرف شوہر کو اپنا کر وہ سسرال میں سکون سے رہ سکتی ہیں مگر ایسا ہوتا نہیں ہے۔ جہاں لڑکیاں ان رشتوں کو اہمیت نہیں دیتیں وہاں جوائنٹ فیملی سسٹم بھی متاثر ہوتا ہے۔ ساس بہو کو بڑے چاؤ سے بیاہ کر لاتی ہے مگر تھوڑی عرصے کے بعد سارے لاڈ اور چونچلے ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بہو ابتدائی دنوں میں تو ساس کے سامنے ایک سعادت مند بچی کی طرح رہتی ہے مگر رفتہ رفتہ گلے شکوے اور اختلافات جنم لینے لگتے ہیں۔ شروع میں شوہر کی ہر بات پر ہاں میں ہاں ملائی جاتی ہے۔ ان دنوں محبت کا موسم اپنے عروج پر ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ گھر کا ماحول تبدیل ہونے لگتا ہے۔

آخر ایسا کیوں ہوتا ہے....؟ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

شادی کے بعد قائم ہونے والے رشتے اتنے ہی اہم ہیں جتنے خون کے رشتے کیونکہ شادی دو افراد کے ملاپ کا نام نہیں بلکہ دو خاندانوں کے ملاپ کا بھی نام ہے۔

رشتوں کو نبھانا مشکل ضرور ہے مگر ناقابل عمل نہیں ہے۔ البتہ اس میں احتیاط بہت ضروری ہے کیونکہ شادی ایک سمجھوتے کا بھی نام ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ میں صبر، برداشت، تحمل اور درگزر کا مادہ ہو۔ اختلاف رائے کی گنجائش ہر جگہ ہوتی ہے مگر ان اختلافات کو جھگڑے کی شکل دے دی جائے تو نہ صرف گھریلو ماحول خراب ہوگا بلکہ رشتوں میں بھی دراڑیں پڑ سکتی ہیں کیونکہ چھوٹی چھوٹی باتیں بڑھ کر انتہائی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔



ہر شخص اپنے گھر کو امن و سکون کا گہوارہ بنانا چاہتا ہے۔ ایسا گھر جہاں کے مکین آپس میں پیار و محبت کرتے ہوں۔ کہتے ہیں کہ بزرگوں کا سایہ گھر کے لیے رحمت ہوتا ہے ہمارے ساس، سسر، نانیاں، دادیاں نانا وہ ہستیاں ہیں جن کے تجربات کی روشنی میں نئی نسل کو ہدایت مل سکتی ہے، ان کی ہی دعاؤں کے طفیل گھر پھلتا پھولتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اصل سے سود پیارا ہوتا ہے اور اولاد سے اتنی محبت نہیں ہوتی جتنی اولاد کی اولاد سے ہو جاتی ہے۔ عام طور پر والدین اپنی معاشی اور دفتری پریشانیوں میں اتنے الجھے رہتے ہیں کہ بچوں کی طرف توجہ ہی نہیں دے پاتے۔ ایسے میں یہ بزرگ ہی ہوتے ہیں جو ایک سایہ دار شجر بن کر پودوں کی آبیاری کرتے ہیں یہ بزرگ ایک چلتا پھرتا تعلیمی ادارہ ہوتے ہیں۔ جب لڑکیاں بیاہ کر سسرال جائیں تو ان پر واجب ہے کہ اپنے ساس، سسر کا خیال رکھیں، ان کا احترام کریں۔ جس طرح وہ اپنے ماں باپ کے حکم کو نہیں ٹالتیں اسی طرح انہیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ یہ بزرگ ان کے شوہر کے ماں باپ ہیں۔

خوشگوار ازدواجی زندگی

میاں بیوی کا رشتہ خاندان کی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ جس قدر پائیدار ہے اسی قدر نازک بھی ہے۔ ان کی ذہنی ہم آہنگی، سمجھوتے اور محبت سے ہی ایک اچھا خاندان جنم لے سکتا ہے۔

تعلقات میں بگاڑ عموماً اس وقت پیدا ہوتا ہے جب آپ دوسروں پر اپنا مرضی تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں خواہ وہ شوہر ہو یا بیوی کیونکہ عقل کل سمجھے والا ہمیشہ مار کھاتا ہے۔

دوسرے کی رائے کو مقدم سمجھنا اور اس کا احترام کرنا امن اور صلح کا راستہ ہے۔ اپنی مرضی کو اہمیت دینا اور دوسرے کی مرضی کا خیال نہ رکھنا خود غرضی کی دلیل ہے۔ بہت سے شوہر یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے زندگی گزاری ہے آنے والی بھی اسی طرح زندگی گزارے۔ حالانکہ عام طور پر شادی کے بعد عورت ہی زیادہ ایثار کرتی ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ اپنی ساری خوشیوں کو ملیامیٹ کر دے اور طریقے یا سلیقے سے شوہر سے اپنی کوئی ایک بات بھی نہ منوا سکے۔ میاں بیوی کو تحمل سے کام کرنا ہوگا، شوہر کو تحکمانہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح بیوی کو بھی بحث مباحثے سے گریز کرنا چاہیے۔

اگر دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ لیں اور ان سے خوش اسلوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی گھریلو زندگی مثالی نہ ہو۔ شادی شدہ زندگی میں لچکدار رویہ بہت ضروری ہے۔

جب دو افراد میں کوئی نیا رشتہ بنتا ہے تو دونوں کی شخصیت کے منفی اور مثبت دونوں پہلو سامنے آتے ہیں۔ ان کی کمزوریاں، خوبیاں ایک دوسرے پر عیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے دونوں کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کی رائے کا احترام کریں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب دونوں میں اختلاف ہوتا ہے تو دونوں خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور دل ہی دل میں کڑھتے رہتے ہیں۔

لیکن ازدواجی زندگی میں یہ خاموشی کسی برے

طوفان کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی ہے کیونکہ بات کرنے سے کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا اور یہ گفتار مسس کی ایک صورت ہوتی ہے اس دوران دونوں میں سے ہر ایک کا لہجہ اور الفاظ کا چناؤ نہایت مہذب ہونا چاہیے تاکہ دوسرا آپ کی بات دھیان سے سن سکے اور سمجھ سکے۔ کون سا گھر ایسا ہوگا جہاں میاں بیوی میں نوک جھونک نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں بڑا مزہ اس ملاپ میں ہے جو ہو جائے لڑائی کے بعد۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس کا تذکرہ اپنے میکے میں سہیلیوں میں یا شوہر کے دوستوں سے کریں۔ یہ خالص ذاتی مسئلہ ہے۔ اسے اگر آپ گھر سے باہر لائیں گی تو ایک تو شوہر کا آپ پر سے اعتماد اٹھ جائے دوسرے وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائے گا کہ آپ اس کی کسی بات کو راز نہیں رکھ سکتیں لہٰذا ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے جب وہ آپ سے بہت سی اہم باتوں کو بھی چھپائے گا۔

یقیناً بعض معاملات میں آپ کی اور آپ کے رفیق سفر کی دو رائے ہو سکتی ہیں کیونکہ دنیا میں ہر شخص کے خیالات نظریات اور احساسات مختلف ہوتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تحفظ ہی کو بنیاد بنا کر اپنی زندگی کو دشوار بنا لیا جائے۔

قریبی تعلقات کو کامیابی سے ہمکنار رکھنے کے لیے آپ کو اپنا دل کشادہ رکھنا پڑے گا۔

شادی کے بعد کئی لڑکیاں گھر پر اپنی حکومت چاہتی ہیں۔ اگر ان کے شوہر اپنی والدہ والد یا بہن بھائیوں کو زیادہ وقت دیتے ہیں تو وہ برداشت نہیں کرتیں۔ اس طرح معاملات الجھ جاتے ہیں۔ اپنے شوہر کا دل جیتنے کے لیے آپ کو ان کی پسند ناپسند کا خیال رکھنا ہوگا۔ وہ جن لوگوں سے محبت کرتے ہیں ان لوگوں کی خاطر تواضع اور تعریف کرنے سے وہ یقیناً آپ کے دل سے معترف ہوں گے اور ان کے دل میں آپ کی عزت بڑھ جائے گی۔

گھر کے بجٹ سے کچھ بچت کر کے ساس نندوں یا دیور اور ان سے متعلقین کے لحاظ سے چھوٹے موٹے تحائف دیا کریں۔ کبھی ان کی پسند کے کھانے بنا کر کبھی ان کے مسائل شیئر کر کے آپ عقلمندی سے ان معاملات کو بخوبی حل کر سکتی ہیں۔ رشتے سنبھالنے سے سنبھلتے ہیں اور زندگی گزارنے کے لیے سیاست کی نہیں محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔

بیٹیوں کے رشتوں کی تلاش

آخر مشکل کیوں....؟

درخشاں مسعود

ہمارے ہاں ہزاروں ایسی لڑکیاں اس وقت گھر بیٹھی شادی کا انتظار کر رہی ہیں، بڑھتی عمر اور گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ کئی لڑکیوں میں بدمزاجی اور چڑچڑے پن کے علاوہ بہت سے نفسیاتی مسائل بھی جنم لے رہے ہیں۔ والدین کی پہلی اور شدید خواہش یہی ہوتی ہے کہ ان کی بیٹیاں وقت پر اپنے گھروں میں بیاہ کر چلی جائیں لیکن آج کے اس مادہ پرست دور میں ایسا بہت حد تک ناممکن ہو چکا ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو خوبصورتی اور دولت کا معیار، دوسرے آؤٹ آف فیملی رشتے اور ذات برادری کو مدنظر رکھنا ہے اور تیسرا لڑکے والوں کے ناز نخرے۔ عام طور پر والدین صرف اپنی سوچ کے منصوبے کو مکمل طور پر پورا ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں اپنی پسند کے رشتے تلاش کرتے ہوئے کئی سال گزر جاتے ہیں حتیٰ کہ لڑکی عمر کے اس حصے میں داخل ہو جاتی ہے جسے (Over Age) کہا جاتا ہے۔ جوں جوں رشتے آنے میں کمی واقع ہوتی ہے، کئی والدین کے رویوں میں بھی تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے۔



تیس سالہ شبانہ اپنے پانچ بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہے۔ اس سے چھوٹی دو بہنوں کی شادیوں کو کافی عرصہ ہو چکا ہے، ایسا نہیں ہے کہ شبانہ کم پڑھی لکھی ہو، شبانہ نے بی کام کیا ہے لیکن اس کے والدین کو خاندان میں کوئی مناسب رشتہ نہ مل سکا۔ شبانہ نے کئی مرتبہ خود کو مصروف رکھنے کے لیے ملازمت کرنا چاہی مگر گھر والوں نے اجازت نہ دی۔ شبانہ کا کہنا ہے کہ اس کے گھر والوں اور خاندان کی دوسری لڑکیوں کا رویہ اس کے ساتھ بہت طنز آمیز ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ گھر میں قید ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ سب میں مل جل کر بیٹھنے کی بجائے تنہائی کو ترجیح دینے لگی ہے، اس کی والدہ کھلم کھلا اسے "مصیبت" کہتی ہیں اور وہ اس

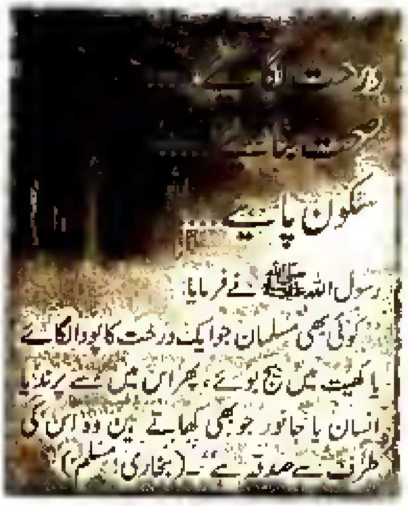
بوجھ روز زندگی سے تنگ آگئی ہے۔

پچیس سالہ نازش نے ایف اے تک تعلیم حاصل کی تو والدین نے شادی کے خیال سے تعلیم کا سلسلہ منقطع کروادیا اور اسے گھر گرہستی سیکھنے کا حکم بھی دیا۔ اس کے ساتھ ہی خوب سے خوب تر کی تلاش شروع کردی گئی مگر چھ سال گزرنے کے باوجود انہیں نا تو پسند کا رشتہ ملا اور بہت سوں کو نازش بھی پسند نہیں آئی۔ ان حالات کی بدولت نازش بدمزاجی اور نفسیاتی الجھاؤ میں مبتلا ہوگئی۔ وہ رشتے کے لیے آئی ہوئی عورتوں کے سامنے مسلسل کیٹ واک سے بھی تنگ آچکی تھی۔

بتیس سالہ طاہرہ نے انگلش میں ایم اے کیا ہے اور ایک پرائیوٹ جاب کرتی ہے۔ والدین اور وہ خود بھی ایک پڑھا لکھا لڑکا چاہتی تھی اپنی اچھی جاب کی وجہ سے بہت سے رشتے غیر مناسب لگے اس لیے انکار کردیا گیا۔ وہ چونکہ خود مختار ہو چکی تھی اس لیے اس کے والدین کو ہر آنے والا رشتہ لالچی لگتا تھا۔ نتیجتاً اس کے رشتے آنا بند ہوگئے ہیں، مزاج کی سرد مہری اور لوگوں کی بیجا تنقید نے اسے مزید بدظن کردیا ہے اور اب طاہرہ شادی کا خیال دل سے نکال چکی ہے۔

یہ صرف چند مثالیں ہیں، والدین کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ بیٹیوں کے رشتے کی تلاش میں مناسبت ضرور تلاش کریں، لیکن ساتھ ہی اپنے رویے اور سلوک کو بھی ٹھیک رکھیں کیونکہ معاشرے کی بدسلوکی اور بداخلاقی پر صرف والدین اور بہن بھائیوں کا ساتھ ہی "مسترد" کیے جانے کی تکلیف کو کم کرسکتا ہے۔ لڑکی کو یہ احساس نہ دلایا جائے کہ وہ ان پر بوجھ بن گئی ہے۔ بیٹیوں کی شادی کرنا والدین کا فرض ہے۔ اس فرض کو وہ محبت اور ذمہ داری سمجھ کر ادا کرسکتے ہیں۔ مجبوری اور بوجھ سمجھ کر لڑکی کو احساس جرم میں مبتلا نہ کریں، کیونکہ جب لڑکے والے کسی لڑکی کو مسترد کرتے ہیں تو وہ اس کے احساسات اور جذبات کو کچل کر بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان حالات میں لڑکی کو محبت اور اعتماد کی بے حد ضرورت ہوتی ہے۔

والدین سے درخواست ہے کہ وہ لڑکی کی تعلیم جاری رہنے دیں اور صرف شادی کی وجہ سے اس کی تمام توانائیاں مفلوج نہ کریں، اسے یہ احساس نہ دلایا جائے وہ بوجھ بن گئی ہے بلکہ جتنا ممکن ہوسکے، ذہنی طور پر مطمئن کیا جائے اور شادی کو سر پر سوار کرنے کے بجائے، زندگی کی دوسری حقیقتوں کو پرکھنے کا موقع دیا جائے۔ شاید ذرا سی کوشش کسی کے احساسات اور جذبات کو قتل ہونے سے بچائے گی۔



باتھ روم

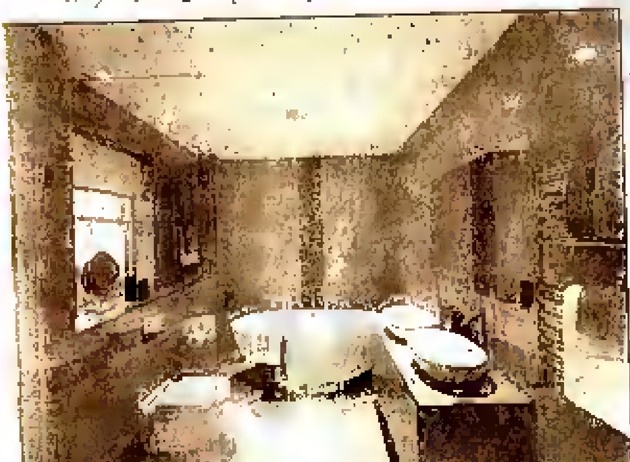
خاتون خانہ کے
ذوق اور سلیقے
کا آئینہ دار

فرخ جبین اظہر

کہا جاتا ہے کہ اگر کسی خاتون کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا پڑے کہ وہ پھوہڑ ہے یا سگھڑ تو یہ فیصلہ اس کے گھر کے کچن اور باتھ روم کو دیکھ کر بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ باتھ روم گھر کا وہ حصہ ہوتا ہے جہاں کچن کی طرح صفائی ستھرائی کا خیال رکھا جانا چاہیے اور اس کے علاوہ اگر باتھ روم کو باقاعدہ ڈیکوریٹ کیا جائے تو صحت پر اس کے نہایت مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور طبیعت بشاش ہوجاتی ہے۔ آج ہم آپ کو باتھ روم کی صفائی اور ڈیکوریشن کے حوالے سے کچھ ٹپس دیں گے۔

اگر آپ تھوڑی توجہ اپنے باتھ روم کو دیں تو یہ توجہ آپ کے گھر کو بھی چار چاند لگا دے گی اور آپ کے جاننے والے ذوق کی داد دیے بنا کوئی نہ رہ سکے گا اور آپ کا باتھ روم بہت خوبصورت ہوجائے گا۔

باتھ روم مختلف سائز کے ہوتے ہیں قدرتی طور پر آپ وہ حصہ منتخب کریں گی جو آپ کی فیملی اور گھر کے لیے مناسب ہو۔ عام طور پر مہمانوں کے لیے ایسا باتھ روم منتخب کرلیا جاتا ہے جو قدرے چھوٹا اور واش بیسن اور Lavatory کی سہولت پر مشتمل ہوتا ہے اور جسے صرف دعوتوں کے دوران استعمال کیا جاتا ہے۔ بڑے باتھ روم کئی سہولیات کے حامل ہوتے ہیں۔



باتھ ٹب

باتھ ٹب جدت اور خوبصورتی کی علامت ہے۔ تمام دن کی تھکن نیم گرم پانی میں غسل کرنے سے باآسانی دور ہوجاتی ہے۔ باتھ ٹب مختلف سائز، ساخت اور اسٹائل کے دستیاب ہیں۔ آپ ایک اچھے برانڈ کے باتھ ٹب کا انتخاب کمپنی کے بروشر اور کیٹلاگ دیکھنے کے بعد کریں۔ سب سے اہم چیز اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ باتھ روم میں موجود مختلف اضافی سہولتوں اور تنصیبات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے اگر باتھ ٹب Exotic Shell شیپ میں ہے تو مناسب ہوگا کہ واش بیسن، کموڈ اور بیڈٹ (Bidet) بھی اسی تھیم کو پیش کریں۔ باتھ ٹب کبھی بھی بہت بڑا نہیں

ہونا چاہیے جو کمرے پر غالب آجائے اور باقی چیزوں کے لیے جگہ تھوڑی پڑ جائے۔ باتھ ٹب خریدنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لیں کہ اسے با آسانی لایا لے جایا سکتا ہے اس کے لیے خصوصی ریلیز (Rails) فراہم کیے جاتے ہیں جس سے بغیر کسی رسک کے باتھ ٹب لایا لے جایا سکتا ہے۔

واش بیسن

واش بیسن اب مارکیٹ میں بڑی رینج میں موجود ہیں کلرز، اسٹائل، ماڈلز میں بے پناہ ورائٹی موجود ہے جس کے باعث انتخاب مشکل ہو گیا ہے۔ بنیادی طور پہ فیصلہ یہ کرنا ہوتا ہے کہ واش بیسن دیوار سے لگائے جائیں یا پھر Pedestal پہ سیٹ کیے جائیں اس کے بعد اسٹائلش اسٹینڈ اور پائپ تک لگایا جاسکتا ہے۔

کموڈز

آج کل کموڈز اور بیڈٹ (Bidet) آرٹ کے نمونے نظر آتے ہیں رنگوں کی بے پناہ ورائٹی موجود ہے جس سے باتھ روم کو ایک خوبصورت ٹچ ملتا ہے اور آپ کا بجٹ بھی متاثر نہیں ہوتا۔

شاور کیوبیکل

شاور کیوبیکلز باتھ روم کی اہم ضرورت ہے بہت سے لوگوں کے گھروں کے باتھ روم میں الگ باتھنگ ایریا نہیں ہوتا جہاں بالٹی، اور ٹب رکھا جاسکتا ہو اور آپ حسب خواہش غسل کر سکیں۔ Shower Cubecle باتھ روم کا وہ حصہ ہے جب آپ باتھ ٹب استعمال کرنے کے موڈ میں نہ ہوں تو وہاں غسل کر سکیں اس ضمن میں آپ پرکشش اور ورسٹائل ہینڈ ہیلڈ واٹر فوسیٹ استعمال کر سکتے ہیں۔

شاور کرٹن

شاور کرٹن اور باتھ روم ونڈوز کے لیے کئی خوبصورت ڈیزائن موجود ہیں جو مناسب قیمت اور رینج میں دستیاب ہیں اس کا انتخاب اپنے ذوق کے مطابق کر سکتے ہیں۔

مناسب ہوا دار

باتھ روم میں ہوا کا گزر ایک بہت اہم نکتہ ہے جسے کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کرنا چاہیے ایگزاسٹ سسٹم باتھ روم کی اہم ضرورت ہے کھڑکی سے قدرتی روشنی با آسانی آسکے۔ لیکن انہیں Frosted Glass سے بند رکھنا چاہیے۔

دیواریں

باتھ روم کی دیواروں کی واٹر پروف یا پھر Tiled ہونی چاہیے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اسے با آسانی صاف بھی کیا جاسکتا ہے مارکیٹ میں موجود خوبصورت اور پرکشش ڈیزائن کے ٹائلز آپ کے باتھ روم کو اور خوبصورت بنا دیں گے۔

اگر آپ بہت مہنگے ٹائلز خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو بھی نارمل رینج کے ٹائلز کے ساتھ چند ایسے ٹائلز بھی خرید لیں جنہیں ان ٹائلز کے درمیان سیٹ کر کے باتھ روم کی رونق کو بڑھا سکتے ہیں۔

کپ بورڈز اور شیلف

ہر باتھ روم میں Cupboards اور Shallow Open Shelves موجود ہوتے ہیں جہاں شیمپو، صابن، شیونگ کا سامان اور باتھ روم میں ضرورت کی اشیاء رکھی جاتی ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ Shelves واٹر پروف ہوں اس ضمن میں

Laminated Sheets بہترین رہتی ہیں۔

فرش

اگر آپ باتھ روم کے فرش کو خشک رکھنا چاہتی ہیں اور محتاط ہیں تو پھر میٹ کارپٹ کے استعمال کی ضرورت نہیں باتھ روم Rugs عام طور پر باآسانی دھل جاتے ہیں ان کی صفائی آسان ہوتی ہے اور سب سے اہم بات کہ ان سے پھسلن نہیں ہوتی اس لیے خریدتے وقت آپ دو سیٹ خریدیں تاکہ جب ایک صاف ہو رہا ہو تو دوسرا استعمال کیا جاسکے۔



باتھ روم کے ٹائلز خصوصی طور پر Skid Proof ہونے چاہئیں اور ساتھ ہی تھوڑا رف Texture ہو خصوصاً اس وقت جب آپ کے گھر میں بڑی عمر کے افراد بھی موجود ہوں تاکہ باتھ روم میں گرنے کا اندیشہ نہ رہے۔ بڑی عمر کے افراد کے گرنے کے حادثات عموماً باتھ روم میں ہی پیش آتے ہیں۔

استعمال کی اشیاء

تولیہ اور کرٹن راڈز اس کے علاوہ باتھ روم کی ضرورت کی دیگر اشیاء مثلاً صابن وغیرہ اگرچہ کسی فرد واحد کی چوائس ہوتے ہیں لیکن ان کا درست استعمال ماحول کو بے شک خصوصی بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ باتھ روم چپلیں ضرور استعمال کریں مگر سخت پلاسٹک یا ربڑ کی قینچی نما ساخت والی چپل رکھیں۔ ہر چپل پہن کر باتھ روم نہ جائیں، مرد حضرات اور بچوں کو پابند کریں کہ صفائی اور پاکیزگی کا خیال رکھنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔

بچوں کے باتھ روم

بچوں کے باتھ روم کو تھوڑا فنی سا بنایا جاسکتا ہے دیواروں پر کارٹون پینٹ کیے جاسکتے ہیں یا وال پیپرز بھی لگائے جاسکتے ہیں اور نہانے کے عمل کو خوشگوار بنانے کے لیے باتھ ٹب میں چند تیرنے والے کھلونے رکھے جاسکتے ہیں۔ بچوں کے باتھ روم کو ہر لحاظ سے محفوظ ہونا چاہیے۔

چند حفاظتی تدابیر

پانی گرم رکھنے کا انتظام مثلاً گیزر کو نہایت احتیاط اور محفوظ طریقے سے لگانا چاہیے۔ بجلی کی تاریں کسی بھی صورت میں دیواروں اور کھڑکیوں پر کھلی صورت میں نہ ہوں۔ اس بات کو یقینی بنالیا جائے کہ وہ اچھی طرح سے Earthed ہوں۔ اس کے علاوہ بجلی اور گیزر کے سوئچ محفوظ اور خشک جگہ پر ہوں اگر یہ باتھ روم کے دروازے کے باہر ہوں تو یہ زیادہ بہتر رہتا ہے۔

باتھ روم میں استعمال ہونے والی تمام الیکٹرک Gadgets اچھی کوالٹی کی ہوں سستی اشیاء خرید کر اپنی زندگی کو خطرے میں ہرگز نہ ڈالیں۔



WWW.PAKSOCIETY.COM

ٹین ایج نازک اور خوبصورت دور

احسن احمد عباسی

ٹین ایج بچوں کے اکثر والدین ان کے اندر رونما ہونے والی تبدیلیوں سے بے خبر رہتے ہیں، [illegible] یہ اندازہ نہیں ہو پاتا کہ بچہ بالغ کی منزل [illegible] گزر رہے ہیں۔ ان گھروں میں بچوں کی تعداد زیادہ ہو اور ان میں عمروں کا وقفہ بھی زیادہ ہو تو ان [illegible] والدین کی توجہ بچے کو کھانے اور [illegible] [illegible] ہوتا ہے [illegible] بچپن سے لڑکپن اور اس [illegible] والدین کی توجہ، محبت اور [illegible] ٹین ایج عمر کا وہ [illegible] والدین بچے کی طرف [illegible] [illegible] والدین [illegible] [illegible] بچے اب چھوٹے نہیں رہتے بلکہ [illegible] ہیں۔

یہ دور ٹین ایج بچوں کے لیے ایک معمہ بھی بن سکتا ہے وہ جسمانی اور ذہنی تبدیلیوں کو سمجھ نہیں پاتے۔

کبھی ان کا مزاج ہر بات، ہر قدم کی انتہا پسندی کی جانب مائل ہو جاتا ہے تو کبھی وہ بہت [illegible] اور بے زاری محسوس کرتے ہیں۔ کسی کام میں دلچسپی نظر نہیں آتی اور کسی وقت سب کچھ بہت اچھا لگتا ہے۔ ہر بات میں سوال کرنا اور ان کے جواب طلب کرنا، آتے جاتے دروازہ زور سے کھولنا، بند کرنا، پاؤں گھسیٹ کر چلنا یا بہت تیز چلنا، [illegible] بہت سی تبدیلیوں کے ساتھ ٹین ایج کے دور میں داخل ہوتے ہیں۔ [illegible] اکثر والدین [illegible] [illegible] بچوں کو چاہیے

جسمانی تبدیلیوں [illegible] آنے والا اہم دور ہے یہ ایک قدرتی عمل ہے۔ بیشتر بچے اس عرصے میں احساس کمتری، جذباتیت اور اپنے احساسات چھپانے کے لیے غیر فطری رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔ جسمانی تبدیلیوں کے نتیجے میں خود اعتمادی میں کمی



آتی ہے اور بچے خود کو بدصورت سمجھنے لگتے ہیں۔ اب جن بچوں کو اس دور کے بارے میں والدین معلومات دے چکے ہوتے ہیں وہ تو بخوشی اسے قبول کر لیتے ہیں مگر جن گھرانوں میں شرم و لحاظ کی وجہ سے بچوں کو سختی میں رکھا جاتا ہے ان سے ٹین ایج کے بارے میں کوئی بات نہیں کی جاتی نہ ہی انہیں کچھ پوچھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں بچے اس دور کی نزاکتوں کو سمجھنے کی بجائے الجھ جاتے ہیں اور اکثر نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ والدین کا یہ فریضہ ہے کہ بچے یا بچی کو ٹین ایج کے بارے میں مطلع کریں۔ انہیں سمجھائیں کہ یہ دور اور اس میں رونما ہونے والی تبدیلیاں ان کی خود اعتمادی میں نا صرف اضافہ کرتی ہے بلکہ ان کی صحت اور مکمل جسمانی نشوونما کے لیے بھی ناگزیر ہیں۔ بچے اگر سمجھدار ہوں تو یہ مسائل جلد سمجھ جاتے ہیں۔ ورنہ ان سے گفت و شنید کا سلسلہ جاری رکھیے اور ڈانٹ ڈپٹ کے بجائے پیار محبت سے انہیں قائل کرنے کی کوشش کریں۔

بچوں سے باتیں کریں

بچوں اور والدین کے درمیان مضبوط تعلق کا انحصار بات چیت کرکے مسائل شیئر کرنے پر ہے۔ والدین کی ذمہ داری صرف یہ نہیں کہ بچوں کو نصیحتوں یا احکامات صادر کریں یا ہر وقت بات بے بات سمجھاتے رہیں۔ آپ کو بہر حال ان کا موقف سننا چاہیے۔ اب چاہے وہ ان کے ذاتی مسائل ہوں مثلاً ایکنی، خشکی یا اسکول کے مسائل ہوں یا ٹین ایج میں ہونے والی جسمانی تبدیلیاں اگر وہ ان سب کے بارے میں بات کریں یا کچھ جاننا چاہیں تو انہیں سہولت سے سمجھائیں ان کے مسائل کا حل ڈھونڈیں۔ انہیں اس نہج پہ سمجھائیں جہاں وہ باآسانی سمجھ جائیں کوئی ایسا جواب یا حل نہ بتائیں جو انہیں مزید الجھا دے۔ خیال رکھیں کہ آپ کا بچہ یا بچی دوستوں، انٹرنیٹ اور دیگر ناقابل اعتماد ذرائع سے اپنے سوالوں کے جواب ڈھونڈنے کی کوشش نہ کرے۔

ناصحانہ گفتگو بار بار کارگر نہیں ہوتی

عمر کا یہ حصہ جوش، ولولے، خواہشات اور ان کی تکمیل کا متقاضی ہوتا ہے جن بچوں کو اس دور کے بارے میں پہلے سے معلومات ہوتی ہیں وہ اسے انجوائے کرنا چاہتے ہیں۔ ان بچوں کے والدین کو چاہیے کہ انہیں آزادی ضرور دیں مگر پہلے کچھ اصول و ضوابط متعین کرلیں اور ہرگز ان سے روگردانی پر راضی نہ ہوں۔ جس بارے میں آپ جو محسوس کرتے ہیں اسے ذرا نرم الفاظ میں بچوں تک ضرور پہنچائیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ کا ٹین ایج بچہ یا بچی مہینے کے پہلے ہفتے میں ہی ساری پاکٹ منی خرچ کر دے تو آپ اسے یہ ضرور بتائیں کہ اگلے مہینے پاکٹ منی خرچ کرنے کے لیے اسے اپنا بجٹ بنانا ہوگا اور پورے مہینے اسی میں گزارا کرنا ہوگا علاوہ ازیں ان اخراجات یا ضرورت کے جو پاکٹ منی میں پورے نہیں کیے جاسکتے۔

بچوں سے دوستی کرلیں

نوعمری کے چھوٹے چھوٹے مسئلوں مثلاً دانے، روغنی بال، آواز میں تبدیلی، غیر ضروری بالوں کی نشوونما اور اسی قسم کی دوسری جسمانی تبدیلیاں انہیں عدم اعتماد میں مبتلا کر دیتی ہیں ان کے یہ مسائل والدین ہی حل کر سکتے ہیں۔ بچوں کے خدشات کو

بچکانہ سمجھ کر مت ٹالیں۔ یہ وقت ان کے قریب ہونے کا ہے انہیں یقین دلائیں کہ آپ ان کے لیے ہر وقت موجود ہیں۔ اکثر کئی مصنوعات، شیمپو وغیرہ کے لیے انہیں خود شاپنگ پر لے جائیں۔ اس عمر کے لڑکے اور لڑکیاں یہ مسائل والدین کو بتاتے ہوئے شرماتے ہیں مگر والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود باخبر رہیں اور انہیں تحفظ فراہم کریں۔

بچوں کے دوستوں سے تعارف حاصل کیجیے

آج کل کے ٹین ایجر پچھلی نسلوں سے تیز اس لیے بھی مختلف ہیں کہ انہیں تفریح اور معلومات کے جدید ذرائع میسر ہیں۔ گھر میں والدین کی موجودگی میں ان کی مصروفیات اور دلچسپیاں اور ہوتی ہیں جبکہ گھر سے باہر دوستوں کے ساتھ ان کے تعلقات کی کیا نوعیت ہے یہ پتا کرنا آپ کا ہی کام ہے۔ بچے یا بچی میں اگر دوستوں، ابلاغ عامہ اور انٹرنیٹ سے متاثر ہونے کا رجحان موجود ہو تو تربیت کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔ انہیں کسی غلط یا قابل اعتراض سرگرمی میں مشغول دیکھیں یا پھر ان کے خیالات اور فیصلہ سازی میں بدلاؤ محسوس کریں تو اشتعال میں نہ آئیں بلکہ سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اپنے عمل سے یہ ضرور بتائیں کہ اپنے مستقبل میں بہتری کے لیے کیسا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے یعنی کون سا عمل ان کے لیے نقصان دہ ہوگا....؟ لیکن یہ سب اس طرح کریں کہ انہیں ایسا محسوس نہ ہو کہ والدین ہم پر اپنی مرضی مسلط کر رہے ہیں۔

بچوں پر تنقید

بلوغت کی طرف بڑھتے ہوئے بچوں کے احساسات میں بھی تغیر آتا ہے انہیں دوسروں کی باتیں براہ راست اپنی ذات سے جڑی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ انہیں نصیحت کرنے کے لیے بھی سخت الفاظ استعمال نہ کریں۔ ان کے لاشعور میں یہ بیٹھ جاتا ہے کہ وہ اب بڑے ہوگئے ہیں اور اپنے فیصلے خود کر سکتے ہیں، کپڑوں، بالوں کے اسٹائل، وقت کی پابندی، پڑھائی لکھائی اور کھانے پینے کے معاملات اپنی مرضی سے طے کرنا چاہتے ہیں جبکہ والدین چاہتے ہیں کہ ان کے بنائے گئے اصولوں اور نظم و ضبط پر عمل کیا جائے۔ والدین اور بچوں کے درمیان خود پرستی اور شخصیتوں کا تضاد دونوں فریقین کو پریشان رکھتا ہے۔ اس مسئلے کا بہترین حل یہ ہے کہ والدین بچوں پر بے جا تنقید نہ کریں، ان کی خواہش کا احترام بھی کریں۔ ان کو بڑا اور خود مختار ہونے دیں اور دیگر بچوں کی مثالیں دے کر نہ سمجھائیں۔ اپنی رائے کا اظہار ٹھنڈے دل و دماغ سے کریں اور اپنے موقف پر قائم رہیں چاہے بچہ یا بچی مانے یا نہیں۔ یہ دیکھیں کہ بچے معلومات اور تفریحی سرگرمیوں کے ہجوم میں گم نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ بعض معاملات میں اب بھی ان کی انگلی تھام کر ایک محفوظ جگہ پہنچانا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

بچوں کی مصروفیات کا جائزہ لیتے رہیے

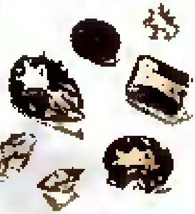
یہ جانی بوجھی بات ہے کہ ٹین ایج بچوں کو جنسیت اور ہم جنس کی جانب اکساتی ہیں اس دور میں بچے یا بچی بدکن ہو جائیں تو ساری عمر انہیں سدھارنا مشکل ہو جاتا ہے وہ ہولناک اثرات جو زندگی سے والدین

[redacted]



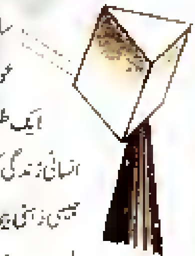

صحت مند زندگی

انسان اور بیماری کا تعلق اتنا ہی پرانا ہے جتنی انسانی تاریخ۔ انسانیت روز آفرینش سے اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہے، اس عرصے میں بیماریوں سے نبرد آزما انسان نے کتنے ہی ایسے طریقوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جن سے شفا حاصل ہو سکتی تھی۔





انسانی ارتقاء کے اس سفر میں تکالیف اور بیماریوں سے نمٹنے کے لیے نت نئے طریقہ علاج تلاش کیے گئے ہیں اور اب جدید دور میں جہاں نت نئی بیماریاں ظاہر ہو رہی ہیں وہیں جدید طریقہ علاج بھی موجود ہیں۔ گزشتہ صدی میں سائنس و ٹیکنالوجی نے بہت سی انسانی بیماریوں پر قابو پالیا ہے لیکن اب بھی ایسے عوامل سے بھی واسطہ پڑتا ہے جن سے چھٹکارا پانا ممکن نظر نہیں آتا۔

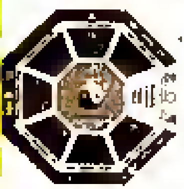



ایک طرف اگر ایڈز، کینسر، ذیابیطس، دل اور دماغی امراض کے ساتھ دور حاضر کی پیچیدہ جسمانی بیماریوں نے انسانی زندگی کو مات دینی شروع کر دی ہے، تو دوسری طرف ڈپریشن، اینزائٹی، فوبیا، آٹزم، شیزوفرینیا، الزائمر جیسی ذہنی بیماریوں کے آگے جدید ٹیکنالوجی بھی بے بس نظر آتی ہے۔ ایسے میں کتنے ہی ایسے متبادل طریقہ علاج سامنے آئے جن کے باعث جسم و ذہن کی بیماریوں سے بچایا جا سکتا ہے۔





ان میں کئی طریقہ کار ایسے بھی ہیں جن کے پیچھے کوئی سائنسی یا عقلی دلیل بظاہر نظر نہیں آتی، جن کی تھیوری کو حتمی طور پر پیش نہیں کیا جا سکا مگر ان کے اندر کوئی ایسے ماورائی عناصر موجود ہوتے ہیں جن کے باعث کئی لاعلاج امراض میں مبتلا لوگ تندرست ہو جاتے ہیں۔




آج دنیا بھر میں علاج معالجے کے ضمن میں ہزاروں ایسے مختلف متبادل طریقہ علاج موجود ہیں جن میں رنگ، روشنی، موسیقی، سانس، مقناطیس، پتھر، جواہرات، پانی، خوشبو اور جڑی بوٹیوں سے علاج کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یوگا، ریکی، مراقبہ، ایکوپنکچر، ایکوپریشر، ریفلیکسولوجی، چیوتھراپی، شیاتسو، ایکسرسائز تکنیک، آیوروید، فینگ شوئی، تائی چی، آئریڈولوجی، کائنیسولوجی، کی گونگ وغیرہ کی ایک طویل فہرست ہے، جن کی اہمیت، افادیت اور شفایاب خصوصیات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا ہے۔





فینگ شوئی

Feng Shui 風水



فینگ شوئی ایک قدیم سائنس ہے اس کا تعلق چین سے ہے۔ فینگ شوئی کے ذریعے گھر کی تزئین و آرائش کی معمولی تبدیلی سے فطرت کے اصول آپ کے گھر میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سے ذہنی سکون میں اضافہ ہو سکتا ہے اور آمدنی میں نمایاں اضافہ ہو سکتا ہے۔ روحانی تجسس کے قارئین کے لیے ان صفحات پر چین کے معروف قدیم فن فینگ شوئی پر سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔

آٹھواں حصہ

فینگ شوئی اور آپ کا گھر

ثانیہ جمیل

ہم پچھلے شماروں میں فینگ شوئی کے تعارف اور گھر میں اس کے اصولوں کے مطابق ترتیب و تزئین و آرائش سے متعلق آپ کو آسان اور سہل انداز میں معلومات فراہم کرتے آ رہے ہیں تاکہ آپ اس قدیم چینی علم اور طریقے سے زندگی کو سمجھیں اور اپنا کر قدرت کے پیش بہا خزانے سے مستفید ہو سکیں۔

فینگ شوئی کے اصولوں کی بنیادوں پر آراستہ کیے گئے گھر قدرتی طریقہ زندگی کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ایسے گھروں میں رہائش پذیر لوگ معاشی تنگی سے محفوظ رہتے ہیں۔ والدین اور بچوں کے تعلقات بہتر رہتے ہیں۔ آپس میں خلوص اور ہم آہنگی کے جذبات بڑھ جاتے ہیں۔ ان کا گھر ذہنی سکون کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ بچے تعلیم میں دلچسپی لیتے ہیں۔ معاشی منصوبہ بندی کی صلاحیتیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ عبادات میں ذہنی یکسوئی بڑھ جاتی ہے اور تمام افراد خانہ صحت اور سکون آور ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ محض الفاظ نہیں بلکہ فینگ شوئی کے اصولوں سے استفادہ کرنے والے اور اپنے مسائل کا حل فینگ شوئی کے اصولوں سے حاصل کرنے والے دنیا کے مختلف ممالک میں بسنے والے لوگوں کے تجربات ہیں جو انہوں نے کسی نہ کسی پلیٹ فارم پر عوام سے شیئر کیے اور ہم نے آپ سے۔

آج ہم گھر کے ایک اور اہم اور بنیادی حصے کی بات کریں گے جو بظاہر کوئی مخصوص جگہ یا کمرہ نہیں مگر ان حصوں میں بھی توانائی کا بحال رہنا اور اس کا مثبت و متوازن بہاؤ از حد ضروری ہے۔

برآمدہ، ڈیوڑھی اور راہداریاں:۔

hallways/corridor

کوریڈور یا راہداری توانائی کے مثبت بہاؤ میں نہ

کردار ادا کرتے ہیں اور ان کی اس سلسلے میں کیا اہمیت ہے؟ کوریڈورز یا ہال وے کسی بھی عمارت کے مختلف حصوں کو آپس میں ملانے والے درمیانی راستے یعنی گزرگاہیں ہیں۔ اب اگر مرکزی داخلی دروازے سے گھر کے اندر تک راستہ برآمدے تو کمروں کے درمیان متصل خالی حصہ راہداری یا کوریڈورز ہے۔

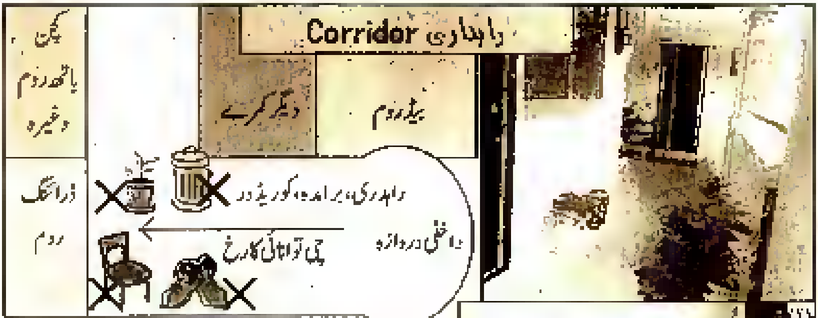
یہ راہداریاں اور برآمدے کسی بھی عمارت میں رگوں کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح رگوں کے ذریعے خون توانائی لے کر پورے جسم میں گردش کرتا ہے۔ اگر ان رگوں میں کسی بھی طرح کی رکاوٹ آجائے تو اس حصے تک خون کی رسائی مشکل ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے جسم کا وہ حصہ کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

بالکل اسی طرح یہ کوریڈورز یا راہداریاں بھی دراصل عمارت کی رگوں کا کام کرتے ہیں اور گردش کرتی چی توانائی کے لیے راستہ فراہم کرتے ہیں اور ایک سمت کی توانائی کو دوسری سمت میں دور کرتی توانائی سے جوڑتے ہیں اس لحاظ سے ان کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

یہ آپ کے گھر کے وہ مقامات ہیں جہاں ہم ملنے جلنے کے لیے آنے والے افراد کو خوش آمدید اور اللہ حافظ کہتے ہیں یعنی یہ ملاقات کا پہلا مقام ہے اور رخصت بھی یہیں سے کرتے ہیں یہاں توانائی کے مختلف عناصر اور ان کی تحریکات کو متوازن رکھنا

فینگ شوئی اصول کے مطابق چی توانائی سے بھرپور ایک صحت مند گھر کی راہداری غیر ضروری سامان سے پاک ہوتی ہے، البتہ فیملی فوٹو، پینٹنگ، آئینے، قالین، طاق، افرودی دیوار شیلف اور مناسب روشنی کا انتظام بے حد اہم ہے۔







دروازے سے ڈرائنگ روم یا گھر کے کمروں کے درمیان برامدہ، راہداری یا دالان میں غیر ضروری سامان نہیں ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر ڈسٹ بن، پودوں کے گملے، جوتوں کا ڈھیر کرسی میز الماری یا کسی قسم کا فرنیچر وغیرہ، فینگ شوئی اصول کی رو سے یہ اشیاء گردش کرتی چی توانائی کے لئے رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔

بے حد ضروری ہے۔

اس کے لئے بنیادی چیز راہداریوں کی چوڑائی اور لمبائی ہے۔ بہت زیادہ تنگ اور لمبی راہداریاں جہاں کسی اور کمرے کی کوئی بھی کھڑکی یا دروازہ نہ کھلتا ہو توانائی کے بہاؤ کو تیز کر کے حیاتی قوت کی تاثیر کو زائل کر دیتی ہے۔

اس بات کو یوں سمجھئے کہ اگر نامناسب روشنی اور ہوا کا فقدان، بے جا ساز و سامان اور کاٹھ کباڑ چی توانائی کی آمد و رفت میں رکاوٹ پیدا کر کے اس کے بہاؤ کو سست کر دیتے ہیں تو اسی طرح بہت زیادہ تنگ یا بہت زیادہ چوڑی اور لمبی لمبی راہداریوں میں بھی توانائی کی مقدار غیر متوازن ہو جاتی ہے۔ خالی ہونے کی وجہ سے توانائی کا بہاؤ اس قدر تیز ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے خواص کا پوری طرح مظاہرہ کئے بغیر ہی گزر جاتی ہے۔ نیز اندھیرا یا روشنی کی نامناسب مقدار منفی لہروں کو قوت بخشتی ہیں جو کہ توازن میں بگاڑ اور منفی شا توانائی کو قوت بخشتا ہے۔ یہ غیر متوازن صورتحال بے جا دباؤ کا باعث بنتی ہے جو محسوس دباؤ، خوف یا تناؤ کی صورت میں محسوس کیا جاتا ہے۔

اب اس کا انتہائی سادہ سا حل یہ ہے کہ چاہے راہداری ہو، برآمدہ ہو یا ڈیوڑھی روشنی کا خاطر خواہ انتظام رکھئے انہیں مکمل طور پر خالی نہ چھوڑیئے بلکہ ان حصوں کا بھی باگوا چارٹ کے مطابق فینگ شوئی کا رزز تعین کیجئے اور ان کی ضروریات کے لحاظ سے آرائشی سامان سے سجایئے۔ آئینوں اور تازہ پودوں کے گملے حیاتی قوت کو بحال رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ تنگ راہداریوں میں آئینے کا استعمال وسعت اور کشادگی کا باعث بنتا ہے اور توانائی کی اضافی مقدار کو جذب بھی کرتا ہے جبکہ اندرونی راہداریوں میں فیملی پکچرز یا خوبصورت مناظر کی کوئی سینری بھی لگائی جا سکتی۔ اس کے علاوہ بک شیلفز یا ٹیلیفون ریک بھی آپ کے کوریڈور کی دیوار کا حصہ بن سکتے ہیں۔



فینگ شوئی گارڈن:

فینگ شوئی کے ماہرین ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک آئیڈیل گھر چاروں اطراف سے سبزے سے گھرا ہونا چاہئے۔ اگر ہم اس کی وضاحت کے بجائے آپ سے کہیں کہ آپ کو گھر شمالی علاقہ جات میں بنانا چاہئے تو شاید آئیڈیل کو سمجھنا بہت زیادہ آسان ہو جائے۔ جا بجا پھیلا سبزہ، تازگی، اونچے پہاڑ تحفظ اور بہتی ندیاں زندگی کی نوید سناتی ہیں۔ شہری علاقوں میں اپنے آئیڈیل ماحول اور گھر کے لئے آپ فینگ شوئی کے اصول اپنائیے۔ اس کے مطابق اپنے گھر کے ساتھ ساتھ گارڈن کی بھی آرائش کیجئے۔ آپ کے گھر کا بیرونی اور کھلا حصہ ہوتا ہے۔ یہاں ین اور یانگ لہروں کو متوازن کرنا آسان بھی ہے اور سود مند بھی۔

فینگ شوئی کے مطابق جنوب میں پھیلا سبز خوبصورت سا لان آپ کی شہرت میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ شمال میں سجے چھوٹے خوشنما ٹیلے یا پہاڑیاں تحفظ کا احساس پیدا کرتے ہیں یہی چھوٹے ٹیلے اگر مشرق میں موجود ہیں تو دانشمندی و فراست کو بڑھاتے ہیں مغرب میں بہتی ندی یا چھوٹا سا فوارہ یا پھر تالاب کی موجودگی نہ صرف ناگہانی صورتحال کو قابو میں رکھتی ہیں بلکہ یہی توانائی کی اسٹوریج کا کام بھی کرتی ہیں۔ ہمارے ملک میں گارڈن لان کی کارروائی رہے گھر صرف شاندار پورچ کی حد تک۔ گھر کے اندرونی حصے سے ایک یا دو جڑتی کھڑکیوں ہی سے اس کا نظارہ ممکن ہو پاتا ہے۔ یا پھر زیادہ سے زیادہ شام کی چائے لان میں پی لی جاتی ہے اور بس۔

اگر آپ اپنے گارڈن کو چاہے وہ ایک بہت بڑے رقبے پر پھیلا ہو یا گھر کے برآمدے میں ایک چھوٹے سے لان کی صورت میں ہو فینگ شوئی کے اصولوں کے مطابق ڈھال لیں تو آپ کے گھر کے اندر داخل ہونے والی توانائی ہر لحاظ سے مثبت اور تمام خواص سے لیس حیاتی قوت لئے ہوئے ہوگی۔ فینگ شوئی گارڈن یا لان دائروی یعنی گولائی میں یا پھر ہشت پہلو شکل میں ہوتے ہیں اور اسی ساخت کو ترجیح بھی دی جاتی ہے یہی توانائی

کے بہاؤ کو ربط میں رکھتے ہیں۔

❋ ... اگر آپ کے لئے یہ ممکن نہیں تو پھر بھی اپنے لان میں سب سے پہلے فینگ شوئی سیکٹرز کی نشاندہی کیجئے اور پھر اسی لحاظ سے اپنے بیٹھنے کا انتظام یعنی سیٹنگ اریجمنٹ کیجئے ان کے لئے گول میز کا انتخاب انتہائی موزوں ہے۔

بچوں کے جھولے بھی اسی موافق سمت میں نصب کیجئے۔

❋ ... اسی لحاظ سے پھولوں اور پودوں کا انتخاب کیجئے۔ اگر اپنے گارڈن کے دولت والے سیکٹر میں للی LiLy لگائیں تو یہ دولت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

❋ ... چینی تعلیمات میں للی LiLy گولڈ سونے کی نمائندگی کرتے ہیں۔

❋ ... مختلف اقسام کے پتھروں اور دھات کا استعمال ین لہروں کو توازن میں رکھتا ہے۔

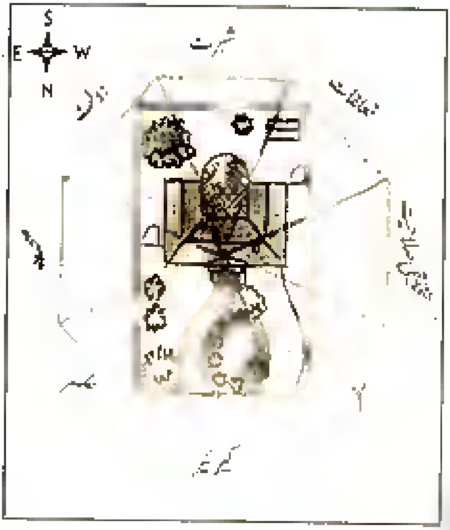
❋ ... اسی طرح پانی اور پودوں کی موجودگی ین لہروں کو توازن میں رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

❋ ... درمیانی راستے بالکل سیدھے نہ بنائے جائیں تو بہتر ہے ان میں تھوڑا سا گھماؤ رکھیے۔

❋ ... دعوتوں کے دوران باربی کیو کے لئے جنوب مشرق کا انتخاب کیجئے۔

❋ ... مشرقی سمت میں اونچے درختوں سے اجتناب کیجئے۔ ان کی موزوں ترین سمت جنوب اور مغرب ہیں۔

❋ ... اس کے علاوہ ضروری ہے کہ گھر کے اندرونی حصے اور لان کا رابطہ محض کھڑکی تک محدود نہ ہو۔ کمروں کے کھڑکیاں یا جھروکے اگر لان میں کھلے ہوں تو مثبت توانائی سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکتے ہیں۔



❋ ... باغ کے گرد کھینچی باؤنڈری وال یا باڑ جس کا بنیادی مقصد منفی توانائی کی روک تھام ہے اینٹوں کی ہو، لکڑی کی یا اس کے لئے دھاتوں کا استعمال کیا جائے۔ اس کے لئے جاننا ضروری ہے کہ آپ کا باغ یا لان گھر کی کس سمت میں واقع ہے۔

یہاں تک تو ہم نے فینگ شوئی کے معمولی فوائد بتائے۔ انشاء اللہ آئندہ ہم ان اصولوں کے ذریعے کیریئر کو بہتر بنانے،

ملازمت کے حصول، آپس کے تعلقات میں بہتری اور دفتر یا دکان میں کام کو بہتر انداز سے انجام دینے پر بھی روشنی ڈالیں گے۔ مگر اس سے پہلے یہ بھی بتائیں گے کہ آپ بذاتِ خود کس طرح اپنے گھر کے ان متاثرہ حصوں اور سمتوں کا پتہ لگا سکتے ہیں جہاں توانائی کا بہاؤ غیر متوازن ہے اور آپ کی زندگی پر اثر انداز ہو رہا ہے یا ہو سکتا ہے۔

❋

رنگوں میں ایسی شفا بخش صلاحیت موجود ہے جو کئی طرح کے مریضوں کو صحت فراہم کرتی ہے۔ رنگ ہمارے ذہن اور ہمارے احساسات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ رنگ باطنی اندھیرے اور جسم کی کثافتیں ختم کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔

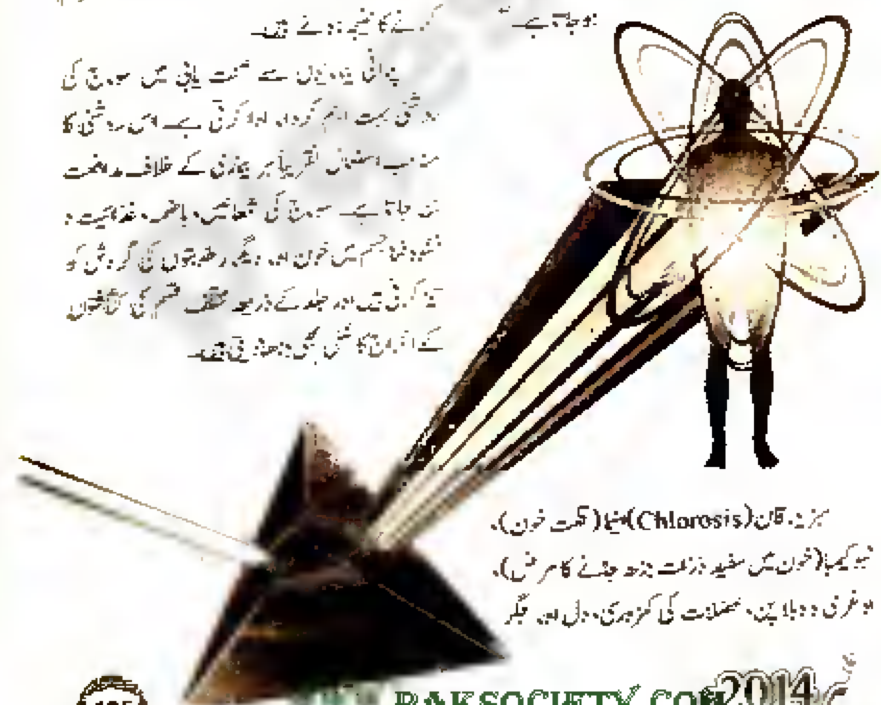
رنگ و روشنی سے علاج

مشرقی ممالک کے ممتاز معالج ڈاکٹر بابٹ (Dr. Rabbit) کے الفاظ میں:

"قدرت کی لیبارٹری میں سورج کی روشنی ایک اہم معالجاتی ایجنٹ کے طور پر موجود ہے اور جہاں جہاں یہ روشنی داخل نہیں ہو سکتی وہاں مرض داخل ہو جاتا ہے۔"

کے طور پر۔ استعمال بیماریوں کا مہم جیسے اعصابی اضمحلال، کسی عضو کا نیلا یا سبز ہو جانا، پلیوری میں رکاوٹ پڑ جانا، ٹی بی، دمہ اور سانس جیسے امراض اپنے آپ کو سورج کی روشنی کی نعمت سے محروم کرنے کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

پرانی بیماریوں سے نجات پانے میں سورج کی روشنی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس روشنی کا مناسب استعمال تقریباً ہر بیماری کے خلاف مدافعت بن جاتا ہے۔ سورج کی شعاعیں ہاضمے، غذائیت و نشوونما، جسم میں خون اور دیگر رطوبتوں کی گردش کو تیز کرتی ہیں اور جلد کے ذریعے مختلف قسم کی کثافتوں کے اخراج کا باعث بھی ہوتی ہیں۔



سبز رنگ: کلوروسس (Chlorosis)، انیمیا (کمیٔ خون)، لیوکیمیا (خون میں سفید ذرات بڑھ جانے کا مرض)، ہڈی، ذیابیطس، عضلات کی کمزوری، دل اور جگر

نظریہ رنگ و نور ہمیں بتاتا ہے کہ نہ صرف انسان کے جسم بلکہ حواس میں بھی رنگوں کی مخصوص مقداریں کام کرتی ہیں۔ اگر کسی وجہ سے رنگوں کے نظام میں تبدیلی واقع ہو جائے، کسی رنگ کی کمی ہو جائے، کوئی رنگ زیادہ ہو جائے یا رنگوں کے تناسب میں فرق آ جائے تو محسوسات میں بھی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔

ایک عام شخص میں رنگوں اور روشنیوں میں معمول سے ہٹ کر تبدیلی واقع ہوتی ہے تو طبیعت اس کو برداشت نہیں کر پاتی ہے اور اس کا اظہار کسی نہ کسی طبعی یا ذہنی تبدیلی کی صورت میں ہوتا ہے۔ ہم اس تبدیلی کو کسی نہ کسی بیماری کا نام دے دیتے ہیں مثلاً بلڈ پریشر، کینسر، فساد خون، خون کی کمی، سانس کے امراض، دق و سل، گٹھیا، ہڈیوں کے امراض، اعصابی تکالیف اور دیگر غیر معمولی احساسات و جذبات وغیرہ۔

مقصود الحسن اپنی کتاب "کلر ود تھیرپی" میں لکھتے ہیں۔

ہماری بنیادی زندگی کا آغاز سانس کی آمد و شد سے ہوتا ہے اور جب تک ہم زندہ رہتے ہیں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہم پانی اور غذا کے بغیر تو کچھ دیر زندہ رہ سکتے ہیں لیکن سانس لیے بغیر کتنے لمحے زندہ رہ سکتے ہیں.... ؟ یہ بات کچھ ڈھکی چھپی بات نہیں۔

دیکھا گیا ہے کہ ہم مجموعی طور پر سانس درست انداز میں نہیں لیتے اس کے باعث ہمیں درکار توانائی کی پوری مقداریں حاصل نہیں ہوتیں اور خرچ ہونے والی توانائی کا تناسب مہیا ہونے والی توانائی سے بڑھ جاتا ہے اس سے ہمارے اندر تھکن اور پژمردگی آجاتی ہے۔

"دمہ" سانس لینے میں دشواری محسوس کرنے یا ہانپنے کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ اس کے مریض پر "سانس رکنے کے کئی حملے" ہوتے ہیں، حملوں کے درمیان ایسے لمحات بھی آتے ہیں جن میں مریض بالکل نارمل سانس لیتا ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی اپنی کتاب "کلر تھراپی" میں تحریر کرتے ہیں۔

یہ مرض سانس کی نالیوں کے تنگ ہونے سے ہوتا ہے اور کسی مخصوص شئے سے الرجی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ ان مخصوص اشیاء میں گرد، غبار، دھاتی ذرات، آٹے کے ذرات، روئی کے باریک ذرات، بلی یا پرندوں کے چھوٹے چھوٹے بال یا اینٹی بائیوٹک ادویات اور Expired Drugs وغیرہ شامل ہیں۔

علامات

نزلہ زکام یا کھانسی کی وجہ سے یہ شکایت ہو جاتی ہے۔ پہلے خفیف کھانسی آتی ہے، سانس لینے میں تکلیف ہوتی ہے، دفعتاً دورہ پڑ جاتا ہے۔ دم گھٹنے لگتا ہے۔ کھانستے کھانستے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ بلغم خارج ہونے سے تکلیف کم ہو جاتی ہے۔

علاج

نارنجی رنگ پانی صبح و شام۔

دن میں ایک مرتبہ نارنجی نیلی سیدھ پر اور نیلا نیلی پشت پر پھیپھڑوں کی جگہ دائروں میں مالش کریں۔

❖



جب ہم کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اس کے علاج کے لیے نئی ادویات اور کبھی اینٹی بایوٹک کا بھی بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ اگر تھوڑی سی احتیاط سے کام لیا جائے تو بہت سے امراض سے محفوظ رہا جا سکتا ہے، بیمار ہونے کی صورت میں کئی عام امراض کا آسان علاج ہمارے کچن میں بھی موجود ہے۔ کچن ہمارا دواخانہ بھی ہے۔ یہاں ہم ایسے چند طبی مسائل کا ذکر کریں گے جن کا حل آپ کے کچن میں بھی موجود ہے۔

دانت انسانی زندگی میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں صحت مند دانت عمومی صحت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں دانتوں کی صحت ان کی صفائی سے مشروط ہے لیکن یہ صفائی بھی صحت کے اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے۔ ناقص غذائیت بھی دانتوں پر اثر انداز ہوتی ہے لیکن یہ دانتوں کی خرابی کا واحد سبب نہیں ہے۔ اگر صرف غذائیت کی بنیاد پر دانتوں کی صحت یقینی ہوتی تو اس اعتبار سے ترقی یافتہ ممالک کے ان لوگوں کے دانتوں میں خرابیاں نہیں ہونی چاہئیں جو بہترین غذا اور ادویات کی سہولت رکھتے ہیں۔ دانتوں کی کچھ خرابیاں ایسی ہیں جو صرف اور صرف صفائی نہ ہونے کے باعث جنم لیتی ہیں اور غیر معیاری طریقے اپنانے سے وجود میں آتی ہیں۔

دانت گرنے کی عموماً دو بڑی وجوہات ہیں۔ پہلی مسوڑھوں کی بیماریاں جیسے پائیریا وغیرہ۔ دوسری دانتوں میں کیڑے کا لگنا۔

سوڑھوں کا پھولنا، خون آنا، ٹیس اور ... نامناسب غذا کے سبب ہوتا ہے لہٰذا کھانے میں احتیاط کرنی چاہیے۔

اپنے سوڑھوں پر توجہ دیجیے ہر کھانے کے بعد برش کرنے سے سوڑھے مضبوط اور صحت مند رہتے ہیں۔

سوڑھوں کی بیماریوں سے نجات کے لیے درج ذیل چند نسخے مفید ہیں۔

✿.... سادہ پانی میں لیموں نچوڑ کر غرارے کریں۔ اس سے سوڑھے پھولنا ختم، منہ کی بدبو دور ہو جائے گی۔

✿.... دو گرام پھٹکری، ایک گرام نمک باریک پیس کر سوڑھوں پر روزانہ تین مرتبہ ملیں۔ پھر ایک گلاس گرم پانی میں پانچ گرام پھٹکری ملا کر غرارے کریں۔ اس سے سوڑھے اور دانت مضبوط ہوں گے، خون، سوجن آنا بند ہوگا۔

✿.... گرم پانی میں نمک ملا کر غرارے کریں۔ سوڑھے تندرست ہوں گے۔

✿.... دانت ہلتے ہوں، چھید ہوں، سوڑھے پھولے ہوں تو کھانا کھانے کے بعد روزانہ سیب کھائیں۔ اس سے دانت اور سوڑھے ٹھیک ہو جائیں گے اور خوب تیز ہوں گے۔

✿.... سر گرم گاجر کا رس روزانہ پینے سے سوڑھے اور دانتوں کی بیماریاں پیدا نہیں ہوتیں۔

✿.... دانت میں یا سوڑھوں میں درد ہونے پر پیاز کا ٹکڑا اس جگہ رکھ دینے سے درد دور ہو جائے گا۔

✿.... شلجم کو کچا چبا کر کھانے سے سوڑھوں اور دانتوں کی بیماریاں ٹھیک ہو جاتی ہیں اور دانت صاف رہتے ہیں۔

✿.... سوڑھے پھولنا، ٹیس، درد وغیرہ ہونے پر بھنا ہوا زیرہ، سفید نمک برابر مقدار میں پیس کر چھان کر سوڑھوں پر رگڑیں اور رال ٹپکائیں۔

✿.... سوڑھے پھول جائیں، تو تین گرام سونف دن میں ایک مرتبہ پانی سے پھانک لیں۔ اس سے دانت کا درد بھی ٹھیک ہو جائے گا۔

✿.... روزانہ نارنگی کھانے سے پائیوریا میں فائدہ ہوتا ہے۔ نارنگی کے چھلکوں کو چھاؤں میں خشک کر کے پیس کر روزانہ اس کا منجن کرنا بھی مفید ہے۔

✿.... آم کی گٹھلی کی گری کو باریک پیس کر اس سے روزانہ منجن کریں۔ اس سے پائیوریا اور دانتوں کی بیماریاں ٹھیک ہوتی ہیں۔

✿.... سوڑھوں کی سوجن، درد، بدبو ہو تو ایک چمچ شہد میں تین بوندیں لہسن کا رس ملا کر چاٹیں۔ ساٹھ گرام سرسوں کے تیل میں لہسن کو پیس کر ڈالیں اور گرم کریں۔ جب لہسن جل جائے، تو تیل کو ٹھنڈا کر کے چھان لیں۔ اس تیل میں تین گرام بھنی اجوائن اور پندرہ گرام سوندھا نمک پیس کر ملائیں اور اس سے منجن کریں۔ اس سے دانتوں کی عام بیماریاں ٹھیک ہو جائیں گی۔ یہ نسخہ پائیوریا میں بھی مفید ہے۔

احتیاط

اگر آپ دانتوں کی بیماری سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل اہم نکات پر عمل کر کے صحت

[redacted]

آپ کی صحت سے متعلق

طبی مشورے

حکیم عادل اسمٰعیل

ورم جگر (ہیپاٹائٹس)

جگر کو عربی میں کبد انگریزی میں لیور Liver کہتے ہیں۔ انسانی اعضائے رئیسہ میں جگر ایک اہم عضو ہے۔ انسانی جگر کا وزن بارہ سو گرام سے چودہ سو گرام تک ہوتا ہے۔ یہ ہمارے جسم میں سیدھے ہاتھ کی طرف پسلی کے نیچے واقع ہے۔ اس کی رنگت سیاہی مائل یا نیلی ہوتی ہے۔

جگر کے تمام پیچیدہ عملیات صرف ایک ہی قسم کے چھوٹے چھوٹے کروڑہا خلیے انجام دیتے ہیں۔ جو ڈوریوں جیسی ترتیب میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے اور غذا سے بھرپور خون میں لت پت رہتے ہیں۔ خون دو راستوں سے جسم میں گردش کرتا ہے ایک شریانوں کے ذریعے براہ راست دل سے اور دوسرے مخصوص وریدی نظام کے ذریعے جگر میں ان دونوں ذرائع سے پہنچتے ہوئے خون کی آمیزش ہوتی ہے اور پھر جگری خلیے اس پر اپنے مخصوص طریقوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جگر کا یہ انتھک اور لاانتہائی عمل مسلسل اور بلا وقفہ جاری رہتا ہے۔ جگر کے خلیے اپنا کام ختم کر چکے ہوتے ہیں تو فنا ہو جاتے ہیں اور پھر ان کی جگہ نئے خلیے لے لیتے ہیں۔ یہ خلیے لحمیات (پروٹینز) نشاستہ دار اجزاء (کاربوہائیڈریٹس) اور چکنائی (فیٹس) جیسے بنیادی حیاتی اجزاء کی تحلیل میں مدد دیتے ہیں۔ جگر کے خلیات کی عمر تقریباً 150 دن ہوتی ہے۔



انسان کے جسم میں موجود چکنائی بھی توانائی کا بیش بہا خزانہ ہے۔ جگر آپ کی غذا میں موجود چکنائی کو کیمیائی تحلیل کے ذریعے ایسی شکل میں تبدیل کر دیتا ہے جو جسم کے مختلف حصوں میں جمع ہو کر نہ صرف بوقت ضرورت توانائی فراہم کرتی ہے۔ بلکہ جلد کی تہہ اور عضلات کے درمیان موجود چربی شاک ابزاربر (Shock Absorber) کی طرح کام کرتی ہے۔

جگر کا سب سے اہم کام ہمارے خون کو زہریلے مادوں سے پاک کرنا ہے۔ یہ مادے جسم کے اربوں خلیوں سے بطور فضلہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، امونیا، نائٹروجن، سلفیورک ایسڈ، فاسفورس، گندھک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جدید تحقیق کے مطابق ورم جگر (ہیپاٹائٹس) ایک وائرس ہوتا ہے جو خوردبین سے بھی نظر نہیں آتا۔ یہ وائرس سوزش جگر کا سبب بنتا ہے۔ خاص طور پر ورم جگر قسم بی، قسم سی اور قسم ڈی پیدا کرتا ہے۔

علامات

جگر کے مقام پر درد اور ورم کا احساس، کھانے کے بعد بے چینی ہوتی ہے اور جسم کمزور ہونا، تمام جسم یا پاؤں میں سوجن ہونا۔ وزن میں کمی ہونے لگتی ہے۔ جسم کی رنگت بدل جاتی ہے اس میں چمک کا عنصر ختم ہو جاتا ہے۔ جلد زردی مائل ہو جاتی ہے۔ قے اور متلی کی کیفیات پیدا ہونا۔ سیاہ رنگت کی اجابت ہونا۔ پیاس زیادہ لگتی ہے۔ شام کے وقت بخار محسوس ہونا۔

علاج

جگر کا فعل نارمل رکھنے کے لیے روزانہ ایک وقت پینتیس منٹ کی واک کریں۔ صبح اور رات خالی پیٹ پندرہ منٹ تک گہرے سانس لینے کی مشق کریں۔ تازہ ہوا جگر کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس سے جگر کو اچھی خاصی آکسیجن حاصل ہوتی ہے۔

ورم جگر کے لیے چند یونانی مفردات کے نسخے تحریر کیے جا رہے ہیں۔

میتھی دانہ تین گرام صبح نہار منہ اور شام پانی سے لیں۔ دوپہر اور رات کھانے سے پہلے چار چار گرام میتھی کا سفوف پانی کے ساتھ لیں۔

ریوند خطائی پچاس گرام، افسنتین تیس گرام، قلمی شورہ بیس گرام، نوشادر ٹھیکری دس گرام برگ نیم دس گرام تمام ادویہ کا باریک سفوف بنا لیں مقدار خوراک ایک ایک گرام صبح، دوپہر اور شام پانی سے لیں۔

ورم جگر کے لیے عظیمی لیبارٹریز کی تیار کردہ ہربل ٹیبلیٹ سوتی کیور بھی بہت مفید ہیں۔

پرہیز

چٹنی، چینی، سگریٹ نوشی اور نشہ آور اشیاء سے پرہیز کریں۔

بقیہ: گھریلو معالج

مضبوط دانتوں کے ساتھ ایک بھرپور زندگی گزار سکتے ہیں۔

❁...دن میں کم از کم دو مرتبہ باقاعدگی اور صحیح طریقے سے برش کرنا۔

❁...دو دانتوں کے درمیان پھنسے ہوئے غذائی اجزاء کو فلاس (Floss) کی مدد سے صاف کریں۔

❁...کھانے کے بعد صحیح طرح سے کلی کرنا اور اگر نیم گرم پانی میں نمک ڈال کر کلیاں کی جائیں تو زیادہ مفید ہوگا۔

❁...ہر تھوڑے وقفے کے بعد میٹھا کھانے سے گریز کرنا اور میٹھا کھانے کے بعد برش کرنا۔

❁...ایک اچھے اور معیاری ٹوتھ پیسٹ کا استعمال کرنا جس میں فلورائیڈ کی کچھ مقدار ضرور موجود ہو۔

❁...ہر چھ مہینے بعد اپنے ڈینٹسٹ سے دانتوں کا معائنہ کروانا۔

اشرف باجی کے ٹوٹکے



صحت کی حفاظت اور زیر استعمال اشیاء کی افادیت میں اضافے کے لیے مختلف ٹوٹکوں کا استعمال دنیا بھر میں عام ہے۔ مختلف ٹوٹکوں سے مرد بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور خواتین بھی.... تاہم امور خانہ داری میں ٹوٹکوں کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ خانہ داری چونکہ خواتین کا شعبہ سمجھا جاتا ہے اس لیے ٹوٹکوں کا استعمال بھی خواتین زیادہ کرتی ہیں۔



محترمہ اشرف سلطانہ برسہا برس سے مرکزی مراقبہ ہال میں خدمت خلق کے پروگرام سے وابستہ ہیں۔ خاص و عام میں اشرف باجی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ ایک کوالیفائیڈ طبیبہ بھی ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے اشرف باجی کے ٹوٹکے کے زیر عنوان گھریلو ترکیبوں پر مشتمل ایک نیا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔

اگر آپ بھی اپنی آزمودہ کوئی ترکیب قارئین کو بتانا چاہیں تو روحانی ڈائجسٹ کی معرفت اشرف باجی کو لکھ بھیجیے۔

فرش کے داغ

اگر کچن کے فرش پر داغ دھبے صاف کرنا ہوں تو تھوڑے سے پانی میں سرسوں کا تیل اور کپڑے دھونے والا سوڈا ملا لیں۔ کسی کپڑے کو اس میں بھگو کر فرش پر رگڑیں۔ داغ دھبے دور ہوجائیں گے۔

اوون کے داغ

اگر اوون پر داغ دھبے پڑ جائیں یا زنگ لگ جائے تو ایک کپڑے کو ٹھنڈے پانی میں بھگو کر نچوڑ لیں پھر اسے امونیا سے گیلا کریں اور اس کپڑے کو اوون کے اندر رکھ کر دروازہ بند کردیں۔ اگلی صبح جب اس کپڑے سے داغ دھبے صاف کریں گی تو بہت آسانی سے وہ صاف ہوجائیں گے۔

گلاسوں کی صفائی

دودھ کے گلاس کو گرم پانی سے دھونے سے قبل ٹھنڈے پانی میں کھنگال لیں ورنہ گلاس پر گدلا پن آجائے گا۔

فرنیچر پر پالش کیسے کریں

دو حصے سرکہ اور ایک حصہ زیتون کا تیل ملا لیں۔ ان کا تھوڑا سا حصہ کسی نرم کپڑے پر ڈال کر فرنیچر پر رگڑیں۔ چمک پیدا ہوجائے گی اور فرنیچر

نیا لگنے لگے گا۔

کچن میں ناپسندیدہ بو

کچن کے ڈسٹ بن میں اگر اچھی صفائی نہ کی جائے تو اس میں سے جو بھبک اٹھتی ہے وہ پورے کچن کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

رات کو سونے سے قبل جب آپ کچن میں اپنا کام ختم کر چکیں تب مٹھی بھر بیکنگ پاؤڈر ڈسٹ بن میں ڈال دیں۔ اس سے ڈسٹ بن کی صفائی بھی ہو جائے گی اور تعفن بھی ختم ہو جائے گا۔

باتھ ٹب اور سنک کی صفائی

لیموں کے ذریعے داغ دھبوں والی جگہوں کو صاف کریں۔ اس کے بعد کسی نرم کپڑے کو تلی کے تیل میں بھگو کر صفائی کریں۔ باتھ ٹب اور سنک چمک اٹھیں گے۔

جمی ہوئی نیل پالش

نیل پالش استعمال نہ کی جائے تو کچھ عرصہ بعد وہ جم جاتی ہے یا پھر گاڑھی ہو جاتی ہے۔ دوبارہ قابل استعمال بنانے کے لیے اس میں حسب ضرورت نیل پالش ریموور ڈال لیں۔

جہاں سے رنگ اکھڑ گیا ہو

بچے کھیل کود کے دوران دیواروں پر لکیریں ڈال دیتے ہیں یا پھر کھرچ ڈالتے ہیں اس متاثرہ جگہ کی وجہ سے پوری دیوار بری لگتی ہے۔ ان کو چھپانے کے لیے وکس کریونز (Crayons Wax) استعمال کریں۔

یہ مختلف رنگوں میں دستیاب ہیں اور باآسانی مل جاتے ہیں۔ آپ گھر کی دیوار کے رنگ کی مناسبت سے ان کا انتخاب کریں۔

ماربل کے فرش پر نشان

اگر آپ کے ماربل فرش پر پھلوں کے رس کے دھبے یا کسی بھی طرح کا نشان پڑ گیا ہو تو اچھی قسم کا سینڈ پیپر (ریگ مال) لے کر ہلکے ہلکے رگڑیں فرش کی صفائی کرنے کے بعد اس پر فلور پالش کر دیں۔ تمام دھبے دور ہو جائیں گے۔

پھٹے ہوئے پاؤں

دو شلجم لیں۔ چھلکوں سمیت ٹکڑے کر لیں۔ کسی بڑی دیگچی میں پانی بھر کر شلجم ڈال کر پانی ابالیں۔ شلجم جلدی گل جائیں گے۔ وہ پانی کسی ٹب میں ڈال کر آدھا چمچ نمک ملائیں اور اتنا ہی سرسوں کا تیل۔ پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھ جائیں۔ جب پانی ٹھنڈا ہو جائے تو پاؤں صاف کر کے پیٹرولیم جیلی لگائیں۔ تین چار دن میں پاؤں ٹھیک ہو جائیں گے۔

فریج کے بغیر مکھن کو پگھلنے سے بچانا

اگر فریج کے بغیر مکھن کو پگھلنے سے بچانا چاہتی ہیں، تو استعمال کے بعد ٹکیاں چکنے کاغذ میں اچھی طرح لپیٹ کر آٹے کے تھیلے یا ٹین کے بیچ میں دبا کر رکھیں۔ گرمیوں میں بھی ہفتے تک یہ نہیں پگھلے گا، تازہ رہے گا۔

جوتے کے زخم

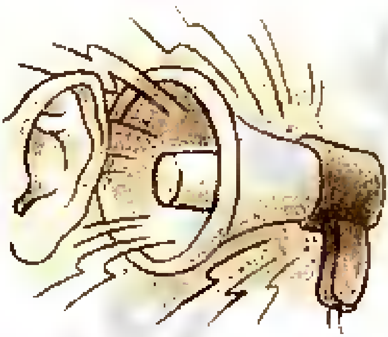
ہلدی کی ثابت گرہ لیں۔ اسے کسی پتھر پر گھس کر زخم پر پانی کے ساتھ لگائیں۔ تین چار مرتبہ لگانے سے زخم ٹھیک ہو جائے گا۔ بعض مرتبہ جوتے کی وجہ سے پاؤں پر انگوٹھا ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی آپ ہلدی پیس کر گاڑھا سا لیپ کریں۔ ہلدی زخم کو ٹھیک کرتی ہے۔

❖

ہائے اس شور نے زندگی عذاب بنا دی

ثمینہ عبداللطیف

اگر ہم اپنی آنکھیں بند کر کے اپنی تمام تر توجہ صرف سننے پر مرکوز کر دیں تو ہمیں کیا سنائی دے گا....؟ کسی دریا کا شور، پرندوں کی چہچہاہٹ یا ہوا سے مستی کرتے ہوئے پھول پودوں کی سرسراہٹ....؟ آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہو گا کیونکہ وہ تمام دھیمی اور کانوں میں رس گھولنے والی آوازیں اب قصہ پارینہ بن چکی ہیں۔ اب آپ کو سنائی دے رہی ہیں ایسی آوازیں جنہیں آوازیں کہنے کی بجائے چنگھاڑیں کہنا شاید زیادہ مناسب ہو مثلاً لوگوں کی تیز آوازیں، چیختے ہوئے ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹریفک کے ہارن، گاڑیوں کی غراہٹ، رکشوں سے



پیدا ہونے والی ہولناک چیخ نما آوازیں.... کیا آپ جانتے ہیں ایک بے حد بڑھتا ہوا شور ہمیں کتنی اقسام کی جسمانی، اعصابی اور ذہنی بیماریوں میں مبتلا کر رہا ہے، جس کا ہم ادراک بھی نہیں رکھتے....؟

خصوصاً ہمارے بڑے شہروں میں بڑھتی ہوئی صوتی آلودگی اب گھروں اور فلیٹوں میں رہائش پذیر افراد خانہ کو بھی بری طرح متاثر کر رہی ہے۔ شہروں کے مکین شور کے اتنے زیادہ عادی ہو چکے ہیں کہ اب یہ ان کی سماعت کے لیے ایک عام صورتحال کا درجہ حاصل کر چکی ہے لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ عادی ہو جانے کے



باعث یہ شور جب ہماری سماعت سہہ نہیں پاتی تو یہ سماعت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

ماہرین نفسیات کی رائے کے مطابق "صوتی آلودگی کا بہت عرصے تک سامنا، صحت میں بتدریج نقصان کا سبب بن سکتا ہے۔ مثلاً سماعت میں کمی، ذہنی دباؤ، نیند میں کمی یا خلل اور جسمانی و دماغی کمزوری جیسے امراض صوتی آلودگی کے باعث ہی پیدا ہوتے ہیں۔"

عام مشاہدے میں آیا ہے کہ بہت دیر تک مستقل شور کا سامنا کرنے کے باعث کان کے اندر آواز کو منتقل کرنے والے نازک بالوں کے خلیے تباہ ہو جاتے ہیں، جس کے باعث فرد مستقل طور پر صرف اونچی آوازیں ہی سن پاتا ہے۔ قوت سماعت میں کمی یا بہرہ پن صرف چند سالوں میں ممکن ہوتا ہے۔ مستقل متاثر ہوتے رہنے کے بعد یہ قوت سماعت اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ کانوں میں سنسناہٹ کی آواز پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے جو سماعت میں کمزوری کی ایک اہم علامت تصور کی جاتی ہے۔

تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ تیز آوازیں یا ہیجان خیز شور جو مسلسل ایک سطح پر سنائی دیا جاتا ہے، صحت مند افراد میں بہرے پن کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ یہ شور بالغ افراد کے لیے تو نقصان دہ ہے ہی لیکن بچوں کی حسیات کیونکہ زیادہ نازک ہوتی ہیں، اس لیے بچوں میں بہرے پن کی زیادہ شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اس بڑھتے ہوئے شور کو ہر سطح پر ذہنی طور پر قبول کر لیا گیا ہے۔ شور سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے طور پر بھی کوشش نہیں کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ کانوں سے متعلق امراض وقت کے ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں۔ قوت سماعت میں کمی بچوں کی تعلیم میں رکاوٹ اور بالغ افراد میں سماجی اور گھریلو مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ چھوٹی ڈیسی بل تک کا مستقل شور ہماری سننے کی حس کو ناقابل تلافی حد تک نقصان پہنچا سکتا ہے۔

صوتی آلودگی کیا ہے؟

گھر میں اگر افراد خانہ دور ہی سے چیخ کر بات کرنے کے عادی ہیں تو یہ شور بھی صوتی آلودگی میں شمار کیا جاتا ہے، جس سے گھر میں موجود خصوصاً بہت چھوٹے بچوں کی سماعت کو بے حد نقصان پہنچتا ہے۔

گھریلو برقی آلات کا شور بھی سماعت سے محرومی کی ایک وجہ بن سکتا ہے۔ مثلاً ہیئر ڈرائر، بلینڈر، ریڈیو، تیز ٹیلی وژن، پنکھے اور مشین کی آواز کو بھی ایک حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔

جنریٹر کا شور بھی گھر اور دیگر رہائشی علاقوں میں استعمال کے باعث مسلسل شور پیدا کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ یعنی تمام تر گھریلو برقی مشینوں کے بے پروائی سے استعمال کرنا بھی سماعت میں کمزوری کا باعث بنتا ہے۔

گھر سے باہر اطراف میں ہر جانب دن کے بیشتر وقت ایسی تیز آوازوں سے واسطہ پڑتا ہے، جنہیں ہم کبھی بھی با آسانی محسوس کرتے ہیں، جیسے یہ ہماری سماعت کو چیرتی ہوئی نکل رہی ہیں۔ یہ شور ٹریفک، گاڑیوں اور بسوں کے پریشر ہارن سے پیدا ہوتا ہے۔

غیر ضروری طور پر مساجد میں لاؤڈ اسپیکر سے

ہونے والا شور، ایک حد تک سماعت کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔

ہمارے صنعتی علاقے بھی رہائشی علاقوں کے قرب و جوار میں ہی قائم کیے گئے ہیں۔ ان صنعتوں، کارخانوں کی مشینوں سے پیدا ہونے والی آوازیں بھی صوتی آلودگی میں شمار کی جاتی ہیں۔ یہ شور مسلسل سنائی دیتا رہتا ہے، جس سے یہ سماعت کو تو اتنی قوت سے محسوس نہیں ہوتی لیکن غیر محسوس طریقے سے ہماری سننے کی صلاحیت کو نقصان یقیناً پہنچا رہی ہوتی ہیں۔

تحقیق کے مطابق ہمارے ارد گرد پھیلا ہوا تیز شور ذہنی دباؤ پیدا کرنے والے ہارمون کا اخراج بڑھا جاتا ہے، جو مدافعتی نظام کو تباہ کرنے کا باعث بنتے ہیں اور یہ صورت حال ایسے لوگوں کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے جو پہلے ہی سے کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہوں۔

یہ عام مشاہدہ کیا گیا ہے کہ پرشور گنجان آباد علاقوں میں جرائم کی تعداد پرسکون علاقوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتے ہیں۔

پرشور علاقوں میں رہنے والے افراد زیادہ جارحیت پسند ہو جاتے ہیں، جس کی واحد وجہ ذہنی دباؤ اور اعصابی تناؤ ہی ہے جو افراد میں قوت برداشت کو ختم کرنے کا سبب بنتا ہے۔

تیز شور اور بیماریوں کا باہمی تعلق

شور بلڈ پریشر کو ہائی رکھتا ہے۔ امراض قلب کے مریضوں کے لیے تیز شور مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔ شور سے جسم میں کئی منفی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جن میں ایک اہم تبدیلی خون کی شریانوں کا سکڑنا ہے، جس سے خون کی روانی میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

آنکھوں کی پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ نظام ہاضمہ سے متعلق مسائل بھی لاحق ہو جاتے ہیں۔ آنتوں کے امراض، السر اور معدے کے دیگر امراض بھی شور سے ہو سکتے ہیں۔

موجودہ تیز رفتار دور میں شور سے مکمل طور پر محفوظ رہنا ممکن نہیں لیکن خود حفاظتی اصول کے تحت ایک حد تک شور کے منفی اثرات سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

شور سے کیسے محفوظ رہا جائے؟

بچوں سے نرمی اور آہستہ آواز میں بات کریں اور خود بھی اپنے اندر یہ مثبت عادت پیدا کریں تاکہ گھر کا ماحول پرسکون رہے۔

گھریلو برقی آلات بہت معیاری ہونے چاہئیں تاکہ وہ زیادہ شور پیدا نہ کریں۔ انہیں استعمال کرنے کے لیے بھی ایک وقت مقرر کریں تاکہ وقت بے وقت شور پیدا نہ ہو۔

اگر آپ بھی ٹی وی، ریڈیو وغیرہ بہت بلند آواز میں سننے کے عادی ہیں تو یہ عادت تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ سماعت کے بارے میں یہ حقیقت بھی دلچسپی سے خالی نہیں آہستہ آواز میں سننے کی عادت ڈال جائے تو اس سے قوت سماعت میں اضافہ ہوتا ہے۔

مصروف سڑکوں پر لمبے سفر کے دوران اپنے

کانوں میں ہلکی سی روئی لگائی جا سکتی ہے۔ جس سے شور کے منفی اثرات نصف حد تک رہ جاتے ہیں۔ خصوصاً بچوں کی سماعت کی حفاظت کے لیے یہ اقدام ضرور کریں۔

کان میں محسوس ہونے والی سنسناہٹ کی ہلکی سی آواز کو بھی بالکل نظر انداز نہیں کریں۔ یہ بہرے پن کی اولین علامت بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ فوری طور پر معالج سے رجوع کیا جانا چاہیے۔

جب تک کانوں پر حفاظتی آلہ نہ لگا لیں، کسی بھی تیز آواز کو سننے سے پرہیز کریں۔

حساس طبیعت افراد شور کے منفی اثرات سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ کیونکہ شور ہارمون کے اخراج، دل کی دھڑکن اور خون میں کولیسٹرول کی سطح تو اتر سے تبدیلیاں پیدا کرتا ہے۔

ورزش، پر سکون نیند اور اچھی غذا کے ذریعے صوتی آلودگی سے پیدا ہونے والی شکایات پر ایک حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔

ماہرین کی رائے کے مطابق، یوگا، مراقبہ اور مدھر موسیقی بھی ہمارے فطری حسیات کو پائیدار بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

شور یعنی صوتی آلودگی کو ایک خطرناک مسئلے کی نظر سے دیکھنا ضروری ہے۔ حکومتی سطح پر بھی اس بڑھتے ہوئے شور پر قابو پانے کے لیے سختی سے اقدامات کیے جانے چاہئیں۔ خصوصاً پریشر ہارن اور بغیر سائلنسر لگے رکشا مالکان کے خلاف پر زور اور مستقل بنیادوں پر قوانین کی ضرورت ہے۔

❄

بقیہ: ٹین ایج کا دور

دولی، منشیات، تیز رفتار ڈرائیونگ، خود اذیتی یا دوسروں کو نقصان پہنچانے جیسے رویوں میں مبتلا نظر آتے ہیں ان کے پس منظر میں ٹین ایج میں بغاوت یا والدین کی طرف سے نظر انداز کیے جانے جیسے عوامل نظر آتے ہیں۔ ایک مرتبہ بچہ یا بچی کی روٹین میں یہ عادات شامل ہو جائیں تو پھر ان سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ گھر کا ماحول خوشگوار اور پر سکون رکھیں۔ گھر میں ہونے والی کسی ٹینشن کا اظہار غصہ یا چڑچڑاہٹ کی شکل میں نہ کریں۔

آج کل آسائشیں، جدید تبدیلیاں اور رجحانات ہر فرد کو متاثر کر رہے ہیں تو بچے اس طلسماتی دور سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ گزرے وقتوں میں بچوں کی پرورش کرنا اس قدر مشکل نہیں تھا مگر اب زمانے کی سرد و گرم ہواؤں کا رخ زرا بدل چکا ہے۔ والدین کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ انہیں بچے یا بچی کی بدلتی ہوئی روٹین اور رویوں پر نظر رکھنی ہوگی آپ صرف اور صرف شفقت و محبت سے ان کی مناسب رہنمائی کر سکتے ہیں۔

❖

بچوں کی بھوک

ڈاکٹر نسرین شیخ

میرا بچہ کچھ نہیں کھاتا.....

اسے شاید بھوک نہیں لگتی۔ یہ ایک ایسا فقرہ ہے جو کم و بیش ہر ماں کی زبان سے ادا ہوتا ہے۔

نوزائیدہ بچوں کو چار سے چھ ماہ کی عمر سے دودھ کے ساتھ ساتھ ٹھوس غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک سال کی عمر تک زیادہ تر بچے دن میں تین مرتبہ



کھانا کھانے کی عادت ڈال چکے ہوتے ہیں۔ ماہرین غذائیت کی اکثریت پاکستانی بچوں کی غذائی عادات سے مطمئن نہیں ہے۔ مسائل دو طرح کے ہیں۔

غذائی کمی۔

غلط غذائی عادات۔

ہم یہاں غذائی کمی کی بات نہیں کریں گے کیونکہ یہ حساس موضوع لمبی بحث کا طالب ہے۔ غلط غذائی عادات بھی خاصا سنگین معاملہ ہے۔

آج کل زیادہ تر بچے میٹھی اور مصنوعی رنگوں سے تیار شدہ مصنوعات استعمال کرتے ہیں جن کی وجہ سے موٹاپا اور دانتوں کی بیماریوں کے خطرات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ میٹھا زیادہ کھانے سے بچوں کی اشتہا بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور وہ صحت کے لیے مفید چیزوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

غذا کا ذائقہ بہت چھوٹی عمر میں پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے جو کہ ساری عمر کی پسند و ناپسند کا معیار بن جاتا ہے۔ نوزائیدگی میں ہی بچوں کو ہر چیز کے ذائقے سے آشنا کر دیں۔ مثلاً ایک فرد کے کھانے میں نمک کی مقدار کا تعین بچپن ہی سے ہو جاتا ہے جس میں زیادتی بلڈ پریشر میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ جب آپ بچے کی غذا میں نمک ڈال رہے ہوتے ہیں تو یہ بچے کا مطالبہ نہیں بلکہ آپ کی پسند ہوتی ہے جو مستقبل کی بہت سی بیماریوں کو آواز دے رہی ہوتی ہے۔

بچوں میں موٹاپے کا رجحان بھی انہی غلط غذائی عادات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ زیادہ چکنائیاں اور میٹھا کھانے کی عادات بچوں کے وزن میں بلاوجہ اضافے کا باعث بنتی ہے۔ زیادہ کولیسٹرول سے بھرپور کھانے بھی بچوں کے لیے نقصان کا باعث ہیں۔

بچوں کے لیے تیار شدہ غذائیں جو نت نئے

اشتہارات کے ذریعے مزید پرکشش بنا کر ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہیں کے بھی کچھ نقصانات ہیں۔ ان کو بچوں کے لیے پرکشش بنانے کے لیے نمک اور چینی سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ بہت Refine بھی کیا جاتا ہے۔ سب سے بہتر طریقہ اپنے بچے کے لیے خود کھانا تیار کرنا ہے۔ اسے وہی سبزیاں، پھل اور گوشت دیں جو آپ خود کھاتی ہیں بس بچوں کی عمر کے حساب سے اس تیار شدہ کھانے کو نرم کیا جاسکتا ہے۔ میٹھے پھل بیکری کی تیار شدہ چیزوں سے بہتر رہتے ہیں۔ بھوسا نکالے بغیر اجناس اور پھلوں کے رس کی بجائے مکمل گودے سمیت پھل بھی ان کے لیے بہتر اور جسم کے لیے فائدہ مند رہتے ہیں۔ گوشت اور مچھلی کا قیمہ کر کے بچوں کو دیا جاسکتا ہے۔ روٹی کا چورا شوربے کے ساتھ بچوں کے لیے بہترین کھانا بن سکتا ہے۔

چھوٹے بچوں کی غذائیں گھر میں تیار کرنا

گھر میں بچوں کے لیے کھانا بنانے کے دو فوائد ہیں۔

صاف ستھرا ہونے کی ضمانت۔

معاشی طور پر سستا ہونا۔

یہ کام بہت سہولت سے گھر میں ہوسکتا ہے۔ اپنے بچے کی ضرورت کے لحاظ سے کھانے میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے مثلاً سردیوں میں کھانے میں یخنی یا انڈے کا اضافہ بچوں کو زکام کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے اور گرمیوں میں دہی اور جوس بچوں کو گرمی کے اثر سے دور رکھتا ہے۔ گھر میں کھانا سستا اور تازہ رہتا ہے۔

آپ کھانے کے ذائقے میں تبدیلی بھی کرسکتی ہیں۔ بچہ ایک ہی طرح کے کھانے سے جلد ہی بور ہوجاتا ہے۔

ٹھوس غذا کب شروع کرائی جائے؟

بچوں کی بھوک کا کوئی مستقل معیار نہیں۔ کچھ بچے تین ماہ بعد ہی صرف دودھ سے سیر نہیں ہوتے اور کچھ چھ ماہ بعد بھی ٹھوس غذا کھانا پسند نہیں کرتے۔ شروع میں چھوٹے بچوں کو دودھ کے درمیانی وقفوں میں کھانا کھلائیں۔ کیونکہ مکمل بھوک کی حالت میں بچے دودھ کے علاوہ کچھ اور لینے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ رفتہ رفتہ ان کا کھانے کا وقت مقرر کرتی جائیں۔ ٹھوس غذا اس ترتیب سے شروع کرائیں۔

اناج، پھل، سبزیاں، گوشت۔

چھ سے سات ماہ کی عمر کے بچے ایسی غذا پسند کرتے ہیں جو وہ خود اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھا سکیں۔ اس سے انہیں خود کھانے کی عادت ہوجاتی ہے۔ روٹی کا ٹکڑا یا ہڈی ان کے ہاتھ میں دی جاسکتی ہے۔

ایک سال کی عمر کا بچہ کھانے کے معاملے میں خاصا ٹرینڈ ہوچکا ہوتا ہے۔

وہ اپنی ضروریات کے مطابق کھانے لگتا ہے۔

ایک سال کے بچے کے لیے دن بھر کا مینو کچھ اس طرح بنائیے۔

ناشتہ

اناج (گندم، دالیں، چاول) کسی بھی شکل میں۔

یعنی روٹی، پراٹھا، دلیہ، سیریلیک، ڈبل روٹی، فرنچ ٹوسٹ، انڈا (ابلا یا تلا ہوا)، کوئی پھل یا جوس اور دودھ۔

دوپہر کا کھانا

سبزیاں، آلو، گوشت یا مچھلی، پھل، دودھ (افراد خانہ کے لیے تیار شدہ سالن میں روٹی کے ٹکڑے چورا کر کے بھی کھانا تیار کیا جا سکتا ہے۔)

عصرانہ

بسکٹ، چپس، دلیہ اور دودھ۔

رات کا کھانا

چاول، کھچڑی میں سبزیاں اور گوشت ڈال کر پکالیں اور پھر بلینڈر میں پیس لیں۔

دودھ دو کھانوں کے درمیان میں دیں یعنی کھانے سے دو گھنٹے پہلے دودھ نہ پلائیں کیونکہ دودھ ہضم ہونے میں تین سے چار گھنٹے لیتا ہے اور بچوں سے مقررہ وقت پر کھانا نہیں کھایا جاتا۔

پھلوں کا رس کھانے سے ایک گھنٹہ پہلے دیا جا سکتا ہے خصوصاً مالٹے کا۔

بچوں کو پراٹھا کھلایا جا سکتا ہے مگر انہیں زیادہ روغنی غذاؤں کی عادت مت ڈالیے۔

بچے کو غذا بدل بدل کر دیں تاکہ وہ کھانے میں دلچسپی لے سکے۔

اگر آپ محسوس کریں کہ آپ کا بچہ کم کھاتا ہے تو اس کے دودھ کے اوقات کا جائزہ لیں۔ یعنی کھانے کے وقت سے تھوڑا پہلے تو وہ دودھ نہیں پیتا۔

دودھ میں چینی ملانا بند کر دیں کیونکہ بچے اس چینی سے اپنی حراروں کی مقدار پوری کر لیتے ہیں اور انہیں مزید ٹھوس چیزوں کے استعمال میں متوازن رہیں۔ مٹھاس بھوک ختم کر دیتی ہے۔

کھانے کو پرکشش بنائیں یعنی اسے اچھے اور خوبصورت انداز سے پیش کریں۔

خوش ذائقہ اور خوش رنگ کھانا بچوں کو متاثر کرتا ہے۔ بچے کو وقت دیں اور خود ساتھ بیٹھ کر اسے کھانا کھلائیں۔

بچے کے سامنے بار بار مت دہرائیں کہ وہ نہیں کھاتا۔ اسے مجبور نہ کریں اور نہ ہی اس کی منت کریں آپ کا نارمل رویہ بچے کو ٹینس (Tense) نہیں کرے گا اور وہ کھانے کی طرف راغب ہوگا۔

زوردار خراٹے لینے والے افراد کو فالج ہونے کا خطرہ زیادہ

نیند میں خوب خراٹے لینے والے اب ہوشیار ہو جائیں۔ ایک حالیہ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ جو افراد



سوتے ہوئے خراٹے لیتے ہیں ان میں فالج کا خطرہ دوگنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ چین میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق سوتے ہوئے خراٹے لینا نا صرف صحت کے مسائل کو خطرناک حد تک بڑھاتا ہے بلکہ اس سے فالج کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ خراٹے لینے سے خون میں ایسے مہلک لوتھڑے بن جاتے ہیں جو کئی خطرناک بیماریوں کا باعث بن سکتے ہیں۔


اس میں انسانوں کے لئے شفا ہے۔
شہد کا باقاعدہ استعمال جسم میں بیماریوں کے
خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔
شہد میں کئی امراض کے لئے شفا ہے۔
بیماری کے بعد ہونے والی کمزوری کو دور کرتا ہے۔
جلد کی حفاظت کرتا ہے۔
دماغ، اعصاب اور نظر کو تقویت دیتا ہے۔
قوت میں اضافہ کرتا ہے۔
AZEEMI'S
FLORA
HONEY
AZEEMI'S
FLORA
HONEY
Packed By:
AZEEMI LABORATORIES
Ph:021-36604127
کراچی میں اپنے قریبی اسٹور سے طلب فرمائیں
یا ہوم ڈلیوری کے لئے ہمیں فون کیجئے۔

کھمبی

سائرہ اسد

کھمبی (Mushroom) بظاہر ایک خودرو پودا ہے جس میں نہ تو شاخیں ہوتی ہیں اور نہ پتے ان پودے میں رب العزت نے کئی بیماریوں سے شفا رکھی ہے۔ یہ خودرو نباتات کی وہ قسم ہے جو عموماً برسات کے موسم میں باغوں، نہروں، کیاریوں اور سرسبز مقامات پر پائی جاتی ہے۔ اس پودے کا تعلق (Fungus) خاندان سے ہے۔ کھمبی کی متعدد اقسام دریافت ہو چکی ہیں لیکن عام استعمال کے لیے اس کا خاندان (Agaricus Campestris) ہے جبکہ دوسرے خاندان (Psalliota Campestris) کے تمام اراکین قابل خوراک نہیں ہیں۔ اس کی اکثر اقسام زہریلی بھی ہیں۔ پنجاب کے باغات میں اس کی دو اقسام ملتی ہیں۔ چھتری کی شکل میں ملنے والی (Agaricus Albus) ہے۔ یہ عموماً زہریلی قسم ہوتی ہے لیکن ہومیوپیتھک اور طب میں اس سے (Agaracin) بنتی ہے۔ دوسری گول سر والی ہوتی ہے جسے لوگ عام طور پر سالن میں پکا کر کھاتے ہیں۔ برٹش ریسرچ کونسل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ کھمبی میں پروٹینز، فیٹس، کاربوہائیڈریٹس، سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشیم، میگنیشیم، کوپر، آئرن، فاسفورس، سلفر، کلورین اور گلوکوز کی مقدار پائی جاتی ہے۔ یوں غذائیت کا بھی عمدہ معیار کھمبی کا خاصہ ہے۔ اطبائے قدیم کے مطابق سفید رنگ کی کھمبی سب سے اعلیٰ ہے۔



طب میں کھانے والی قسم کھمبی اور زہریلی قسم چھتری کہلاتی ہے۔ کھمبی کی ایک قسم کشمیر سے آتی ہے جسے گا گچھو کہا جاتا ہے اسے گوشت کے ساتھ پکا کر کھایا جاتا ہے یہ خوش ذائقہ اور مقوی باہ ہوتی ہے۔ کھمبی ایک مقبول غذا ہے۔ یورپ میں لوگ بڑے شوق سے کھمبی کا سالن تناول کرتے ہیں۔ اب متعدد ملکوں سے قابل خوردنی کھمبیاں ڈبوں میں بند ہو کر اسٹورز پر بآسانی دستیاب ہیں۔ میڈیکل سائنس کی جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس



برٹش ریسرچ کونسل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ کھمبی میں پروٹینز، فیٹس، کاربوہائیڈریٹس، سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشیم، میگنیشیم کوپر، آئرن، فاسفورس اور کلورین پائی جاتی ہیں۔

کے پانی میں جراثیم کو مارنے کی صلاحیت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے آنکھوں کی کئی بیماریوں میں مفید قرار دیا گیا ہے۔ کھمبی کے الگ ذائقے کے علاوہ اس میں کیمیکلز کی اضافی مقدار اس کو مزید مفید بناتی ہے۔ چائنیز کھانوں میں مرغی اور کھمبی، مرغی اور بکرے کا گوشت یا مچھلی کے علاوہ کھمبی کا چورا بہت مقبول ہے۔

کھمبی میں وٹامن بی کے علاوہ وٹامن ڈی موجود ہوتا ہے۔ تجربات کی بنا پر جسم کو طاقت بخشتی ہے ہسپتالوں میں بھی مفید ہے۔ کھمبی سے اب تک کی تحقیق کئی جراثیم کش دوائیں میسر آتی ہیں۔ جدید میڈیکل سائنس نے بھی آنکھوں کی جملہ بیماریوں میں اس کے پانی کو مفید قرار دیا ہے۔

.... البتہ کسی دوسری دوا کے ساتھ تناول نہ کیا جائے۔

.... کھمبی عام طور پر معتدل اور خوشبودار ہے مگر موسم میں بیمار افراد کے لئے کچا بھی تناول کیا جا سکتا ہے اور پکا کر بھی۔ اس کی مفید شکل کھانے میں بہتر ہے۔ کھمبی کو سکھا کر بھی کھانے سے دست آتے ہیں۔

جاتے تھے۔ اس کی ایک قسم گنتی کہلاتی ہے یہ حرارت کو ختم کرتی ہے بلغم کو پیدا کرتی ہے۔ حاملہ بھی خواتین اسے حلوے میں ملا کر صحت مند ہونے کے لئے کھاتی تھیں۔

کھمبی خون بڑھاتی ہے۔ اسے پیس کر لیپ زخموں پر لگانا صحت بخش ہے جو آسانی سے بھرنے میں نہ آتے ہوں۔ سوکھی کھمبی کو استعمال سے پہلے ایک دن پیشتر پانی میں بھگو دینا چاہیے۔ پھر صاف کر کے گھی میں بھوننے کے بعد استعمال کرنا بہتر ہے۔ اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے زیتون کے تیل میں بھوننا زیادہ مفید ہے۔ کھمبی کے ساتھ چقندر اور سرکے کا استعمال بھی نقصانات سے محفوظ رکھتا ہے۔

کھمبی اپنی افادیت اور غذائیت میں گوشت سے قریب ترین ہے اس لیے بیشتر ممالک میں کھمبی بڑے پیمانے پر کاشت کر کے گوشت کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ پاکستان میں بھی کھمبی کی کاشت کے پروگرام میں خاصی دلچسپی ظاہر کی جاتی ہے۔

موٹے افراد اپنی کیفیت کو بیماری سمجھ کر زیادہ کھاتے ہیں، تحقیق



امریکہ کی ریاست کی یونیورسٹی کے ماہرین کی جانب سے کی جانے والی ایک تحقیق میں یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ موٹاپے کو مرض سمجھنے سے لوگوں کو زیادہ کھانے کا حوصلہ مل جاتا ہے۔ تحقیق کے مطابق موٹاپے کو مرض سمجھ کر اس میں مبتلا افراد وہ تمام چیزیں مزے سے کھانا شروع کر دیتے ہیں کہ ان کی صورتحال میں بالکل تبدیلی نہیں آ سکتی۔ واضح رہے کہ گزشتہ برس امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن کی جانب سے موٹاپے کو ایک مرض قرار دیا گیا تھا۔

لیموں

چھوٹا سا پھل بڑے فائدے

ردا چوہدری

لیموں دیکھنے میں تو ایک چھوٹا سا گیند نما عام پھل ہے مگر یہ بھی وٹامنز (حیاتین) سے بھرپور ہوتا ہے اور وٹامن سی کا تو لیموں پورا خزانہ ہے۔

جسم کی صحت اور طاقت کے لیے وٹامنز کی بڑی اہمیت ہے اور وٹامنز کی کمی سے انسانی جسم مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ وٹامن سی کی کمی سے مسوڑھے سوج جاتے ہیں اور ان سے خون نکلتا ہے۔ اس کے علاوہ عضلاتی بخار میں بھی انسان مبتلا ہوتا ہے۔ مسوڑھوں سے خون نکلنے کی صورت میں حکیم صاحبان، مریض کو وٹامن سی کی گولیاں استعمال کراتے تھے لیکن لیموں کے استعمال سے ان گولیوں سے بچا جا سکتا ہے اور وٹامن سی کی کمی سے پیدا ہونے والے امراض سے بھی بچاؤ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

لیموں کے کیمیائی تجزیے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس میں وٹامن سی کا تناسب ۵۰ ملی گرام، کیلشیم ملی گرام، فاسفورس چودہ ملی گرام، جبکہ آئرن ملی گرام موجود ہے۔

ان اجزاء کے علاوہ لیموں میں "سٹرک ایسڈ" جس قدر پایا جاتا ہے اتنا کسی اور پھل میں نہیں ہوتا۔

دور حاضر میں فساد خون (پھوڑے، پھنسیاں، خارش) کے مریضوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ نوجوان لڑکے ہوں یا لڑکیاں وہ اپنے چہرے سے حسن کو ختم کرنے والے دانے و چھائیاں دور کرنے کے لیے قسم قسم کی کریمیں استعمال کرتے ہیں قدرت نے اس چھوٹے سے پھل میں رنگ نکھارنے، چہرے و جلد نکھارنے کے لیے کس قدر مفید اثرات رکھے ہیں۔

ایک تحقیق میں پتہ چلا کہ لڑکے لڑکیوں کو لیموں کا استعمال کرایا گیا ان میں اکثریت کو اس سے فائدہ پہنچا۔ لیموں اپنے اثرات کے حوالے سے مصفی خون ہے اور فساد خون کے نتیجے میں ہونے والے عوارض، خارش، پھوڑے، پھنسیاں اور دانے و چھائیاں میں





ایک بہترین قدرتی تدبیر ہے۔

لیموں مصفی خون ہونے کے ساتھ ساتھ قاتل جراثیم بھی ہے۔ یہ تیزابی مادوں کو ختم کرتا ہے اور صفراوی امراض کا تو مفید علاج بتایا جاتا ہے۔ یہ ملیریا اور تیز بخار میں فائدہ دیتا ہے۔

لیموں خوبصورتی کا بھی ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اس کا عرق بیرونی طور پر جلد کو نکھارتا ہے۔ اس لیے ہماری خواتین جلد نکھارنے کے لیے اسے عام طور پر استعمال کرتی ہیں۔

لیموں کے طبی فوائد

جگر اور تلی کے مرض میں لیموں کے ٹکڑے کر کے نمک چھڑک کر اور تھوڑا سا گرم کر کے رس میں کئی مرتبہ چوسنا فائدہ مند ہوتا ہے۔

ہیضہ میں لیموں کے رس میں منقیٰ تر کر کے رکھیں اور ہر گھنٹہ بعد ایک منقیٰ کھالیں اور ساتھ میں رس بھی پی لیں۔

موٹاپے میں لیموں کا رس نیم گرم پانی میں ملا کر روزانہ استعمال کرنے سے موٹاپا جاتا رہتا ہے۔

لیموں کے رس میں نمک یا شکر ملا کر پینے سے جسم میں چستی آتی ہے۔

بال لمبے اور چمکیلے کرنے کے لیے لیموں کے رس میں سفوف آملہ ملا کر بالوں کی جڑوں میں لگانے سے بال مضبوط اور چمکیلے ہو جاتے ہیں۔

لیموں کے عام استعمال سے بھوک میں اضافہ، خفقان اور فساد خون کے امراض، مسوڑھوں کی سوجن، بدہضمی، گردہ اور تلی کے امراض میں بھی فائدہ مند ہے۔ لیموں کا تیز محلول دانتوں کو نقصان دیتا ہے اور اس کی ترشی پٹھوں کے درد کا سبب بن سکتی ہے۔

لیموں کا رس ہڈیاں مضبوط کرتا ہے

لیموں میں وٹامن سی کی وافر مقدار ہونے کی وجہ سے یہ دودھ پلانے والی ماؤں اور حاملہ خواتین کے لیے بہترین زود ہضم غذا ہے۔ بڑھتے اور پروان چڑھتے ہوئے بچوں کو عمر کے مطابق پانچ سے سات قطرے تک اس کے رس کا استعمال ہڈیاں مضبوط بناتا، کیلشیم کی ضروری مقدار فراہم کرتا ہے اور پیٹ ہلکا کر کے چستی پیدا کرتا ہے اگر اسے آدھے یا ایک چمچ شہد میں ملا کر استعمال کرایا جائے تو بچے سوتے تازے اور دستوں سے محفوظ رہتے ہیں اور آسانی سے دانت نکال لیتے ہیں۔

لیموں کی خوشبو سے ہر قسم کی بو حتیٰ کہ مچھلی کی بو بھی اس کو لگانے سے دور ہو جاتی ہے۔ لیموں کے خشک تین گرام چھلکے اور تین عدد بڑی الائچی کو ڈیڑھ پاؤ پانی میں جوش دے کر مصفا ملا کر گھونٹ گھونٹ پینے سے پیٹ کا درد دور ہو جاتا ہے۔

لیموں کے بیج پیس کر رتی بھر انار کے پانی میں یا شربت میں ملا کر دو تین مرتبہ چاٹنے سے قے آنا بند ہو جاتی ہے۔

لیموں کا چورن

لیموں کو ایک لیٹر پانی میں سونٹھ، دانہ الائچی کلاں، پوست آملہ، زیرہ سفید، دو دو ساٹھ گرام ڈال کر برتن کو ڈھک کر پھر پانی خشک ہونے پر دھوپ میں سکھا کر پھر چھان کر شیشی میں بھر لیں۔ یہ ہضم کے لیے عمدہ چورن ہوگا۔



دسترخوان

فلک ناز

آپ کے دسترخوان کی رونق میں اضافہ کریں گی۔

رینبو رائس

اشیاء: آدھا کلو قیمہ باریک، نمک ایک چائے کا چمچ، پیاز Chopped ایک عدد، ادرک لہسن پسا ہوا ایک چائے کا چمچ، لال مرچ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، دہی آدھا کپ، تمام چیزیں تیل میں ڈال کر بھون لیں، آدھا کلو چاول ابال لیں نمک کے ساتھ۔

ہری چٹنی: ایک گڈی ہرا دھنیا، دو ہری مرچیں، آدھی گڈی پودینہ، دو کھانے کے چمچ لیموں کا رس اور ہرا رنگ تمام چیزوں کو ملا کر پیس لیں۔

ٹوماٹو پیوری: ایک پاؤ ٹماٹر، آدھی پیاز، آدھا چائے کا چمچ لال مرچ پاؤڈر، لہسن اور لال رنگ۔ ٹماٹروں کو کاٹ کر اس میں تمام چیزیں ڈال کر بلینڈ کر کے چھان لیں اور پکائیں۔

ترکیب: چاولوں کو چار حصوں میں تقسیم کر لیں، ایک حصے میں ٹوماٹو پیوری، دوسرے میں ہری چٹنی، تیسرے میں زردے کا رنگ مکس کر لیں اور ایک سفید رہنے دیں۔ سرونگ ڈش کو Greased کر لیں، پہلے اس میں



رائس اسپیشل

انڈے ابال کر کے گول گول کاٹ کر رکھیں اس کے اوپر قیمہ پھر ہرے چاول قیمہ سفید چاول پھر 200 سینٹی گریڈ پر دس منٹ بیک کریں اور نکال کر گارنش کریں اور پیش کریں۔

افغانی پلاؤ

اشیاء یخنی کے لیے: گوشت ایک کلو، سونف دو چائے کے چمچ، ثابت دھنیا ایک چائے کا چمچ، ادرک ایک انچ کا ٹکڑا، پیاز (فرائی کی ہوئی) ایک عدد، نمک تین چائے کے چمچ۔

ترکیب: گوشت میں آٹھ سے دس کپ پانی اور یخنی کی باقی تمام چیزیں ڈال کر پکانے کے لیے رکھ دیں، جب گوشت گل جائے اور یخنی تقریباً پانچ کپ رہ جائے تو اس میں سے گوشت نکال کر یخنی کو چھان لیں۔

پلاؤ کے لیے: چاول تین کپ، پیاز ایک عدد (باریک کاٹ لیں)، گرم مسالہ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، ادرک لہسن دو چائے کے چمچ، کشمش دو چائے کے چمچ، اخروٹ آدھا کپ، تیل آدھا کپ، دہی (پھینٹ لیں) ایک کپ۔

ترکیب: تیل کو گرم کر کے پیاز کو گولڈن براؤن کر کے نکال لیں۔ پھر

ململ میں ادرک لہسن گوشت گرم مسالہ کشمش اخروٹ اور دہی ڈال کر اچھی طرح بھون لیں اس کے بعد یخنی ڈالیں۔ (چاول کو صاف کر کے دس سے پندرہ منٹ بھگو دیں) یخنی کے ساتھ چاول بھی ڈال دیں، جب چاول ایک کنی رہ جائیں تو فرائی پیاز چھڑک کر دم پر رکھ دیں، دہی رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

دہلی بریانی

اشیاء: باسمتی چاول آدھا کلو، مٹن (گوشت چھوٹا) آدھا کلو، ادرک ایک چائے کا چمچ، لہسن ایک چائے کا چمچ، گھی تین چوتھائی کپ، دہی ایک کپ، گرم مسالہ دو چائے کے چمچ (ایک چمچ چاولوں کے لیے، ایک چمچ گوشت کے لیے) براؤن پیاز دو عدد، نمک ایک چائے کا چمچ، سرخ مرچ دو چائے کے چمچ، دھنیا پاؤڈر ایک چائے کا چمچ (گوشت میں ڈالنے کے لیے ثابت گرم مسالہ)، سفید الائچی چار عدد، لونگ چار عدد، دار چینی ایک اسٹک، بڑی الائچی دو عدد، سیاہ زیرہ ایک چائے کا چمچ، تیزپات ایک عدد، ہری مرچ (کٹی ہوئی) سجاوٹ کے لیے، ہرا دھنیا (کٹا ہوا) سجاوٹ کے لیے۔

ترکیب: چاولوں کو ایک تیز پات، ایک بڑی الائچی، سیاہ زیرہ، ایک چائے کا چمچ اور دو کھانے کے چمچ نمک کے ساتھ ابال لیں۔ گھی گرم کریں اور گوشت کو فرائی کر لیں۔ اس میں ادرک اور لہسن ڈال کر فرائی کریں، نمک ملا دیں، سرخ مرچ، ثابت گرم مسالہ اور دھنیا پاؤڈر ملا دیں اور بھونیں۔ پھر دہی ملا دیں اور پکائیں۔ پانی ڈال کر گوشت کو اس وقت تک پکنے دیں کہ گل جائے۔ براؤن پیاز ملا دیں اور اچھی طرح سے بھون لیں۔ گریوی رہنی چاہیے۔ اب ایک پتیلی لیں، چاولوں کی ایک تہہ بچھائیں، پھر گوشت ڈال دیں اور پھر ہری مرچ، ہرا دھنیا ڈال دیں۔ پھر چاولوں کی تہہ بچھا دیں۔ اوپر سے گرم مسالہ پاؤڈر اور ہرا مسالہ ڈال کر دم پر رکھ دیں۔

دیگی بریانی

اشیاء: گوشت تین پاؤ، چاول آدھا کلو، ادرک لہسن (پسا ہوا) دو چائے کے چمچ، لال مرچ پاؤڈر دو چائے کے چمچ، دھنیا اور ہلدی ایک چوتھائی چمچ، لونگ چھ عدد، چھوٹی الائچی چھ عدد، گھی ایک کپ، پیاز تین عدد، دہی ایک کپ، لیموں کا رس دو کھانے کے چمچ، لیموں کے سلائس تھوڑے سے، ہرا مسالہ تھوڑا سا۔

ترکیب: گھی گرم کریں۔ پیاز براؤن اور آدھا گھی نکال لیں۔ گوشت ڈالیں۔ دھنیا، ہلدی، سرخ مرچ پاؤڈر، نمک، ادرک، لہسن، لونگ، چھوٹی الائچی ڈالیں۔ تین کپ پانی ڈالیں کہ گوشت گل جائے۔

لیموں کاٹ کر اس میں دہی ڈالیں اور بھون لیں پھر پیاز چھوٹی چھوٹی کاٹ کر ڈالیں۔ بھون لیں۔ ہرا مسالہ تھوڑا کاٹ کر ڈالیں اور ساتھ ہی لیموں کا رس، حسب ضرورت گرم مسالہ، جائفل اور جاوتری ڈالیں۔

برائے چاول: تیز پتہ ایک عدد، بڑی الائچی تین عدد، لونگ پانچ عدد، دال چینی ایک عدد، کالی مرچ پندرہ عدد، سیاہ زیرہ ایک چائے کا چمچ، نمک دو چائے کے چمچ، آلو بخارا دس عدد، کیوڑہ رنگ چھڑکنے کے لیے۔

ترکیب: پانی میں چاولوں کو آدھا گھنٹہ سوک کریں اور گرم مسالے اور نمک کے ساتھ آدھا کچا پکا لیں۔ ایک دیگچی میں چاول پانچ منٹ پکائیں جب بھاپ آنے لگے باقی گھی ڈالیں رنگ ڈالیں کیوڑہ ڈالیں تھوڑی پیاز چھڑک کر دم پر رکھیں اور گرم گرم سرو کریں۔

چہرے کے داغ دھبے

چھٹکارہ نہایت آسان طریقے سے....

شاہین اختر

نوجوان اور عمر رسیدہ ہر عمر کی متعدد خواتین چہرے پر داغ دھبوں کے مسئلے پر دوچار نظر آتی ہیں۔ خوب صورت نظر آنے کے دباؤ میں خواتین کاسمیٹکس اور جلدی امراض سے متعلق ماہرین کے پاس جاکر خطیر رقمیں خرچ کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

داغ دھبوں کے یہ نشانات تین قسم کے ہوتے ہیں۔

سفیدی مائل:

یہ بالوں سے وابستہ جلد کے نیچے پیدا ہوتے ہیں اس کے نتیجے میں جلد پر گوشت کے رنگ کا ابھار پیدا ہو جاتا ہے۔

سیاہی مائل:

اگر سفیدی مائل نشان جلد کے اوپری سطح پر نمودار ہو جائے اور کھل جائے تو یہ سیاہی مائل نشان کہلائے گا۔ یہ سیاہی بیرونی گندگی نہیں ہے بلکہ جلد کی رنگت سیاہ ہونا شروع ہو جاتی ہے جو جلد کے اندر کیمیائی عمل کا نتیجہ ہے۔

مہاسے: اگر جلد میں سوزش پیدا ہو جائے اور یہ نشان سرخ یا ابھری رنگت کے ہو جائیں تو یہ مہاسے کہلاتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے سرخ یا گلابی رنگت کے ابھار کی صورت میں ہوتے ہیں۔

اس طرح داغ دھبے کے نشانات مہاسوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ اکثر یہ سورج کی تپش، بے ترتیبی، نیند کی کمی، مہاسوں، غذائیت میں کمی اور جلد کی خشکی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

داغ دھبوں سے نجات کے نسخے

داغ دھبوں سے بچنے کے لیے بعض سادہ طریقے موجود ہیں جن کے ساتھ ہی مناسب نیند، متوازن غذا، ورزش، سورج کی تیز کرنوں سے بچاؤ اور وٹامن سپلیمنٹ کا باقاعدگی سے استعمال ضروری ہے۔



کینو کا چھلکا

کینو کے چھلکوں کا آمیزہ تیار کر لیں۔ چھلکے کی جلد کا اوپری دانے دار حصہ جلد کی صفائی کے لیے

بہترین ہے اس میں ایلوویرا اور عرق گلاب ملا کر آہستگی سے چہرے اور گردن پر ملیں اور خشک ہو جانے پر اسے صاف کر دیں۔

ہفتہ میں دو بار یہ عمل دہرانے سے آپ چند ہفتوں میں اپنی جلد میں نمایاں تبدیلی محسوس کریں گی۔ یہ آمیزہ مسامات میں داخل ہو کر جلد کی گہری صفائی کرتا ہے اور جلد کو نرم و ملائم بناتا ہے۔ چھلکے میں موجود اورنج آئل جلد کے مردہ خلیات، سیاہ دھبوں کو صاف کر کے ان کے مزید ظاہر ہونے کے امکانات کو کم کرتا ہے۔ اورنج آئل خشک یا چکنی جلد کا توازن بھی بحال کرتا ہے۔ موٹاپے اور فربہی کی وجہ سے یا جلد پر خشکی کی بنا پر پڑنے والی جھریوں کی روک تھام کرتا ہے۔ یہ مسامات سے بخارات بننے کے عمل کو تیز کر کے مردہ اور داغ دھبے والی جلد سے پسینہ کی شکل میں زہریلے مواد کو خارج کرنے میں مددد یتا ہے۔

گھیکوار (ایلوویرا)

ایلوویرا زخم مندمل کرنے کی خصوصیت کی بنا پر مشہور ہے۔ یہ داغ دھبوں کی وجہ سے جلد میں پیدا ہونے والی سوزش اور جلن میں کمی کر کے سکون پہنچاتا ہے۔ ایلوویرا کا تازہ گودا جراثیم کش ہے اور داغ دھبوں اور مہاسوں میں انفیکشن کو روکنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ جلد کو تر و تازہ، ملائم رکھنے اور جلد میں موجود قدرتی چکنائی کے توازن کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

لیموں کا عرق اور کھیرے کا گودا

لیموں کے عرق اور کھیرے کے گودے کا آمیزہ خشک جلد یا ایسی جلد جس پر خشکی اور چکنائی کے نشانات موجود ہیں دونوں صورتوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ خشک جلد کے لیے بہتر ہے کہ اس آمیزہ میں نم شامل کر لیا جائے۔ یہ آمیزہ جلد کو خشکی سے محفوظ کر کے چہرہ کی جلد کو نرم، ملائم اور داغ دھبوں سے پاک کر دے گا۔

شہد اور کینو کے چھلکے اور عرق گلاب کے ساتھ استعمال کریں۔

داغ دھبوں والی جلد پر برف کے ساتھ کینو کے چھلکے کا مساج بھی کیا جاسکتا ہے۔

احتیاط

خیال رہے کہ آپ روزانہ دس سے بارہ گلاس پانی ضرور پئیں، بھرپور نیند لیں، مثبت سوچ اپنائیں اور ورزش کو اپنا شعار بنالیں۔

مرغن غذاؤں سے پرہیز کریں۔ جلد کو مضر اثرات سے بچانے کے لیے جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ قدرتی اجزاء استعمال کریں اپنے ماہر جلد کے مشورے کے بغیر کاسمیٹکس استعمال نہ کریں۔ ایسی کریمیں استعمال کریں جن میں قدرتی اجزاء موجود ہیں۔

زیادہ دیر تک باہر رہنے کی صورت میں اچھی کوالٹی کا سن بلاک استعمال کریں کیونکہ داغ دھبے والی جلد سخت موسم میں بہت حساس ہو جاتی ہے خواہ سرد ہوائیں ہوں یا سخت دھوپ۔ اپنے چہرے کو اچھے طریقے سے صاف کر کے باہر نکلیں۔

یاد رکھیں کہ آپ کو اپنی جلد کی حفاظت روزانہ کی بنیاد پر کرنی ہے۔ صحت مند شفاف جلد چند سیکنڈز میں اعتماد میں اضافہ کر دیتی ہے۔

تمباکو نوشی اور انسانی صحت

جرنل آف میڈیکل ایسوسی ایشن کے مطابق تمباکو نوشوں کے چھوڑے ہوئے دھوئیں میں تنفس اور ناقص سانس لینے سے تمباکو نہ پینے والوں کے قلب کو خون کی فراہمی میں کمی آجاتی ہے۔ اس دھوئیں کی مضرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ تجرباتی طور پر جن افراد نے روزانہ میں سگریٹ پیئے انہیں ان کے دھوئیں نے تکلیف نہیں پہنچائی اور اس ماحول میں موجود ایسے افراد جو تمباکو نوشی نہیں کرتے تھے مختلف بیماریوں کا شکار ہو گئے۔

تمباکو نوشی کیوں کی جاتی ہے.....؟ مختلف طبقوں کے سروے ظاہر کرتے ہیں کہ تمباکو نوش افراد اپنا غم غلط کرنے کے لئے اس نشوئی چیز کا سہارا لیتے ہیں، یا پھر حقائق کے مندرجات سے منہ موڑتے ہیں۔

تمباکو نوش حقیقت سے منہ موڑنے کے لئے اپنے آپ کو دھوئیں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اسی بات کو معروف مزاح نگار جناب عطاالحق قاسمی صاحب نے اپنے ایک کالم میں اس طرح لکھا ہے، "میں نے ایک تمباکو نوش سے پوچھا کہ تم اتنے زیادہ سگریٹ کیوں پیتے ہو؟" تو اس نے جواب دیا "ٹینشن کی وجہ سے" میں نے پوچھا تمہیں کیا ٹینشن ہے؟ جواب ملا "یہی کہ اتنے زیادہ سگریٹ کیوں پیتا ہوں۔"؟

تمباکو انسانی صحت اور جان کا دشمن ہے۔ اس انسان کش وبا کی ہلاکت خیزیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ گزشتہ برس اس وجہ سے 8 ملین انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔ خدشہ ہے کہ 2020ء تک تمباکو کی ہلاکتوں کی یہ شرح دس ملین تک جا پہنچے گی اور ان میں سے ستر فیصد ہلاکتیں پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں واقع ہوں گی۔



پاکستان میں تمباکو کی وجہ سے لاحق ہونے والے امراض میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ پھیپھڑوں، حلق اور معدے کے سرطان کی بڑھتی ہوئی شرح اس بات کی گواہ ہے۔ ملک میں بڑھتی ہوئی تمباکو نوشی اور تمباکو خوری کی اس وبا کو روکنے کے لئے کوئی زیادہ سنجیدہ اور مربوط کوششیں نہیں کی جا رہی ہیں۔

اس کھلی حقیقت کے باوجود کہ تمباکو ہر قسم

کا مہلک نشہ ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں اس کے خطرات میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

تمباکو بدستور عالمی صحت کے لئے خطرے کا نشان بنا ہوا ہے کیونکہ اس صنعت نے اب اپنا رخ ترقی پذیر ممالک کی طرف کر لیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ ترقی یافتہ ممالک کے عوام کی شعور بیداری کی قیمت اب غریب ممالک کی عوام سے وصول کی جا رہی ہے۔ تمباکو کی صنعت اپنے فروغ و ترقی کے لئے وہ تمام طریقے بروئے کار لا رہی ہے جن پر ترقی یافتہ ممالک نے پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔

تمباکو نوشی کے مضر اثرات:

طبی دنیا کو تمباکو نوشی کے حقیقی مضر اثرات کا علم 1930 کے اوائل میں ہوا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً تحقیقات کی روشنی میں تمباکو کو انسانی صحت کے لئے انتہائی خطرناک گردانا گیا ہے۔ تحقیقات کے مطابق ایک سگریٹ انسان کی عمر ساڑھے پانچ تا آٹھ منٹ تک کم کر دیتا ہے کیونکہ اس میں چار ہزار سے زائد نقصان دہ اجزا موجود ہوتے ہیں۔ پوری دنیا میں ہونے والی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ تمباکو نوشی سے انسان کو دل، پھیپھڑے، سانس، نظام ہضم، پیشاب، معدہ، جگر اور منہ کی بہت سی مہلک بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تمباکو کے دھوئیں میں نکوٹین کی شکل میں زہر بھرا ہوتا ہے جو دل اور شریانوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ ایک نشیلا زہر ہے۔ اس کی وجہ سے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے اور بلڈ پریشر عارضی طور پر بڑھ جاتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک سگریٹ پینے سے بلڈ پریشر 30 منٹ سے ایک گھنٹہ تک زیادہ رہتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر لیں کہ ایک پیکٹ روزانہ سگریٹ پینے والے افراد کے بلڈ پریشر کا کیا حال ہوگا۔ اس کے علاوہ تمباکو نوش افراد کا خون بھی گاڑھا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ تمباکو کے دھوئیں میں زہر کی دوسری شکل کاربن مونو آکسائیڈ ہے۔ یہ بھی ایک زہریلی گیس ہے جو کہ تمباکو کے جلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ گیس تمباکو پینے والے کی سانس کے ساتھ اس کے جسم میں جاتی ہے تو فوری طور پر انسانی جسم میں موجود آکسیجن کو کم کر دیتی ہے۔ تمباکو نوشی کرنے سے نا صرف آپ کے دل کو کام زیادہ کرنا پڑتا ہے بلکہ اسے آکسیجن کی فراہمی بھی کم ہو جاتی ہے۔ تمباکو نوشی کرنے والوں کے عارضہ قلب میں مبتلا ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پھیپھڑے کے سرطان اور بعض دوسری بیماریوں کا خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں پھیپھڑوں کے سرطان میں 90 فیصد مرد اور 89 فیصد عورتیں مبتلا ہوتی ہیں۔

پاکستان میں تمباکو نوشی کی وجہ سے ہر سال سانس اور دمے کی بیماریوں میں 25 فیصد اور پھیپھڑے کی دیگر امراض میں دس فیصد افراد مبتلا ہوتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق ملک میں ہر سال دو سے ڈھائی لاکھ افراد سرطان میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ان میں سے نصف مریض محض تمباکو کے استعمال کی وجہ سے اس مہلک مرض کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اگر نوجوانی میں سگریٹ نوشی کی جائے تو مسلسل سگریٹ نوشی کی وجہ سے سگریٹ پینے والے افراد میں سگریٹ نہ پینے والوں کے مقابلے میں اموات کی شرح تین گنا زیادہ ہوتی ہے۔

مختلف جائزوں سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ

شراب یا دوسری نشہ آور اشیاء کے استعمال کی وجہ سے جتنی اموات واقع ہوتی ہیں ان کی مجموعی تعداد سے کہیں زیادہ اموات تمباکو نوشی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

تمباکو میں شامل مضر صحت زہر:

تمباکو نوشی کرنے والے تمباکو کے ہر کش کے ساتھ چار ہزار سے زائد کیمیائی مادے اپنے جسم میں داخل کرتے ہیں۔ تمباکو کے دھوئیں میں سرطان پیدا کرنے والے کیمیکلز، بینزوپائرین، نائٹروسامین، نیفتھیلامین، کیڈمیم اور دھات قابل ذکر ہیں۔ جس جگہ تمباکو نوشی کی جاتی ہے اس کی فضا میں بھی یہ مادے شامل ہو جاتے ہیں اور تمباکو نوشی نہ کرنے والے بھی ان کی زد میں آ جاتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق سگریٹ نوش افراد ایک سگریٹ کے ذریعے (بغیر فلٹر کے) 13 ملی گرام تار، 1.1 ملی گرام نکوٹین اور بہت سی مقدار میں کاربن مونو آکسائیڈ اپنے جسم کے اندر لے جاتے ہیں، جب کہ فلٹر والے سگریٹ پینے والے افراد 12 ملی گرام تار، 1 ملی گرام نکوٹین اور بہت سی مقدار میں کاربن مونو آکسائیڈ اپنی سانسوں میں اتارتے ہیں، دن بھر میں پورا پورا پیکٹ پینے والے افراد کا اندازہ لگالیں۔

تمباکو نوشی کے سبب ہونے والی بیماریاں:

طویل عرصہ تک تمباکو نوشی کرنے والے افراد درج ذیل بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں... پھیپھڑوں کا سرطان، پھیپھڑوں کی سوجن، حملہ قلب کا خطرہ، دوران خون میں سستی و کمی، فالج کا خطرہ، قلب اور دماغ کی رگوں کی تنگی، منہ، زبان اور گلے کے سرطان کا خطرہ، مزمن کھانسی، عضلات کی صحت و توانائی اور قوت برداشت کی کمی، معدے کا السر، سانس پھولنے کا مرض، اعضائے تولید کی کمزوری، جلد کے مختلف امراض (جلد کی خشکی اور رنگت کی خرابی اور جھریاں پڑنا)، مثانے، لبلبے، گردوں اور عورتوں میں رحم کے سرطان کا خطرہ جو کہ دماغ میں بھی منتقل ہو سکتا ہے۔

تمباکو نوشی صحت انسانی کے لئے مضر ماحولیاتی مسئلہ ہے جس کی دو واضح اقسام ہیں ایک وہ جس میں لوگ براہ راست اسے استعمال کرتے ہیں یعنی تمباکو نوش افراد جو خود اپنی مرضی سے اپنے جسم میں اس زہر کو اتار رہے ہوتے ہیں ان کو Active Smoker کہتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ افراد آتے ہیں جو دوسروں کی غلطیوں کا خمیازہ بھگتنے پر مجبور ہوتے ہیں، یعنی عادی افراد کا چھوڑا ہوا دھواں خواہ مخواہ سانس کے ذریعے سے اپنے جسم میں داخل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ان کی لپیٹ میں خاص طور پر معصوم بچے آتے ہیں جو کہ اپنے بڑوں کی غلطی کا خمیازہ ساری عمر بیماریوں کی شکل میں بھگتتے ہیں۔ انہیں Passive Smoker کہا جاتا ہے۔

نیشنل ہیلتھ اینڈ میڈیکل ریسرچ کونسل کی ایک رپورٹ کے مطابق صرف تمباکو کا دھواں سونگھنے سے بے شمار افراد پھیپھڑوں کے سرطان اور قلب کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق آسٹریلیا کے پچاس ہزار بچے دوسروں کی تمباکو نوشی کی وجہ سے دمے کا شکار ہیں۔ سگریٹ نوشی نہ صرف سگریٹ پینے والے کو نقصان پہنچاتی ہے بلکہ یہ ایک ایسی بری عادت ہے جو سگریٹ نہ پینے والوں کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ کیونکہ جب ایک سگریٹ نوش سگریٹ پیتا ہے تو اس کمرے میں موجود دوسرے افراد نادانستہ طور پر اس کا دھواں اپنے پھیپھڑوں میں اتارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں

تمباکو میں پائے جانے والے کیمیائی مادے

نکوٹین: نکوٹین ایک نامیاتی مرکب ہے جو کہ سگریٹ، سگار، پان، گٹکے اور نسوار وغیرہ میں لذت و سرور کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک عام سگریٹ میں تقریباً بیس ملی گرام نکوٹین ہوتی ہے۔ سگریٹ کا کش لینے ہی بہت معمولی سی مقدار میں جذب شدہ نکوٹین خون میں گلوکاگون وغیرہ کی موجودگی میں اولاً دل اور نبض کی رفتار کو تیز کرتی ہے اس کی وجہ سے تمباکو نوش خود کو چاق وچوبند محسوس کرتا ہے یہ دماغ اور دل پر مضر اثر ڈالتی ہے۔ اگر نکوٹین کی مقدار خون میں زیادہ ہو جائے تو یہ دماغ پر بہت خطرناک حد تک اثر انداز ہوتی ہے دل کی حرکت بہت تیز اور پھر سست ہو جاتی ہے۔ نکوٹین کی معمولی مقدار سے دماغ میں فرحت محسوس ہوتی ہے لیکن بعد میں دماغ اور حواس سست پڑ جاتے ہیں۔ نکوٹین کی وجہ سے جسم میں ایڈرینالین زیادہ مقدار میں بننا شروع ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے قلب کی رفتار بڑھ جاتی ہے اور بلڈ پریشر میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ خون گاڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں گٹھلیاں بننے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ یہی گٹھلیاں حملہ قلب اور فالج کا سبب بنتی ہیں۔ ایک سگریٹ کے دھوئیں سے 2.5 گرام نکوٹین دماغ تک پہنچتی ہے۔

کولتار: سگریٹ میں شامل تار یا تار کول بھوری رنگت کا ایک مادہ ہوتا ہے جو تمباکو نوش کے پھیپھڑوں میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ یہ کولتار ان نازک بالوں کو جو پھیپھڑوں میں جانے والی ہوا کو صاف کرتے ہیں ساکت کر دیتی ہے اور ہوا کے راستے میں رکاوٹ کا سبب بنتی ہے۔ اس کے علاوہ پھیپھڑوں کی اندرونی جلد کو بھی نقصان پہنچاتی ہے مزید برآں یہ سانس کی نالیوں، نرخرے اور پھیپھڑوں میں خراش و سوزش کا موجب بھی ہے۔

کاربن مونو آکسائیڈ: ہیموگلوبن (خون کا رنگ دار مادہ) جو دوران خون میں موجود ہوتی ہے اور بالعموم آکسیجن کو تمام جسم میں پہنچانے کی ذمہ دار ہے۔ یہ آکسیجن کی نسبت کاربن مونو آکسائیڈ سے جلدی وابستگی پیدا کر لیتی ہے اس لیے یہ زہریلی گیس خون میں پہنچتے ہی آکسیجن کی جگہ لے لیتی ہے۔ اس طرح سگریٹ پینے والے کے قلب کو آکسیجن کی فراہمی کم ہو جاتی ہے۔ یہ گیس قلب اور پھیپھڑے کے مریضوں کے لئے بہت خطرناک ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے تمباکو نوش کا سانس پھولنے لگتا ہے اور اس میں توانائی کم ہو جاتی ہے۔ اس سے خون کی رگوں کے اندرونی استر

حیران کن بات یہ ہے کہ ایک سگریٹ نوش ایک سگریٹ سے 15 فی صد دھواں اپنے پھیپھڑوں میں اتارتا ہے تو اس کے ساتھ بیٹھنے والا اس کا 85 فی صد اپنے پھیپھڑوں میں لے جانے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ دھواں ایک صحت مند انسان کے دل و دماغ کو آلودہ کرتا ہے، پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں اور جسم کئی بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

سگریٹ نوشی صحت کے لیے انتہائی سنگین مسئلہ ہے جتنا کہ کوئی متعدی مرض ہوتا ہے اس لیے اس پر کنٹرول کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ جن گھرانوں میں بچے دمہ، سینے کے انفیکشن یا سانس کے دیگر امراض میں مبتلا ہوتے ہیں، ان گھرانوں میں تمباکو نوشی کرنے والے افراد موجود ہوتے ہیں۔ صرف ایک سگریٹ کا دھواں بھی فضا کو

کو نقصان پہنچتا ہے اور وہاں چربیلے مادے کے جمع ہونے سے وہ تنگ ہو جاتی ہیں۔ سگریٹ کے دھوئیں میں ایک سے اڑھائی فیصد تک کاربن مونو آکسائیڈ ہوتی ہے۔ یہ وہی گیس ہے جو گاڑیوں کے دھوئیں میں ہوتی ہے اس گیس سے سانس رکنے کی وجہ سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

کریسول: یہ ایک طاقت ور جراثیم کش ہے اور فینول سے تقریباً چار گنا زیادہ اثر کرتی ہے۔ یہ ایک مہلک زہر ہے جسے ہر روز تمباکو نوش افراد اپنے اندر لے جاتے ہیں۔

سائنائیڈ: یہ زہر بھی سگریٹ کے دھواں میں پایا جاتا ہے۔ سائنائیڈ کے چند قطرے سونگھ لینے سے انسان چند منٹ میں ہی موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔

پولونیم Polonium210: یہ جوہری فضلہ Nuclear Waste ہے جو کہ انسانی صحت کے سخت مضر ہے۔

این۔نائٹروسامائن: یہ کینسر پیدا کرنے والا جزو ہے جو کہ تمباکو کا لازمی جزو ہے اور تمباکو نوش افراد کو مختلف قسم کے کینسر میں مبتلا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔

ایسی ٹون: یہ وہ مادہ ہے جو کہ مختلف قسم کے پینٹ اور ناخن پالش وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے اور انسانی صحت کے لئے ضرر رساں ہے۔

امونیا (Ammonia): یہ مادہ روزمرہ کے استعمال میں ٹائلٹ اور فرش وغیرہ صاف کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور سخت مضر صحت ہے۔ یہ پھیپھڑوں کو جلا کر وائی تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یہ ایک زہریلی گیس ہے جس سے دم گھٹتا ہے اور موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔

کیڈمیم: یہ گاڑی کی بیٹری میں استعمال ہوتا ہے اور انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔

اس کے علاوہ چند دیگر مضر اجزاء میں ہائڈروجن سلفائیڈ، آرسینک، ہائیڈرازین، ہائیڈروجن سائنائیڈ، فارمل ڈی ہائیڈ، اکرولین، نائٹروجن کے اوکسائیڈ اور ایسی ٹل ڈی ہائڈ وغیرہ شامل ہیں۔ ان اجزاء کی وجہ سے بلغم زیادہ بنتا ہے اور سانس کی نالیوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ ان گیسوں کی وجہ سے کھانسی اور بلغم کی شکایت مستقل ہو جاتی ہے اور پھیپھڑوں میں سوجن آجاتی ہے۔

اس قدر زہر آلود کر دیتا ہے کہ اس میں سانس لینے والے مختلف تکلیف دہ عارضوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جرنل آف میڈیکل ایسوسی ایشن کے مطابق تمباکو نوشوں کے چھوڑے ہوئے دھوئیں میں محض آدھا گھنٹہ سانس لینے سے تمباکو نہ پینے والوں کے قلب کو خون کی فراہمی میں کمی آجاتی ہے، اس دھوئیں کی مضرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تجرباتی طور پر جن افراد نے روزانہ بیس سگریٹ پھونکے انہیں ان کے دھوئیں نے یہ تکلیف نہیں پہنچائی اور اس ماحول میں موجود ایسے افراد جو تمباکو نوشی نہیں کرتے تھے مختلف بیماریوں کا شکار ہو گئے۔


Roghano
روغن گلوسبز

ناک کے امراض

معمولی امراض بھی خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

نظام تنفس کے ذرائع میں ناک، نرخرہ (Larynx) حلق (Pharynx) اور گلے کی نالی (Trachea) سینہ کی جھلی (Pleura) اور پھیپھڑے (Lungs) ہیں اور ان میں ہوا کے آنے جانے کا راستہ سب سے اہم ہے۔

ناک کے ذریعہ ہم سونگھتے اور سانس لیتے ہیں۔ ناک دو نالیوں میں منقسم ہے۔ یعنی دایاں اور بایاں نتھنا جن میں ایک طرح کی رطوبتی جھلی کا استر ہوتا ہے اس میں بال بھی ہوتے ہیں جو مضر ذرات کو اندر جانے سے روکتے ہیں۔ ناک کے اوپر ناک کا پیچیدہ نظام ہے جہاں غار نما علاقے ہیں اور گرد آٹھ جگہوں پر اندر سے کھوکھلی مخصوص ہڈیاں ہیں جو آنکھوں کے اوپر، درمیان دونوں رخساروں میں اور عقبی حصے میں واقع ہیں۔ چار جوڑیوں میں یہ آٹھ خم دار حصے جوف یا Sinuses کہلاتے ہیں۔ ان میں ورم آجائے تو Sinus کی بیماری کہلاتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ استر کی جھلی میں ورم آجاتا ہے جس کی وجہ سے بدبو یا خوشبو کے ذرات قوت شامہ کی جھلی تک نہیں پہنچ پاتے اور بو ہونے کے باوجود اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ کبھی جوف دماغ سے شامہ کی جھلی مل جانے تو بدبودار مادہ پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بدبودار چیز موجود نہ ہوتے ہوئے بھی اس کی بو محسوس ہوتی ہے۔ یہ قوت شامہ کا اہم ترین حصہ ہے جو دماغ کے سامنے والے حصے سے شروع ہو کر بیس باریک شاخوں کے ساتھ ناک کی اندرونی جھلی پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس میں خرابی پیدا ہو جائے تو قوت شامہ متاثر ہو جاتی ہے۔ ناک دور جدید کی زبان میں ایک ایئرکنڈیشنگ پلانٹ کی حیثیت رکھتی ہے جس کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ پھیپھڑوں کو گرم، مرطوب اور صاف ستھری ہوا فراہم کرتی رہے۔

پیدائش کے فوراً بعد بچہ جب پہلی چیخ مارتا ہے تو اس پلانٹ کی کارکردگی شروع ہو جاتی ہے۔ ناک جہاں ایئرکنڈیشنگ پلانٹ ہے وہاں خوشبو بدبو میں حد امتیاز بھی قائم کرتی ہے۔ گویا ایک چیک پوسٹ بھی ہے۔



اس اہم حصے کی بیماریاں

نکسیر پھوٹنا: گرمی کے موسم میں بعض نوجوانوں کو جسم میں خون کی زیادتی کی وجہ سے اکثر یہ شکایت ہو جاتی ہے۔ اس مرض میں ناک کی رگیں خون سے پر ہو کر پھٹ جاتی ہیں اور ناک سے خون بہنے لگتا ہے۔ بعض مرتبہ حرارت جگر اور وبائی بخار اور بچوں میں پیٹ کے کیڑے بھی اس کے اسباب ہوتے ہیں۔ جب نکسیر آنے والی ہوتی ہے تو سر میں گرمی اور خشکی معلوم ہوتی ہے۔ ناک کے نتھنوں میں حلق اور سوزش اور بعض دفعہ خارش محسوس ہوتی ہے۔ کمزور بچوں میں پیٹ میں کیڑے پڑ جانے کی

وجہ سے ہو تو بچہ بار بار ناک نوچتا ہے۔ بعض مرتبہ دھوپ میں چلنے، پان چبانے، ناک کو کھجانے، چھینک لینے یا زور سے کھنکھارنے سے فوراً نکسیر پھوٹ جاتی ہے۔ بعض مرتبہ بغیر کسی حرکت کے ناک میں سوزش ہو کر نکسیر جاری ہو جاتی ہے اور ناک سے خون بہنے لگتا ہے۔

اگر خون جاری ہو جائے تو ابتدائی طبی امداد کے طور پر مریض کے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالیں اس سے نکسیر بند ہو جاتی ہے۔

نکسیر اگر خشکی کی وجہ سے ہوتی ہے تو روغن کدو سر پر لگائیں اور ناک میں بھی ٹپکائیں اور دماغ کی تقویت کے لیے صبح مربہ آملہ ایک عدد دھو کر چاندی کے ورق میں لپیٹ کر کھانا بھی مفید بتایا جاتا ہے۔ دھوپ میں زیادہ چلنے پھرنے اور آگ کے پاس بیٹھنے اور لکھنے پڑھنے کے کام سے پرہیز کریں۔

علاج: ٹھنڈی ترکاریاں مثلاً کدو، توری، پالک، ٹنڈے وغیرہ تنہا یا گوشت کے ساتھ پکا کر دیں۔

سونگھنے کی طاقت جاتی رہنا

مریض اس مرض میں خوشبو اور بدبو میں تمیز نہیں کر سکتا۔ کبھی نزلہ زکام میں عرصہ تک مبتلا رہنے سے غلیظ بلغم ناک کی درمیانی گہرائی یعنی قوت شامہ کے عصب کے قریب جمع ہو کر قوت شامہ کو زائل کر دیتا ہے اس مرض میں پہلے نزلہ اور زکام کا ہونا۔ سر کی گرانی اور بوجھ معلوم ہونا۔ بولنے میں گنگناہٹ کی آواز معلوم ہونا۔ کبھی ناک سے غلیظ رطوبت کا خارج ہونا۔ آنکھوں کے پپوٹوں پر پھڑپھڑاہٹ معلوم ہونا اور مریض کی کسی چیز کو سونگھ کر اس کی خوشبو اور بدبو معلوم نہ کر سکنا۔

علاج: ایک اینٹ سرخ پکی ہوئی کو گرم کر کے اس پر سرکہ ڈال کر اس کے بخارات کو سونگھیں۔

ناک سے بدبو آنا

اکثر نزلہ اور زکام کے علاج کی بے ترتیبی اس کے بگڑنے کا سبب بنتی ہے اور ناک بند ہو جاتی ہے۔ عورتیں اور بچے اور سرد مزاج والے اشخاص بہ نسبت گرم مزاجوں کے اس بیماری میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ پرانے نزلہ زکام کی وجہ سے غلیظ رطوبات ناک کے اندر اکٹھے ہو کر سڑ جاتی ہیں اور جو چیز سونگھی جاتی ہے اس کے ساتھ یہ بدبو مل کر اسے خراب کر دیتی ہے بعض مرتبہ ناک پر چوٹ لگنے یا زخم ہو جانے اور بعض دفعہ چیچک اور خسرہ کی وجہ سے بھی یہ شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مرض پرانا ہو جائے تو بعض دفعہ ناک میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔

علاج: ناک کو صاف رکھیں دن میں کئی بار ناک میں پانی ڈال کر ناک کو دھویا کریں اور روغن کدو یا روغن گل کے چند قطرے ناک میں ٹپکایا کریں۔ یا آب برگ تلسی سبز میں نمک ملا کر چند قطرے ناک میں ٹپکانے سے بھی مریض ٹھیک ہو جاتا ہے۔

چھینکیں زیادہ آنا

اگرچہ کبھی کبھی چھینک آنا صحت کی علامت سمجھی جاتی ہے مگر یہ شکایت کبھی الرجی کی علامت بھی ہوتی ہے بعض دفعہ دھوپ میں چلنے یا گرد وغبار یا تیز تمباکو یا مرچ وغیرہ کی دھانس ناک میں چلی جانے سے بار بار چھینکیں آتی ہیں اور بعض مرتبہ تیز قسم کی رطوبات کی وجہ سے اندرونی جھلی میں خراش پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بے اختیار چھینکیں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔

علاج: جب چھینکیں بار بار آئیں اور ناک میں سوزش ہو اور تکلیف معلوم ہو تو ناک کو اچھی طرح سے صاف کر کے روغن گل کے چند قطرے ناک میں ٹپکائیں اور اگر دھوپ میں چلنے کی وجہ سے ہو تو آب سرد سے غسل کریں۔

گرد وغبار اور دھوپ میں چلنے پھرنے سے اور تیز چیزوں مثلاً مرچ، تمباکو وغیرہ کی دھانس سے بچے کو نزلہ ہو تو سرد پانی سے غسل نہ کریں۔

جسم کے عجائبات



انسانی جسم بظاہر ایک سادہ سی چیز ہے مگر اس کے اندر ایک کائنات چھپی ہوئی ہے۔ یوں تو پورا جسم ایک قدرتی نظام کا پابند ہے مگر ہر عضو کا ایک اپنا باقاعدہ واضح نظام بھی ہے۔ ہر نظام ایک نہایت ہی حیرت انگیز طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔

"جسم کے عجائبات" کے عنوان سے محمد علی سید صاحب کی تحقیقی کتاب سے انسانی جسم کے اعضاء کی کہانی ان کی اپنی زبانی قارئین کی دلچسپی کے لیے ہر ماہ شائع کی جارہی ہے۔

محمد علی سید

میں آپ کے جسم میں موجود کھرب ہا کھرب خلیوں کی اس رفتار کا تعین کرتا ہوں جس رفتار سے وہ غذا سے حاصل ہونے والے ایندھن کو توانائی میں تبدیل کرتے ہیں۔ میرے احکامات کے مطابق وہ اس توانائی کو بھڑکتے شعلوں میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں اور اسے اسٹور بھی کر سکتے ہیں۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

پاور ہاؤس

تھائی رائیڈ گلینڈ

تھائی رائیڈ کی کہانی، خود اس کی زبانی

میں آپ کے جسم کے انتہائی حساس علاقے میں رہتا ہوں۔ یعنی آپ کی سانس کی نالی کے دونوں جانب اور نرخرے کی ہڈی کے نیچے۔ میری شکل اگرچہ کسی تتلی سے مشابہ ہے لیکن مجھ میں اتنے رنگ نہیں ہوتے۔ میرا رنگ گلابی ہے اور وزن ایک اونس کے دو تہائی کے برابر ہے۔ دوسرے غدود کی طرح میرا کام بھی کچھ مخصوص ہارمونز کو خون میں شامل کرنا ہے۔ میں ایک دن میں ہارمونز کی جو مقدار خون میں شامل کرتا ہوں وہ ایک اونس کے لاکھویں حصے کے برابر ہوتی ہے۔

میری یہ مختصر جسامت اور پیداوار کی یہ چھوٹی سی مقدار ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ تاثر پیدا کرے کہ میں کوئی معمولی قسم کا غدود ہوں لیکن حقیقت ناقابل یقین حد تک نہ صرف اس خیال کے

برعکس بلکہ عقل کو حیران کر دینے والی ہے۔
درحقیقت میں آپ کے لیے احسن الخالقین کا ایک عظیم تحفہ اور اس کی تخلیق کا ایک حیران کن معجزہ ہوں۔

میں آپ کے جسم کی مملکت خداداد میں وہی کام سرانجام دیتا ہوں جو کام کسی ترقی یافتہ ملک سے ایٹمی توانائی سے چلنے والے کئی ایکڑ رقبے پر پھیلے ہوئے دیو ہیکل بجلی گھر سرانجام دیتے ہیں۔ ان ایٹمی بجلی گھروں میں لاتعداد مشینیں، بے شمار اسٹاف اور جدید ترین کمپیوٹرز کام کرتے ہیں اور یہ صرف چند کروڑ انسانوں کو بجلی کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ اس کے برعکس میں انتہائی مختصر سی جگہ میں کام کرتا ہوں اور ایک دن میں ایک اونس کے لاکھویں حصے کے برابر کیمیکلز کی مدد سے اپنے سو ٹریلین 1000000000000000000000000 "صارفین" کی توانائی کی ضروریات پوری کرتا ہوں۔ میرے صارفین کی تعداد پوری دنیا کی موجودہ آبادی سے پندرہ ہزار گنا زیادہ ہے۔

یہ توانائی میں اپنے ہر صارف کے پاس موجود ایک ہزار ننھے منے توانائی گھروں (Mitochondria) ہی کے ذریعے اسے فراہم کرتا ہوں۔ میرے صارفین آپ کے جسم کے خلیے ہیں جن کی تعداد سو ٹریلین ہے اور ہر خلیے میں اس کے اپنے کم از کم ایک ہزار توانائی گھر ہیں۔ میری ذمہ داری ان کھرب ہا کھرب توانائی گھروں کو مناسب رفتار سے چلانا، ان کی پیداواری صلاحیتوں کو اعتدال میں رکھنا اور ان کی پیدا کردہ توانائی کے ذریعے آپ کے جسم میں موجود حساس اعصاب، پیچیدہ آلات اور عقل کو ششدر کر دینے والی صلاحیتوں کو زندہ، فعال اور متحرک رکھنا ہے۔ سائنس دان اور ڈاکٹر مجھے تھائی رائیڈ گلینڈ کہتے ہیں، جسم انسانی کا سب سے بڑا توانائی گھر، سب سے بڑا پاور ہاؤس!

نوزائیدہ بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے اس وقت اگر میں اسے اپنے ہارمون فراہم نہ کروں تو پھول جیسا خوبصورت اور بھولا بھالا بچہ چپٹی ناک اور موٹے ہونٹوں والا کریہہ شکل بونا نظر آئے جس کے چہرے پر دلکشی کی بجائے دیوانگی کے آثار نمایاں ہوں۔ اس کے اسباب آپ بعد میں پڑھیں گے۔

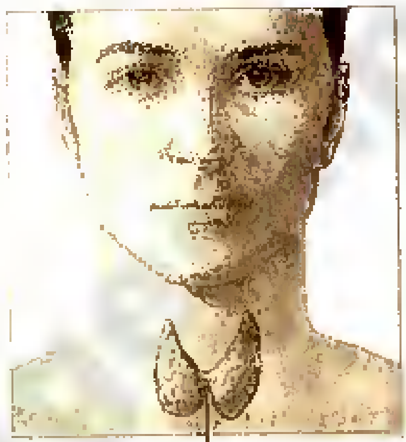
میری سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ میں آپ کے زندگی گزارنے کی رفتار کا ٹھیک تعین کروں۔ آپ اپنی زندگی کے شب و روز تیزی سے گزاریں گے، سست رفتاری سے یا اعتدال کے اندر، اس کا تمام تر دارومدار مجھ پر ہے۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔

مٹی کے تیل سے جلنے والی لالٹین کی بتی اگر ایک مناسب حد تک رکھی جائے تو یہ لالٹین زیادہ دھواں پھیلائے بغیر بہت دیر تک روشن رہے گی لیکن اگر اس کی بتی کو غیر ضروری طور پر اونچا کر دیا جائے تو دھواں زیادہ پیدا ہوگا اور گرمی بھی۔ اس طرح بہت جلد اس کی چمنی دھوئیں سے سیاہ ہو جائے گی اور گرمی سے چٹخ بھی جائے گی۔ یہی نہیں تیل بھی تیزی سے جل کر ختم ہو جائے گا اور لالٹین بہت جلد بجھ جائے گی۔

میں آپ کے جسم کے ایندھن کو اس طرح استعمال کرانے کا ذمہ دار ہوں کہ آپ کی شمع حیات تادیر روشن رہے اور بہت سی شمعوں، بہت سے

چراغوں کو روشن کر سکے۔ اس طرح کہ نہ دھواں پھیلے نہ وقت سے پہلے چمنی ٹوٹے۔

میں آپ کے جسم میں موجود کھرب ہا کھرب خلیوں کی اس رفتار کا تعین کرتا ہوں جس رفتار سے وہ غذا سے حاصل ہونے والے ایندھن کو توانائی میں تبدیل کرتے ہیں۔ میرے حکم کے مطابق وہ اس ایندھن کو بھڑکتے ہوئے "شعلوں" میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں اور اسے اسٹور بھی کر سکتے ہیں۔



Thyroid

تمام خلیوں تک احکامات پہنچانے کے لیے میں جو ہارمون خون میں شامل کرتا ہوں ان میں ذرا سی کمی بیشی حیرت ناک تبدیلیوں کا باعث بنتی ہے۔ اگر میں ہارمون کی مقدار میں کمی کردوں تو انسان پر سستی، کاہلی اور موٹاپا چھا جائے اور انتہائی شکل میں اس کا جسم کسی باسی سبزی کی مانند ڈھیلا ڈھالا اور بے جان سا ہو کر رہ جائے۔

اس کے برعکس اگر میں اس ہارمون کی زیادہ مقدار خون میں شامل کرنا شروع کردوں تو انسان چوپایوں کی مانند ہر وقت کھاتے رہنے کے باوجود اپنی بھوک کو کبھی نہ مٹا سکے۔ ہر وقت اس کا پیٹ خالی رہے اور اتنا کھانا کھانے کے باوجود اس کا وزن روز بہ روز گھٹتا کم ہوتا رہے۔ حتیٰ کہ وہ سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچا بن جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہارمون کی زیادہ مقدار کی وجہ سے جسم کے خلیے غذا کو تیز رفتاری کے ساتھ توانائی میں تبدیل کرتے ہیں۔ ایسی توانائی جو جسم کی ضرورت سے زیادہ، غیر ضروری اور شدید نقصان دہ ہوتی ہے جس طرح تیزی سے جلتی ہوئی لالٹین کی گرمی اور دھواں اس کی چمنی کو سیاہ کر دیتے ہیں اور بالآخر چمنی ٹوٹ جاتی ہے اسی طرح غیر ضروری توانائی انسان کی شمع حیات کو ایک دن اچانک ہی گل کر دیتی ہے۔

ایسے میں مریض کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑتی ہیں اس طرح کہ مریض انہیں بند کرنے پر قادر نہیں رہتا۔ اعصابی تناؤ اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ نفسیاتی اسپتال ہی اس کی منزل رہ جاتی ہے۔ یہ کیفیت زیادہ دنوں برقرار رہے تو اضافی توانائی کے سبب دل پر کام کا اتنا بوجھ بڑھ جاتا ہے کہ یہ پمپنگ مشین ایک دن اچانک ہی بند ہو جاتی ہے۔

(جاری ہے)



ان صفحات پر روحانی سائنس سے متعلق آپ کے سوالوں کے جوابات مخصوص نظریہ رنگ و نور سے شیخ خواجہ شمس الدین عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کرکے درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ برائے مہربانی جوابی لفافہ ارسال نہ کریں کیونکہ روحانی سوالات کے براہ راست جوابات نہیں دیے جاتے۔ سوال کے ساتھ اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور تحریر کریں۔

روحانی سوال و جواب-1-D.1/7، ناظم آباد، کراچی74600

سوال: اورا Aura سے کیا مراد ہے اور یہ کیا کام کرتا ہے....؟

جواب: انسانی جسم دو ہیں۔ یہ بات کئی مثالیں دے کر پہلے کئی بار بیان کی جا چکی ہے۔ انسان کا ایک جسم ایسا ہے جس میں جگہ جگہ خراشیں پڑی ہوئی ہیں، جس کے ہر جوڑ پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ اس جسم کی طرح انسان کے اوپر ایک اور جسم ہے جو گوشت پوست کے جسم سے تقریباً 10 انچ اوپر ہر وقت موجود رہتا ہے۔ موجودہ سائنس نے اس جسم کی تلاش میں کافی جدوجہد کی ہے۔ اس جسم کے مختلف نام پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے آچکے ہیں۔ بے شمار ناموں میں دو نام بہت زیادہ معروف ہیں۔ ایک جسم مثالی اور دوسرا نام Aura۔ Aura کے اندر صحت مندی موجود ہے تو گوشت پوست کا جسم بھی صحت مند ہے۔ یوں کہئے کہ جس طرح گوشت پوست کے جسم کے اوپر اللہ تعالیٰ نے دو لینز فٹ کردیئے ہیں جن کے ذریعے مادی دنیا میں موجود تمام چیزوں کا عکس دماغ کی سکرین پر منتقل ہو کر ڈسپلے ہوتا ہے اسی طرح جسم مثالی کے اندر جو کچھ موجود ہے اس کا پورا پورا اثر گوشت پوست کے جسم پر مرتب ہوتا ہے۔ روشنیوں کا بنا ہوا یہ جسم صرف انسان کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ زمین کے اوپر جتنی مخلوق موجود ہے وہ روشنیوں کے جسم سے Feed ہوتی ہے۔ اس بات کو ذرا تفصیل سے اگر بیان کیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ انسانی زندگی کے اندر جتنے تقاضے موجود ہیں وہ تقاضے گوشت پوست جسم مثالی سے منتقل ہو کر گوشت پوست کے جسم کے اوپر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی اس بات کی خواہش کرتا ہے کہ اس کو روٹی کھانی ہے تو بظاہر ہمیں یہ بات نظر آتی ہے کہ گوشت پوست کا بنا ہوا جسم روٹی کھا رہا ہے۔ جب تک جسم مثالی کے اندر بھوک کا تقاضا پیدا نہیں ہو گا اور جسم مثالی یا Aura گوشت

پوست کے جسم کو بھوک یا پیاس کا عکس منتقل نہیں کرے گا آدمی کھانا نہیں کھا سکتا۔ جسم مثالی کے بہت سے پرت ہوتے ہیں ہم خواب کی حالت میں دنیا بھر کی سیر کرتے ہیں، خواب میں تمام وہی اعمال و حرکات ہم سے سرزد ہوتی ہیں جو ہم گوشت پوست کے جسم کے ساتھ کرتے ہیں۔ دراصل جسم مثالی کی وہ حرکات ہیں جو وہ گوشت پوست کے جسم کو میڈیم بنائے بغیر کرتا ہے۔ خواب کوئی خیالی بات نہیں ہے۔ اسی طرح حقیقت ہے جس طرح ہم مفروضہ حواس میں رہتے۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہوا کہ انسان دراصل صرف گوشت پوست کا بنا ہوا نہیں ہے، اس کے اجزائے ترکیبی میں جہاں مٹی کے ذرات کام کر رہے ہیں وہاں مٹی کے ذرات کے ساتھ ساتھ روشنی کا ایک ہالہ مستقل اور مسلسل اس کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ روشنی کا ہالہ اگر مٹی کے ذرات سے اپنا رشتہ منقطع کر لے تو یہ ذرات فنا ہو جاتے ہیں۔

⊛⊛⊛

سوال: نظریہ رنگ ونور کی تھیوری یہ ہے کہ زندگی کی بنیاد روشنیوں پر قائم ہے۔ مادی جسم ان روشنیوں کے تنزل سے وجود میں آتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے لفظ "نسمہ" استعمال کیا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ نظریہ رنگ ونور کی روشنی میں نسمہ کی ماہیت اور اس کے اعمال پر تفصیل سے روشنی ڈالیے۔

(ڈاکٹر ادریس شاہ۔ کراچی)

جواب: کائنات کی ساخت میں بساط اول وہ روشنی ہے جس کو قرآن میں (پانی) کے نام سے یاد کیا ہے۔ موجودہ دور کی سائنس میں اس کو گیسوں کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نسمہ کا تعین صد ہا گیسوں کے اجتماع سے ہوا جو مرکب بنتا ہے۔ اس کو یارو یا یا بنیاد کی مختلف شکلیں بطور مظہر پیش کرتی ہیں۔ ان ہی مرکبات کی بہت سی ترکیبوں سے مادی اجسام کی ساخت عمل میں آتی ہیں اور ان ہی اجسام کو موالید ثلاثہ یعنی حیوانات، نباتات اور جمادات کہتے ہیں۔

تصوف کی زبان میں، ان گیسوں میں سے ہر گیس کی ابتدائی شکل کا نام نسمہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں نسمہ حرکت کی ان بنیادی شعاعوں کے مجموعے کا نام ہے جو وجود کی ابتدا کرتی ہیں۔

حرکت۔ اس جگہ ان لکیروں کو کہا گیا ہے۔ جو خلا میں اس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ وہ نہ تو ایک دوسرے سے فاصلہ پر ہیں اور نہ ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ یہی لکیریں مادی جسم میں آپ کا واسطہ ہیں۔ ان لکیروں کو صرف روح کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ کوئی بھی مادی خوردبین اس کو کسی شکل و صورت میں نہیں دیکھ سکتی۔ البتہ لکیروں کے اثرات کو مادیت یا مظہر کی صورت میں پا سکتی ہے۔

تخلیقی قانون کی رو سے دراصل یہ لکیریں یا بے رنگ شعاعیں چھوٹی بڑی حرکات ہیں۔ انہی کی اور اس ہی طرز کی تحوس حسیات ترتیب پائی جائیں گی، ان ہی کی اجتماعیت سے رنگ اور کشش کی طرزیں قیام پاتی ہیں اور ان ہی لکیروں کی حرکات اور گردشیں وقفہ پیدا کرتی ہیں ایک طرف ان لکیروں کی اجتماعیت مکانیت بناتی ہے اور دوسری طرف ان لکیروں کی گردش، زمانیت کو تخلیق کرتی ہے۔ تخلیقی قانون میں نسمہ کی وہ شباہت جس کو مادی آنکھ نہیں دیکھ سکتی تمثل کہلاتی ہے اور نسمہ کی وہ شکل و صورت جس کو مادی آنکھ دیکھ سکتی ہے تشخص یا جسم کہلاتی ہے۔ جسم کی طرح تمثل میں بھی ابعاد (Dimensions) ہوتے ہیں اور روحانی آنکھ ان

بقیہ صفحہ نمبر 199 پر ملاحظہ کیجئے



قرآن پاک رشد وہدایت کا ایسا سرچشمہ ہے جو ابد تک ہر دور اور ہر زمانے میں انسان کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ یہ ایک مکمل دستور حیات اور ضابطہ زندگی ہے۔ قرآنی تعلیمات انسان کی انفرادی زندگی کو بھی صراط مستقیم دکھاتی ہیں اور معاشرے کو اجتماعی زندگی کے لیے رہنما اصولوں سے بھی واقف کراتی ہیں۔

بَال

عربی زبان میں لفظ بال دراصل ب ول سے مشتق ہے جس کے معنی کسی فرد کے حال یا حالت اور condition کے ہیں، عموماً وہ حالت جس کی طرف بغیر فکر مندی یا پرواہ کی جائے "البال" کہلاتی ہے۔ اردو زبان میں لفظ فارغ البالی اور لاابالی پن کا ماخذ یہی لفظ ہے۔

اس کے علاوہ انسان کے دل ودماغ اور ان میں گزرنے والے خیالات کو بھی بال کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ عربی میں محاورہ ہے کہ خطر کذا ببالی "میرے دل میں یہ بات کھٹکی ہے"۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بال اور بالھم کی صورت میں کل چار 4 مرتبہ آیا ہے۔

ترجمہ: "جن لوگوں نے کفر کیا اور (اوروں کو) خدا کے راستے سے روکا خدا نے انکے اعمال برباد کر دیے، اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور جو (کتاب) محمد ﷺ پر نازل ہوئی اسے مانتے رہے اور وہ ان کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے ان سے انکے گناہ دور کر دیے اور انکی حالت (بَالَهُمْ) سنوار دی.... "[سورۃ محمد (48): آیت 1-3]

ترجمہ: "جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہ کرے گا (بلکہ) انکو سیدھے

راستے پر چلائے گا اور ان کی حالت (بَالَهُمْ) درست کرے گا۔" [سورۂ محمد (48): آیت 4-5]

تفسیر المسیر میں ان آیت کی تشریح میں بالھم کے معنی امرھم شانھم حالھم بیان کیے ہیں، یعنی اللہ ان کے امر ان کی شان اور ان کے حال کی دین و دنیا میں بہتری فرمائے گا۔ یعنی انہیں گناہوں سے بچا کر رشد و خیر کی راہ پر لگا دے گا..... ایک مومن کے لیے اصلاح حال کی یہی سب سے بہتر صورت ہے۔

یہ لفظ ان آیات میں بھی آیا ہے۔

ترجمہ: "(یہ تعبیر سن کر) بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ۔ جب قاصد ان کے پاس گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال (بَالُ) ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ بیشک میرا پروردگار ان کے مکروں سے خوب واقف ہے۔" [سورۂ ابراہیم (14): آیت 28]

ترجمہ: "(غرض موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس گئے) اس نے کہا موسیٰ تمہارا پروردگار کون ہے.....؟ کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی پھر راہ دکھائی۔ اس نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ گزشتہ اقوام کا حال (بَالُ) کیا ہوا ہے.....؟ کہا کہ ان کا علم میرے پروردگار کو ہے (جو) کتاب میں (لکھا ہوا ہے) میرا پروردگار نہ چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔" [سورۂ طٰہٰ (20): آیت 49-52]

ایک درخت، ایک سال میں

.... گاڑی کے 26 ہزار کلومیٹر فاصلہ طے کرنے سے خارج ہونے والی 48 پونڈ کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتا ہے۔

.... فیکٹریوں سے نکلنے والی 60 پونڈ آلودگی کو ختم کرتا ہے۔

.... طوفانی برسات میں جمع ہونے والے 7511 گیلن پانی کو جذب کرتا ہے۔

.... ماحول میں 10 ایئر کنڈیشنر کے مساوی ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔

.... 6 ہزار پونڈ آکسیجن پیدا کرتا ہے۔ جس سے ہر سال 18 افراد سانس لیتے ہیں۔

.... تو پھر درخت لگائیے، اپنی دھرتی ماں کو سکون پہنچائیے۔



سلسلۂ عظیمیہ کی تعلیمات

بیسواں حصہ

لیکچر نمبر 12

Productive And Non Produtive

گفتگو:

مادی عالم میں اور روحانی عالم میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا باطن قرآن کے نور سے منور ہو اور ہمارا ظاہر تزکیہ نفس کے مراحل سے گزر کر صاف ستھرا ہو رہا ہو۔ اس کے لئے ہمیں اپنی فکر میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ کچھ اعلیٰ اوصاف اپنے اندر پیدا کرنے کی یا ان اوصاف کو develop کرنے کی ضرورت ہے۔

ان اوصاف میں ایک اہم وصف بامقصد گفتگو بھی ہے۔

ہم سب دن بھر میں جو گفتگو کرتے ہیں وہ کتنی productive ہوتی ہے....؟ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ ہم گپ شپ کر رہے ہیں، ٹائم پاس کر رہے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس طرح ہم کتنا ٹائم اور کس قدر انرجی ضائع کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ ضرور دیکھنا چاہئے کہ ہماری دن بھر کی باتوں میں بے مقصد اور بے مصرف باتیں کتنی ہیں۔ ان باتوں کو بھی اگر آپ productive گفتگو میں convert کر دیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ آپ کم وقت میں بہت سارا کام کر سکتے ہیں۔

یہ باتیں روحانیت کے طالبعلموں سے ہو رہی ہیں یہ کوئی نوکری کالج، اکنامکس، سائیکولوجی یا منیجمنٹ والوں سے نہیں ہو رہی ہیں ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ کہیں کہ ان باتوں کا روحانیت سے کیا تعلق ہے....؟ دیکھیے روحانی علوم کے طالب علموں کو تو وقت کی زیادہ قدر کرنی چاہیے۔ کئی اولیاء اللہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ان ہستیوں نے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان تشریف لائے تو تھوڑے عرصے میں ہی اس علاقے کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ چند سالوں میں انہوں نے ایسے موثر انداز میں تبلیغ کی کہ 3 لاکھ سے

سلسلۂ عظیمیہ کے اراکین کو روحانی علوم کی مبادیات سے آگہی فراہم کرنے کے لیے، قرآن پاک کی آیات میں غور و فکر کی ترغیب دینے اور معلم و مربی اعظم حضرت محمد ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تعمیر کی طرف متوجہ کرنے کے لیے مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں قلندر شعور اکیڈمی کے زیر اہتمام ستمبر 2010ء سے ہر ماہ ایک خصوصی نشست منعقد ہو رہی ہے۔ اس نشست میں ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی آن لائن لیکچر دیتے ہیں۔ اس آن لائن کی تخصیص روحانی ڈائجسٹ کے علم دوست قارئین کے لیے بھی قسط وار پیش کی جا رہی ہے۔

زیادہ خواتین و حضرات مسلمان ہو گئے۔

بابا فرید ہم میں سے کئی لوگ ان کے مزار پر گئے بھی ہوں گے۔ انہوں نے اپنی عمر میں کتنی بڑی تعداد کو دین اسلام میں داخل کر لیا۔ اس لئے کہ یہ بزرگ وقت کا صحیح استعمال جانتے تھے۔

امام غزالی بہت بڑی علمی ہستی ہیں ان کو روحانی ہستی بھی مانا جاتا ہے۔ 53 سال کی عمر میں وہ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ بعض اساتذہ کے مطابق ان کی تو کتابیں پڑھنے اور سمجھنے کے لیے بھی 53 سال سے زیادہ کی عمر چاہیے۔

انہوں نے 20 سال کی عمر کے بعد ہی لکھنا شروع کیا ہوگا۔

یہ سب وہ لوگ ہیں جنہوں نے وقت کا صحیح استعمال کیا۔

وقت کا صحیح استعمال بھی روحانی موضوع ہی ہے۔

جذبات پر کنٹرول:

Emotion پر کنٹرول ایک بڑی اہم چیز ہے۔ ناموافق حالات میں اپنے جذبات پر، اپنے رد عمل پر کنٹرول بہت ضروری ہے۔

یہاں ایک بات یہ سمجھنے کی ہے کہ ہم ڈانٹ ڈپٹ کن لوگوں پر کرتے ہیں....؟ ہم زیادہ تر غصہ ان لوگوں پر کرتے ہیں جن پر ہمارا بس چلتا ہے، کسی مضبوط آدمی سے ٹکراؤ ہو تو ہم خود کو کنٹرول کرتے ہیں ہمیں اپنے ماتحت کی بات بری لگ جائے تو ہم اسے ڈانٹنے ڈپٹنے لگتے ہیں لیکن ہمارا Boss کوئی غلط بات بھی کہے تو ہم کہتے ہیں سر، سر۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ برداشت کرنے کا مادہ ہمارے اندر موجود ہے صرف اس کو صحیح وقت پر استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

عفو و درگزر:

ایک اور چیز جو بہت زیادہ ضروری ہے۔ وہ زندگی کے معاملات میں معافی تلافی کا رویہ رکھنا ہے۔ جسے عام طور سے عفو و درگزر کہا جاتا ہے۔ قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ تاریخ میں فتح مکہ سے زیادہ بڑی دشمنوں کو معاف کر دینے کے حوالے سے کوئی مثال نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے ہمیشہ معافی اور درگزر کو پسند فرمایا ہے۔

شب قدر میں جو کہ انتہائی بابرکت رات ہے ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اس رات میں کیا دعا مانگی جائے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ دعا مانگی جائے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا [سنن ابن ماجہ؛ صحیح البانی]

اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرنے والا ہے۔ تو مجھے معاف کر دے۔

جو لوگ دوسروں سے درگزر کرتے ہیں، معاف کرتے ہیں وہ اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اللہ کا نظام ان کی حفاظت کرتا ہے وہ protection میں رہتے ہیں۔ انہیں برکت ملتی ہے۔

ایک روحانی بندے کے اندر عفو و درگزر کا مادہ بھی ہونا چاہیے اور اگر نہیں ہے تو اسے پروان چڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔



لیکچر 39

ادراک کیا ہے....؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وہ ذات جس نے تمہیں نفسِ واحدہ سے پیدا کیا۔

کائنات ایک نقطہ میں ریکارڈ ہے۔ اس نقطہ کو کائنات کی ماسٹر گر، قلم کہا جائے تو بات آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔ نقطے کا ایک جگہ سے دوسری جگہ ہونا ادراک کا سرچشمہ ہے۔ ادراک اطلاع ہے۔ اطلاع میں گہرائی پنہائی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اس گہرائی کے نتیجے میں نقطہ الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔ ادراک سیاہ نقطے کی صفات ہیں۔ سیاہ نقطے کی صفات اطلاعات ہیں۔

ہمارے شعور میں یہ بات محفوظ ہے کہ ہیروشیما اور ناگاساکی پر بم گرایا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ پہاڑ اپنی جگہ موجود ہے لیکن روئی کی طرح ہے۔ جب پہاڑ کو ہاتھ لگا کر دیکھا تو وہاں پہاڑ نہیں خس و خاشاک تھی۔ ان ملکوں کی پہاڑیوں پر جب بم گرایا گیا تو پہاڑیاں ایک سیکنڈ میں اس طرح فنا ہو گئیں جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ پہاڑیوں کی جگہ روئی کا نشان

کتاب لوح و قلم روحانی سائنس پر وہ منفرد کتاب ہے جس کے اندر کائناتی نظام اور تخلیق کے فارمولے بیان کیے گئے ہیں۔ ان فارمولوں کو سمجھانے کے لیے سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے روحانی طلباء اور طالبات کے لیے باقاعدہ لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا جو تقریباً ساڑھے تین سال تک متواتر جاری رہا۔ یہ لیکچرز بعد میں کتابی صورت میں شائع کیے گئے۔ ان لیکچرز کو روحانی ڈائجسٹ کے صفحات پر پیش کیا جا رہا ہے تاکہ روحانی علوم سے دلچسپی رکھنے والے تمام قارئین حضرات و خواتین ان کے ذریعے آگاہی حاصل کر سکیں۔

باقی رہ گیا جو آہستہ آہستہ اتر گیا۔

براہ راست طرز کلام یا روحانی تفکر سے اس بات کو اس طرح سمجھا جائے کہ ایک سیکنڈ کی فنا نے لاکھوں سال کی بنا کو اپنے اندر جذب کرلیا۔ جو چیز لاکھوں سال میں بنی تھی وہ ایک سیکنڈ میں فنا ہوگئی اور ایک سیکنڈ کی فنا نے لاکھوں سال کی زندگی کو نابود کردیا۔ مفہوم یہ ہے کہ ایک سیکنڈ نے لاکھوں سالوں کا احاطہ کرلیا۔

جب ہم ہیروشیما اور ناگاساکی کی بربادیوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہیروشیما کی بربادیوں کو لاکھوں سالوں کا روپ دے کر بیان کرتے ہیں جس طرح ایک سیکنڈ کی فنا نے لاکھوں سال کی زندگی کا احاطہ کرلیا اسی طرح سیاہ نقطہ کا ایک سیکنڈ کا لاکھواں حصہ ازل سے ابد تک محیط ہے۔ ہم ازل تا ابد سیاہ نقطے کی کارگزاری کو اس لیے نہیں سمجھ سکتے کہ ہم جس ادراک کو استعمال کرنے کے عادی ہیں وہ سیکنڈ کے لاکھویں حصے مشاہدہ کرسکتا ہے شعوری دائرے سے باہر ہے۔

سیکنڈ کے لاکھویں حصے کا مشاہدہ کرنے کا قانون سورۃ قدر میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ہم نے یہ اتارا شب قدر میں اور تو کیا بوجھا کیا ہے شب قدر.....؟

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے ارشاد فرماتے ہیں۔

آپ کیا سمجھے، شب قدر کیا ہے.....؟ شب قدر کی ایک رات بہتر ہے ہزار مہینے سے اور اس رات کی خصوصیت یہ ہے کہ فرشتے اور جبرائیل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے۔ امان اور سلامتی کی رات ہے صبح نکلنے تک۔

شب قدر میں جو ادراک متحرک ہو سکتا ہے۔

اس ادراک کی رفتار عام شعور سے ساٹھ ہزار گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کوئی انسان عام شعور میں اس ادراک کو متحرک کرلیتا ہے جو ادراک ساٹھ ہزار گنا ہے تو وہ کائنات کا روح اور فرشتوں کا مشاہدہ کرلیتا ہے۔ اور تکوینی نظام کے فارمولوں سے واقف ہوجاتا ہے۔

انسان کے اندر ایک عام شعور کام کرتا ہے اور عام شعور کے برعکس اس کے اندر ایک ایسا شعور کام کرتا ہے جو ادراک یا عام شعور سے ساٹھ ہزار گنا ہے۔

تصوف میں اس ادراک کو "فتح" کہتے ہیں۔

سالک کو فتح میں داخل ہونے کے لیے کئی منازل سے گزرنا ہوتا ہے۔ سالک سلوک کے راستے پر سفر کرتا ہے تو عام شعور سے سفر کرتا ہے۔ عام شعور میں رہتے ہوئے طرح طرح کی مشقیں کرتا ہے۔

ان مشقوں سے شعور کی رفتار بتدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے یہ رفتار بہتر ہوتے ہوتے فتح تک پہنچ جاتی ہے۔

پہلے مقام پر جب سلوک کی راہوں پر سفر کرتے ہوئے مزاحمت ٹوٹتی ہے تو سالک کے اوپر غنودگی ہوجاتی ہے۔ غنودگی سے مراد یہ ہے کہ سالک آنکھیں بند کرکے بیٹھتا ہے تو اس کے اوپر سونے جاگنے کے درمیانی عمل کا غلبہ ہوجاتا ہے۔ اطلاع جو آنکھوں کے سامنے نہیں ہے دماغ پر وارد ہوتی ہے۔ سالک اسی اطلاع کو کسی حد تک قبول کرتا ہے۔ غنودگی کی کیفیت سے نکلنے کے بعد شعور کی مزاحمت گھٹتی ہے تو "ورود" میں داخل ہوجاتا ہے۔

(جاری ہے)

کیفیاتِ مراقبہ

ترقی یافتہ ممالک میں مراقبے کے موضوع پر سائنسی بنیادوں پر تحقیقی کام شب و روز جاری ہے۔ جدید سائنسی آلات سے اخذ کیے جانے والے نتائج سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مراقبے سے انسان کو بہت مثبت فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان تحقیقی نتائج کے پیشِ نظر مغرب میں تو مراقبہ کو ایک ٹیکنالوجی کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ ان تحقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ مراقبے سے ہماری عام زندگی پر بھی کئی طرح کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مراقبے کے ذریعے کئی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں سے نجات مل سکتی ہے، کارکردگی اور یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے اور ذہنی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔

ماضی میں مشرق کے اہلِ روحانیت نے ماورائی علوم کے حصول میں مراقبے کے ذریعے کامیابیاں حاصل کیں۔

ان صفحات پر ہم مراقبے کے ذریعہ حاصل ہونے والے مفید اثرات مثلاً ذہنی سکون، پرسکون نیند، بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ وغیرہ کے ساتھ روحانی تربیت کے حوالے سے مراقبے کے فوائد بھی قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ نے مراقبے کے ذریعے اپنی شخصیت اور ذہنی کیفیت میں مثبت تبدیلی محسوس کی ہے تو صفحات کے ایک طرف تحریر کر کے روحانی ڈائجسٹ کے ایڈریس پر اپنے نام اور مکمل پتے کے ساتھ ارسال کر دیجیے۔ آپ کی ارسال کردہ کیفیات اس کالم میں شائع ہو سکتی ہیں۔

کیفیاتِ مراقبہ۔

روحانی ڈائجسٹ 1/7 ,D-1 ناظم آباد۔ کراچی 74600



آج کا نوجوان جس قسم کی آئیڈیل زندگی گزارنا چاہتا ہے وہ سب مجھے میسر تھا۔ میرے پاس ہر چیز اور ہر نعمت تھی۔ میں شکل صورت میں، ذہانت میں، پڑھائی میں ہر چیز میں ٹھیک تھی لیکن ان سب کے باوجود سکون کی دولت سے محروم تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی مجھ میں اعتماد کی کمی تھی۔ کوئی ذرا سی سخت بات کر دے تو میں رونے لگتی تھی۔ جب تک کسی سے فرینک نہ ہو جاؤں، اس وقت تک اعتماد سے بات نہیں کر سکتی تھی اور اگر منہ سے کوئی غلط بات نکل جائے تو بہت دن تک شرمندہ رہا کرتی۔

کوئی مزاج کے خلاف بات کر دیتا تو کئی کئی روز کڑھتی رہتی۔

جب میری شادی کی بات چلی تو والدہ کو فکر ہوئی کہ ایسی حالت میں سسرال والوں کا سامنا کس طرح کر سکوں گی۔ والد بھی فکرمند تھے۔ مہمان جب مجھے دیکھنے آتے تو دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی جسم پسینے سے شرابور ہو جاتا، بس ایک خواہش ہوتی کہ لوگوں کی نظروں سے محفوظ ہو کر ایک کونے میں پڑی رہوں۔

امی نے ماموں سے بھی بات کی۔ ماموں نے میرا نفسیاتی علاج کروانے کا مشورہ دیا مگر والدہ اس لیے نہ مانی کیونکہ میری شادی کی بات چل رہی تھی۔

ایک روز نیٹ پر سرفنگ کر رہی تھی۔ ذہن میں اپنے مسائل بھی تھے۔ یکسوئی پر ایک آرٹیکل پڑھا جس میں تحریر تھا کہ یکسوئی خود اعتمادی کے لیے ضروری ہے۔

اگر انسان زندگی میں کامرانیاں چاہتا ہے تو اس کے لیے ذہنی یکسوئی بہت ضروری ہے۔ میں ماموں سے کچھ قریب تھی۔ اس آرٹیکل کا ذکر میں نے ماموں سے کیا تو ماموں نے یکسوئی پر اعتماد اور کامیاب زندگی گزارنے پر دو کتابیں لا دیں۔ میں نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا۔

ایک کتاب میں تحریر تھا کہ جو لوگ اپنے کیریئر اور زندگی میں کامیاب ہیں ذاتی قدر و قیمت اور ذاتی قبولیت کے پختہ احساسات رکھتے ہیں۔ وہ جیسے بھی ہیں اس پر قانع ہیں۔ انہوں نے یکسوئی اور خود اعتمادی کا ایک صحت مند احساس حاصل کر لیا ہے۔ ایک ایسا احساس جس سے مسائل کا سامنا کیا جا سکتا ہے۔ چیلنجوں پر قابو پایا جا سکتا ہے اور رکاوٹوں اور بندشوں پر غالب آیا جا سکتا ہے۔

اب سوال یہ تھا کہ یکسوئی اور خود اعتمادی کس طرح حاصل کی جائے....؟

کئی کتابوں کے مطالعے سے پتا چلا کہ یکسوئی کے لیے ذہنی ارتکاز ضروری ہے۔

ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کی کئی مشقیں بھی ان کتابوں میں دی گئی تھیں مگر مجھے مراقبہ سے دلچسپی شاید اس لیے ہوئی کیونکہ یہ اکیلے بیٹھ کر کرنے کی مشق تھی۔ میں نے ماموں سے مراقبے کے بارے میں کتابیں منگوائیں۔ ان کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ کیا اور ایک روز مراقبہ کرنے کا ارادہ کیا۔

عشاء کی نماز ادا کی اور اپنے رب کے حضور اپنے مسائل کے حل کی دعا کی اور تقریباً رات کے دس بجے مراقبہ کا آغاز کر دیا۔

تنہائی میں بیٹھنے کی عادی تو پہلے سے تھی مگر مراقبے میں کوئی کیفیت پیدا نہیں ہو رہی تھی، میں

نے کئی روز مراقبہ جاری رکھا لیکن مراقبہ سے ثمرات کہیں محسوس نہ ہوئے۔ میں نے مراقبہ کی کتابوں کا مطالعہ بھی جاری رکھا اور مراقبہ کرتی رہی۔

ایک روز مراقبہ میں ابھی آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی کہ مجھے محسوس ہوا کہ چاروں طرف روشنی بکھر گئی ہو۔ کچھ دیر بعد دوبارہ تاریکی چھاگئی۔

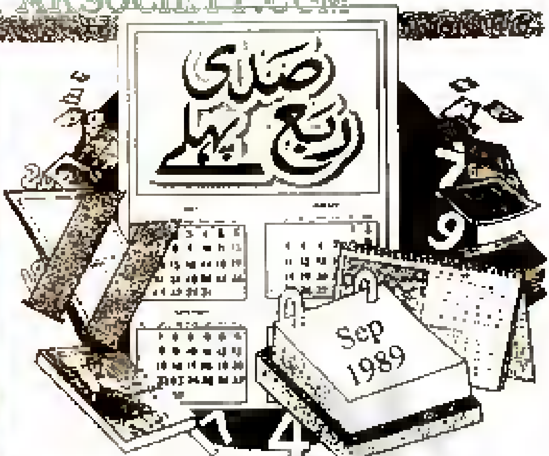
ایک روز مراقبہ میں محسوس ہوا کہ طلوع آفتاب کا وقت ہے۔ آسمان پر سرخی نمودار ہو رہی ہے۔ پرندے فضا میں محوِ پرواز تھے۔ ابھی سورج پوری طرح اُفق پر ظاہر بھی نہ ہوا تھا کہ بادلوں کی کالی گھٹا نے سورج کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ گرج چمک ہونے لگی اور پھر بارش شروع ہوگئی۔ بارش کا زور تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا تھا۔ کئی گھنٹوں تک مسلسل برسات ہوتی رہی۔ تمام سڑکیں پانی سے جل تھل ہوگئیں پھر آہستہ آہستہ بادل چھٹنا شروع ہوئے اور فضا پر قوس و قزح نمودار ہوئی۔ ہر چیز صاف شفاف دکھائی دے رہی تھی۔

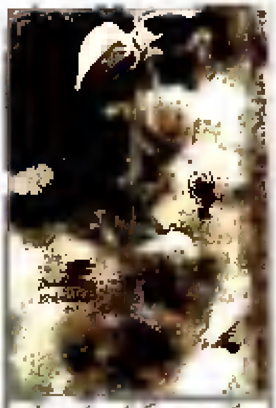
ایک روز مراقبہ میں دیکھا کہ گرمیوں کی دوپہر ہے میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ آم کے باغ کی سیر کر رہی ہوں۔ آم کے درختوں پر بڑے بڑے دلکش رنگوں کے آم لگے ہوئے ہیں۔ ایک درخت پر سرخ رنگ کے آم دکھائی دیے۔ ہم نے یہ آم کھائے تو یہ انتہائی خوش ذائقہ تھے۔ درختوں سے کوئل کی کوکو کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

ایک روز دورانِ مراقبہ دیکھا کہ ایک بہت بڑا فارم ہاؤس ہے۔ اس میں ہزاروں کی تعداد میں بکریاں آزادانہ گھوم پھر رہی ہیں۔ فارم ہاؤس میں صاف شفاف پانی کے تالاب میں سفید بطخیں شور مچاتی ہوئی نہا رہی ہیں۔

مراقبہ شروع کرنے سے پہلے ایک سوال میرے ذہن میں ہر وقت گردش کیا کرتا تھا کہ میرے ان بہت سے مسائل کا حل مراقبہ کی مشقوں کے ذریعے کیسے ممکن ہو پائے گا۔

آج الحمدللہ مراقبہ سے میرے بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں۔ یعنی یکسوئی میں بہتری آئی ہے۔ منتشر خیالی دور ہوئی ہے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بہتر ہونے کی وجہ سے خوداعتمادی میں اضافہ ہوا ہے۔ پہلے ہر وقت ذہن پر ڈر اور خوف مسلط رہا کرتا تھا۔ اس خوف اور ڈر میں کمی آئی ہے۔ امی، ابو اور ماموں نے میری اس تبدیلی کو محسوس کیا ہے۔ امی تو بہت خوش ہیں۔ پہلے تنہائی کی وجہ سے چڑچڑے پن میں مبتلا ہوگئی تھی۔ سہیلیوں سے رابطہ ٹوٹ گیا تھا۔ اب ایسا لگتا ہے کہ زندگی میں رونق دوبارہ لوٹ آئی ہے۔ سہیلیوں سے ملنے کی وجہ سے تنہائی دور ہوئی ہے اور چڑچڑاپن بھی دور ہوا ہے۔





ستمبر 1989ء کے شمارے کا سرورق

اس ماہ کے مضامین میں غزوہ تبوک، عسکری تربیت، احمد بن ابی الحسنؒ، مجذوب سالک، احساس، آخری کرن، سیب کے نقصانات، ام المومنین حضرت صفیہؓ، بچوں پر توجہ، بسم اللہ کی برکت، احمد شاہ ابدالیؒ، پانی کی تلاش جگہ جگہ، دیگر مضامین میں نور الٰہی نور نبوت، آواز دوست، تاثرات، صاحب خلق عظیمؐ، گیارہ وزراء، فری کیمسٹری، ڈاکٹر شہد کی مکھی، پیرا سائیکولوجی، علم الاعداد اور انسان، محفل مراقبہ، خلائی مہمان، اللہ رکھی اور آپ کے مسائل شامل تھے۔ اس شمارے سے منتخب تحریر "حیات بعد از موت" قارئین کے ذوقِ مطالعہ کے لیے دی جارہی ہے۔



ماہ جولائی کا روحانی ڈائجسٹ پڑھ رہا تھا کہ موضوع "حیات بعد از موت" میری نظر سے گزرا۔ یہ حقیقت ہے۔ میرے ساتھ جو کچھ ہوا تحریر ہے۔

1980ء میں پیشاب کی تکلیف ہوئی۔ میں نے جناح اسپتال میں ڈاکٹروں سے مشورہ کیا اور اپنی جانچ پڑتال کرائی۔ معلوم ہوا کہ مجھے Prostate کی تکلیف ہے اور بذریعہ آپریشن Prostate Gland کو نکالنا پڑے گا۔ میں تیار ہو گیا۔

آپریشن سے ایک دن پہلے مجھے H-Blood Pressure کی شکایت ہوگئی پہلے کبھی مجھے یہ شکایت نہ تھی۔ آخر کار فیصلہ کیا گیا کہ مجھے امراض قلب کے شعبہ میں منتقل ہونے کے لیے بھیج دیا جائے۔ اس دن میں بہت فکر مند تھا۔

دیکھتا ہوں کہ میری والدہ جن کو فوت ہوئے تقریباً پچیس برس ہو چکے ہیں تشریف لائیں۔ میرے

بستر پر بیٹھنے کے بعد والدہ نے میری خیریت دریافت کی میں نے انہیں اپنی تکلیف بتائی۔ تکلیف سن کر انہوں نے شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مسکرا کر بولیں.... ڈاکٹر جو کہتے ہیں اسے مان لو۔ (یعنی آپریشن کروالو) اللہ تکلیف دور کر دے گا۔ میں دعا کروں گی تو جلد ہی درست ہو جائے گا۔

والدہ کی یہ بات سن کر میرے ذہن کو سکون سا مل گیا۔ اس کے بعد وہ کچھ دیر تک اور بیٹھی رہیں۔ انہوں نے میرے بچوں اور بیوی کی خیریت دریافت کی اور میری شادی سے قبل جو میں شرارتیں کرتا تھا انہیں دہرانے لگیں۔ یہ شرارتیں اس طرح کی تھیں کہ آج جب تنہائی میں یاد کرتا ہوں تو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے اور اس وقت بھی جبکہ میری والدہ شرارتوں کا تذکرہ کر رہی تھیں میں ہنس رہا تھا۔

کافی دیر تک باتیں کرنے کے بعد والدہ چلی گئیں لیکن میرے چہرے پر مسکراہٹ دوڑتی رہی۔ صبح جب نرس دوا وغیرہ پلانے آئی تو مجھے ہنستا دیکھ کر پوچھا کہ تم کیوں ہنس رہے ہو۔

میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا۔ کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر آئے اور امراض قلب کے وارڈ میں لے جانے سے قبل بلڈ پریشر چیک کیا اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ میرا بلڈ پریشر نارمل ہے۔

انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ تم نے کیا کھایا تھا میں نے ہنس کر جواب دیا۔ کچھ بھی نہیں۔

انہوں نے وارڈ بوائے وغیرہ سے کہا کہ اسے فوری طور پر آپریشن روم میں پہنچادو۔

آپریشن روم کا ماحول کچھ اس قسم کا ہوتا ہے کہ اچھا بھلا انسان گھبرا جائے۔ لیکن آپریشن روم میں داخل ہونے سے لے کر بے ہوش کیے جانے تک میں ہنس رہا تھا۔

اللہ کے فضل سے میرا آپریشن کامیاب رہا۔ میں جلد صحتیاب ہو کر واپس اپنے گھر آگیا اور آج اپنی بیوی بچوں کے ہمراہ صحت مند زندگی گزار رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میری ماں کی دعا کی وجہ سے مجھے صحت ملی ہے۔

(محمد اسمٰعیل۔ الفلاح سوسائٹی)

حیات بعد از موت

روحانی ڈائجسٹ کے شمارہ جولائی میں مندرجہ بالا عنوان کے تحت ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد مجھے ایک واقعہ یاد آگیا۔

آج سے تقریباً دس برس قبل ہمارا خاندان جس میں دو بھائی اور ہم چار بہنیں شامل تھیں۔ نہایت ہی خوش و خرم زندگی گزار رہا تھا۔ ہمارے والدین کو انتقال کیے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ ہمارے سب سے بڑے بھائی جن کی عمر تقریباً چالیس سال تھی، جس وقت ان کا انتقال ہوا تو وہ پانچ بچوں کے باپ تھے۔ میرے بڑے بھائی صاحب کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اور صدر کے بارونق بازار میں ان کی دوکان تھی۔

ان سے چھوٹا بھائی میٹرک پاس کر چکا تھا اور کالج میں فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا۔ ہمارے والدین کے انتقال کے بعد بڑے بھائی اور بھاوج نے وہ پیار دیا کہ ہم والدین کے غم کو بالکل ہی بھول گئے۔ ہم سب بہنیں بچپن کی حدود سے نکل کر جوانی میں قدم رکھ رہی تھیں۔

ہمارے بڑے بھائی جنہیں ہم سب بھیا کہہ کر پکارتے تھے، شام کو جب گھر میں داخل ہوتے تھے تو اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ ہم سب کے لیے بھی کھانے

کی چیزیں لاتے تھے۔ ہمیں اپنے بھتیجوں سے اس قدر محبت تھی کہ جب تک وہ لائی ہوئی چیز نہ کھالیں ہمارے حلق سے نوالہ نہیں اترتا تھا۔

❖❖❖

میرا چھوٹا بھائی بھی بڑے بھائی اور بھاوج سے بے پناہ محبت کرتا تھا اور یہ اس کی محبت ہی تھی کہ وہ دوپہر کو کالج سے آنے کے بعد کھانا وغیرہ کھا کر دوکان پر چلا جاتا تھا اس طرح "بھیا" کو آرام کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔

ہمارے دن یونہی ہنسی خوشی گزر رہے تھے کہ نجانے کس کی نظر لگ گئی۔ ایک دن صبح حسب معمول بھیا گھر سے دوکان کے لیے نکلے تو تھوڑی دیر بعد ہی ان کی لاش خون میں ڈوبی ہوئی آئی۔ ہم سب اس وقت تیار ہو کر اسکول جانے کے لیے گھر سے نکلنے ہی والے تھے کہ لوگ بھیا کی لاش لے کر آگئے۔ انہیں ایک بس نے کچل دیا تھا اور انہوں نے سڑک ہی پر دم توڑ دیا تھا۔

بھیا کی لاش دیکھ کر بھابھی بے ہوش ہو گئیں اور ہم سب کا برا حال تھا۔ چھوٹا بھائی اس سانحہ پر گم سم سا ہو کر رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا ہے۔ یہاں ہمارا کوئی رشتہ دار نہیں تھا جو ایسے وقت میں دلاسہ دیتا۔ صرف محلے والے تھے جنہوں نے ہمارا ساتھ دیا اور بھیا کا کفن دفن کیا۔

❖❖❖

تقریباً دوماہ بعد ہم سب اس قابل ہوئے کہ اس سانحہ کو برداشت کر سکیں۔ بھابھی نے بڑی ہی ہمت سے کام لیا۔ انہوں نے بچوں کے ساتھ ساتھ ہم سب کو بھی سنبھالا۔ ان کی دنیا اجڑ چکی تھی۔ وہ اپنے غم کو سینے میں چھپائے ہوئے روز مرہ کے گھریلو کاموں میں مصروف ہو گئیں۔ انہوں نے ہم سب کو بھی باقاعدگی سے اسکول بھیجنا شروع کر دیا۔ ہمارا چھوٹا بھائی اپنی تعلیم ختم کر کے دوکان پر بیٹھنے لگا۔ کیونکہ گھر کی تمام تر معاشی ذمہ داری اس پر آپڑی تھی اور بھابی نے بھی اسے احساس دلا دیا تھا کہ اب وہی اپنے بھتیجوں اور بہنوں کا سہارا رہ گیا ہے۔

ہماری بھابی کے بھی کوئی قریبی رشتہ دار موجود نہیں تھے۔ لہٰذا سارا انحصار چھوٹے بھائی پر تھا۔ بھابی ہر وقت دیور کی سلامتی کی دعائیں مانگتی رہتی تھیں ہم بہنیں بھی ان کو دل سے چاہتی تھیں۔ اب خاندان کے نو افراد کا کفیل صرف چھوٹا بھائی اقبال ہی تھا۔ اس طرح پانچ سال گزر گئے۔ ہم سب اپنے بڑے بھائی کا غم بالکل ہی بھول گئے۔

پانچ سال بعد، ایک دن اچانک بھائی اقبال کو تے ہوئی۔ پہلے تو ہم سب سمجھے کہ معمولی سی طبیعت خراب ہے لہٰذا انہیں فوری طور سے تو آرام آگیا لیکن گھر آکر انہیں پھر تے ہو گئی اور یہ سلسلہ رات بھر جاری رہا۔ ان کی طبیعت بگڑتی ہی چلی گئی۔ صبح ہوتے ہی ہم سب انہیں لے کر اسپتال گئے۔ اسپتال میں انہیں فوری طور سے داخل کر لیا گیا اور ان کے ٹیسٹ شروع ہوئے۔ ہم سب اپنی بھائی کے ہمراہ وارڈ کے باہر کھڑے خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ ہمارے بھائی کو جلد از جلد صحتیاب کر دے۔ دوسرے دن ڈاکٹروں کی رپورٹ سے پتہ چلا کہ ہمارے بھائی اقبال کو جگر کا کینسر ہو گیا ہے۔ یقین جانیے یہ خبر ہم سب پر بجلی بن کر گری۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ پر مبہوت ہو کر رہ گئے۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ ہم انہیں بچانے کی پوری

پوری کوشش کر رہے ہیں آپ لوگ دعا کریں۔

ہم سب نے دارڈ ہی میں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اقبال پر زیادہ تر غشی طاری رہتی تھی۔ بھابی اس کے سرہانے زیادہ سے زیادہ وقت تک بیٹھی رہتی تھیں۔ ہم بہنیں باری باری گھر جا کر بچوں کو بھی دیکھتی رہتی تھیں۔ اس طرح ایک ہفتہ اور گزر گیا۔ ہمارے اقبال کی بے ہوشی بڑھتی چلی گئی اور پھر ایک دن ڈاکٹروں نے بالکل ہی مایوسی کا اظہار کر دیا۔ ہم سب کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ہم سوچ رہے تھے کہ اب ہم کیا کریں گے۔ زندگی کس طرح گزرے گی۔ ہمارا واحد سہارا بھی اس دنیا سے رخصت ہونے والا تھا۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔

اسی دوران بھابی نے وہ واقعہ بتایا جس نے ہماری اندھیری دنیا میں خوشیاں بھر دیں۔ بھابی کیونکہ کئی دن سے مسلسل جاگ رہی تھیں۔ لہٰذا اس رات انہیں کرسی پر بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔ نیند کے دوران انہوں نے دیکھا کہ آسمان سے نیلے رنگ کی روشنیوں کی بارش ہو رہی ہے اور وہ اس بارش میں محو پرواز ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ روشنیوں کے ایک میدان میں پہنچ گئیں۔ اس مقام پر ہر جانب سے قوس قزح کی طرح روشنیاں بکھری ہوئی تھیں اور ان کا منبع نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان روشنیوں میں انہوں نے سفید لباس میں ملبوس اپنی ساس یعنی ہماری ماں کو دیکھا جو اوپر کی جانب منہ اٹھائے کہہ رہی تھیں۔ اے اللہ میرے اس ہرے بھرے خاندان کا والی تو ہی ہے تو نے میرے بڑے بیٹے کو اپنے پاس بلا لیا۔ اب میری اولاد کا اس دنیا میں صرف میرا چھوٹا بیٹا ہی کفیل ہے۔ تو اسے بھی اپنے پاس بلا رہا ہے۔ میرے چھوٹے چھوٹے پوتوں اور بیٹیوں کا اقبال کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ تو دنیا میں ان سب کا وسیلہ میرے بیٹے کو بنائے رکھ۔

میری بھابی کا کہنا ہے کہ اماں کی دعا مانگنے کا انداز بالکل ضد کے انداز کا تھا۔ وہ بار بار ایک ہی جملہ کہے جا رہی تھیں کہ دنیا میں میرے اقبال کو میرے پوتوں اور بیٹیوں کا وسیلہ بنا دے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اللہ سے اپنی بات منوا کر رہیں گی۔ کچھ دیر بعد روشنیوں کے سیلاب میں ایک نہایت ہی مسحور کن آواز بلند ہوئی۔

اقبال کی عمر دراز کر دی گئی ہے۔ اس آواز کے بلند ہوتے ہی میری والدہ سجدہ میں گر گئیں اور بھابی نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں کہ اقبال آنکھیں کھولے ان سے پانی مانگ رہے تھے۔

اس خواب کے بعد ہمارے بھائی اقبال کی صحت دن بدن بہتر ہونے لگی۔ ڈاکٹر حیران رہ گئے کہ یہ شخص جو موت کے قریب تھا کس طرح تندرست ہو گیا۔

انہیں کیا معلوم کہ یہ سب ہماری ماں کی دعا کا نتیجہ ہے۔ واقعی ماں کی روح اولاد کا دکھ نہیں برداشت کر سکتی اور یہ ماں کی عظمت ہی ہے کہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی۔

(نگہت مونس)

میرے دادا اپنے شہر میں ایک عالم کی حیثیت سے خاصے مشہور تھے۔ ان کے پاس ہر طبقے کے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ دادا مرحوم نے بتایا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ایک ایسا واقعہ سنایا جسے سن کر میرے پاس بیٹھا ہوا ہر شخص حیران ہو گیا۔

اس نے بتایا کہ اس کے محلہ میں ایک عورت کو کسی نے بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔ میں رات کو سینما کا

آخری شو دیکھ کر واپس آ رہا تھا جیسے ہی اس مقتولہ کے مکان کے قریب سے گزرا اچانک پولیس نے مجھے گرفتار کرلیا۔ میں نے پولیس کو یہ بتانے کی بہت کوشش کی کہ میرا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو سینما کا آخری شو دیکھ کر آ رہا ہوں لیکن پولیس نے میری ایک نہ سنی اور مجھے لے جا کر حوالات میں بند کر دیا گیا۔ دوسرے دن پولیس نے عدالت سے میرا جسمانی ریمانڈ لے لیا۔ میں نے خود کو تشدد سے بچانے کے لیے مجبوراً اقرار جرم کرلیا۔ ظاہر ہے اس کے بعد میرے بچنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ میں غریب ہونے کے باعث کوئی اچھا وکیل بھی نہ کر سکا۔ میری بیوی بچوں نے کوشش کر کے ایک معمولی وکیل کے ذریعہ میرے مقدمہ کی پیروی کا انتظام کیا۔

میرے خلاف چھ سال تک مقدمہ چلتا رہا۔ آخر مجھے سزائے موت سنا دی گئی۔ میری بیوی کے پاس اتنی رقم نہ تھی جو اپیل دائر کرتی۔ وہ بے چاری رو پیٹ کر بیٹھ گئی۔ ادھر میں بھی زندگی سے ناامید ہو گیا۔ میرے دل و دماغ پر ہر وقت پھانسی کا منظر چھایا رہتا۔ کال کوٹھری میں میرا معمول کے مطابق کھانا آتا لیکن پھانسی کے خوف کا مجھ پر اتنا شدید اثر ہو چکا تھا کہ میں کھانے کے لیے لقمہ اٹھاتا اور منہ میں رکھنے کے بجائے دوبارہ کھانے کے برتن میں رکھ دیتا۔ میرا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا۔ میں زندگی میں پہلی مرتبہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا تھا۔ میری ناامیدی کی معقول وجہ یہ تھی کہ میں بے گناہ تھا۔

پھانسی دینے کی تاریخ میں صرف دو دن باقی تھے۔ اس دن میرے بیوی بچوں کو آخری ملاقات کے لیے لایا گیا۔ بچوں اور بیوی کی جو حالت تھی وہ مجھ سے نہیں دیکھی جا رہی تھی۔ وہ زار و قطار آنسو بہا رہے تھے۔ میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ مجھ میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ میں بیوی۔ بچوں سے تسلی کے دو بول بھی بول لیتا۔ ملاقات کا وقت ختم ہو گیا اور یہ سب روتے پیٹتے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ رات کو میں سونے کے لیے لیٹ گیا لیکن دماغ پر جو دہشت سوار تھی وہ بھلا کیسے سونے دیتی۔ بے چینی میں کروٹیں بدلتا رہا۔ نجانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ میری مرحومہ ماں مسکراتی ہوئی آئی ہیں۔ میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہہ رہی ہیں کہ بیٹا خدا کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔ اٹھ اور اپنی غلطی کی معافی مانگ کر اپنی رہائی کی دل سے دعا کر۔ وہ بڑی رحمت والا ہے۔ انشاء اللہ وہ اپنے کرم خاص سے تیری بے گناہی ثابت کر دے گا اور پھر اچانک میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے جلدی جلدی اپنی غلطی کی معافی مانگی اور رہائی کی دعا کرنے لگا اور یہ سلسلہ صبح کی نماز کے بعد تک جاری رہا۔ ٹھیک گیارہ بجے ایک سپاہی آیا اس نے مجھے مبارکباد دیتے ہوئے بتایا کہ وحید تم واقعی بہت خوش قسمت ہو کہ تختہ دار پر جانے کے بجائے تمہاری رہائی کے احکامات جاری ہو جائیں گے۔ چونکہ اس عورت کے شوہر نے خود کو پولیس کے حوالے کرتے ہوئے قتل کا اقرار کرلیا ہے۔ یہ سن کر مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ خوشی کے مارے میری بری حالت تھی۔ بار بار ماں کی ہدایت کا خیال آ رہا تھا اور میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگا۔ کچھ دنوں بعد مجھے رہا کر دیا گیا۔ وحید کی زبانی یہ واقعہ سن کر وہاں کے پاس بیٹھا ہوا ہر شخص حیران تھا۔

(عابدہ خانم۔ پی سی ایچ ایس۔ کراچی)



گوشۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کی دو جلدیں ارسال کریں....

مجلہ: عبارت اقبال نمبر

جلد نمبر: 19 **شمارہ:** 73

جنوری 2014ء تا مارچ 2014ء

قیمت: 200 روپے

طباعت: عبارت پرنٹنگ فریڈرز حیدرآباد

صفحات: 522

زیر تبصرہ کتاب ادارہ انوار ادب کے زیر اہتمام شائع ہونا والا سہ ماہی مجلہ عبارت کا اقبال نمبر ہے۔ اقبال کون ہیں....؟ فکر اقبال کیا ہے....؟ ان کے افکار و تصورات کا مطالعہ کیوں ضروری ہے....؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب نئی نسل اس خاص نمبر سے حاصل کر سکتی ہے۔

اس خاص نمبر کے موضوعات اقبال کے سوانحی نکات، نظریہ سیاست و تعلیم، فلسفہ خودی، کلام اقبال، تصوف اور عشق رسول ﷺ، آپ کے دینی عقائد، بحیثیت مفسر قرآن غرض افکار اقبال وغیرہ شامل ہیں۔ جن کے مطالعے سے فکر اقبال کی تفہیم کے متعدد نئے دروا ہوتے ہیں۔

جن نامور ادبی شخصیات اور ماہرین اقبالیات کے مضامین شامل کیے گئے ہیں ان میں ڈاکٹر وقار احمد رضوی کا اقبال کا فلسفہ، پروفیسر انوار احمد زئی کا تلاش اقبال، پروفیسر منیر احمد یزدانی کا علامہ اقبال اور تصور عشق، مسعود احمد برکاتی کا بچوں کا ادب اور اقبال بالخصوص ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی اقبال شناسی، ڈاکٹر سرور احمد زئی اور پروفیسر حکیم ڈاکٹر عبدالحنان کا غالب، حالی اور اقبال کا مضمون قابل ذکر ہیں۔

مجلے کی انفرادیت ہر مضمون کی تحریر کا سادہ اور سلیس ہونا ہے جس سے ایک عام قاری کو بھی فکر اقبال کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ حضرت اقبال کی زندگی کے مختلف ادوار کی یادگار تصاویر نے ان لمحات کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔

❖❖❖

دانش مشرق

مصنف: ڈاکٹر سکندر حیات

تاریخ اشاعت: 2013ء

صفحات: 88

کہتے ہیں سب سے مشکل کام دوسروں کی

حوصلہ افزائی کرنا اور اس سے بھی زیادہ مشکل کام کسی دوسرے کی کامیابی کو سراہنا اور اس کا برملا اعتراف کرنا ہے۔ اور جو یہ کر جائیں وہ قابل ستائش ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب دانش مشرق، کراچی سیکنڈری بوائز اسکول ناظم آباد کی ریٹائرڈ پرنسپل ڈاکٹر خندہ جہاں کی تعلیمی و تدریسی خدمات کو خراج تحسین و آفرین تحفہ ہے۔ جس میں جناب اوصاف علی واحدی صاحب نے انتہائی ادب، پیار اور عقیدت کے ساتھ نہ صرف پرنسپل صاحبہ کی تیس سالہ تعلیمی و تدریسی خدمات کو سراہا ہے بلکہ ان کی شخصیت کے دیگر پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے اور معلمین و معلمات کے تجربات اور قلبی تاثرات کو کتابی شکل میں ڈھال کر ایک سودمند خراج تحسین پیش کیا ہے۔

جن شخصیات نے اپنے قلبی تاثرات قلمبند کروائے ہیں ان میں پروفیسر انوار احمد زئی، چیئرمین بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن کراچی، سید اوصاف علی واحدی، ملا واحدی اور دیگر مدارس کے ہم منصب شخصیات شامل ہیں۔

ڈپٹی ڈائریکٹر آف ایجوکیشن مقبول حسن خان اور اعلیٰ افسر تعلیم عبدالمعید فاروقی صاحب مرحوم پر فرمائش مضامین، پرنسپل صاحبہ کی چند یادگار تصاویر کے علاوہ ان کی مختصر سوانح حیات اور افکار و نظریات پر پرنسپل صاحبہ کی نگارشات بطور خاص کتاب کا حصہ ہیں۔



نوآموز لکھنے والے متوجہ ہوں

اگر آپ کو مضمون نگاری یا کہانی نویسی کا شوق ہے اور اب تک آپ کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع نہیں مل سکا ہے تو روحانی ڈائجسٹ کے لیے قلم اٹھائیے۔۔۔۔ یہ خیال رہے کہ موضوع اور



تحریر کا حسن ایسا ہو جس میں قارئین دلچسپی محسوس کریں۔ آپ طبع زاد تحریروں کے علاوہ تراجم بھی ارسال کر سکتے ہیں۔ ترجمہ کی صورت میں اصل مواد کی فوٹو اسٹیٹ کاپی منسلک کرنا ضروری ہے۔ مضمون کاغذ کے ایک طرف اور سطر چھوڑ کر خوشخط لکھا جائے۔ مضمون کی نقل اپنے پاس محفوظ رکھیں کیونکہ اشاعت یا عدم اشاعت دونوں صورتوں میں مسودہ واپس نہیں کیا جاتا۔

قلم اٹھائیے اور اپنے تعمیری خیالات کو تحریر کی زبان دیجئے۔

تحریر کی اصلاح اور نوک پلک سنوارنا ادارہ کی ذمہ داری ہے۔

شعبہ مضامین

روحانی ڈائجسٹ،

1-D،1/7 ناظم آباد۔ کراچی



یہ ہے پاکستان

پاکستان کی منفرد اور مثالی درسگاہ.... گورنمنٹ کالج لاہور

لاہور کے دل انارکلی، پنجاب یونیورسٹی، کچہری اور ناصر باغ سے داخل ہو کر بلند ہوتی ہوئی سڑک پر چلیں تو (گرمیوں میں) املتاس کے زرد پھولوں کے ہوا سے ڈولتے ہوئے جھومروں میں سے اچانک گوتھک طرز تعمیر کا شاہکار نمودار ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی دو آسمان کی بلندیوں کو چھوتی ہوئی محرابیں نگاہوں میں کھب جاتی ہیں۔ گورنمنٹ کالج لاہور ہے جو گزشتہ 147 برس سے علم کے گوہر بڑی فیاضی سے لٹا رہا ہے۔

یکم جنوری 1864ء کو راجہ دھیان سنگھ کی حویلی کے ایک حصہ میں گورنمنٹ کالج قائم ہوا۔ اس کالج کا کلکتہ یونیورسٹی سے الحاق ہوا کیونکہ ابھی تک پنجاب یونیورسٹی بنی نہ تھی۔

پنجاب یونیورسٹی کا 1882ء میں آغاز ہوا۔ ابتدا میں صرف آرٹس کے مضامین پڑھائے جاتے



تھے۔ اپریل 1871ء میں کالج انار کلی کی ایک کوٹھی میں اور اگلے برس کوٹھی رحیم یار خان میں منتقل کیا گیا۔

کالج موجودہ عمارت میں 1876ء میں منتقل ہوا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ کالج کے طلبہ کے حصول تعلیم کے لیے حکومت دس تا پندرہ روپے ماہانہ وظیفہ بھی دیتی تھی۔

ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر (جو کہ بوڈاپسٹ، ہنگری میں چودہ اکتوبر 1840ء کو پیدا ہوئے اور جرمنی میں بائیس مارچ 1899ء کو وفات پائی) کو گورنمنٹ کالج کے پہلے پرنسپل اور اورینٹل کالج کے پہلے پرنسپل اور پنجاب یونیورسٹی کا پہلے رجسٹرار ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

جس کالج کا نو عدد طلبہ سے آغاز ہوا تھا، وہ آہستہ آہستہ ایک باضابطہ تعلیمی ادارے کی صورت اختیار کرتا گیا۔ 1872ء میں اس کی لائبریری کی تشکیل کی گئی جو ابتداء میں چند کتابوں پر مشتمل لائبریری تھی مگر اب اس میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد کتب موجود ہیں۔ ریفرنس سیکشن میں جو اندکا ذخیرہ اس پر مستزاد ہے۔ گورنمنٹ کالج کی لائبریری کمپیوٹر، وی سی آر، ٹیلی ویژن اور فوٹو اسٹیٹ کی سہولتوں سے مزین ہے۔

گورنمنٹ کالج کا مجلہ "راوی" امتیازی نشان کا حامل ہے۔ یہ غالباً واحد کالج میگزین ہے جس میں معروف اہل قلم کی تخلیقات بھی شائع ہوتی ہیں۔

اگر "راوی" میں مطبوعہ مقالات، افسانوں اور شعری تخلیقات کا اشاریہ مرتب کیا جائے تو برصغیر پاک و ہند کے متعدد نامور اہل قلم کے اسمائے گرامی نظر

گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیم پانے والی چند مشہور شخصیات

☆.... قانون: جسٹس ایم آر کیانی، جسٹس انوار الحق، جسٹس ایس اے رحمٰن، جسٹس نسیم حسین شاہ، ایم ظفر، جسٹس جاوید اقبال، اعجاز بٹالوی۔

☆.... ادب: علامہ اقبال، امتیاز علی تاج، فیض احمد فیض، ن۔ م۔ راشد، مالک رام، ڈاکٹر آفتاب احمد خان، میاں عبدالعزیز فلک پیما، مرزا محمد سعید دہلوی، شیخ محمد اکرام، ڈاکٹر وحید قریشی، الطاف گوہر، ضیاء جالندھری، مجید نظامی، اشفاق احمد، بانو قدسیہ، حفیظ ہوشیار پوری، جیلانی کامران، منیر احمد شیخ، ڈاکٹر صفدر محمود، صفدر میر، کشور ناہید، شہزاد احمد۔

☆.... اہل قلم اساتذہ: پطرس، صوفی تبسم، ڈاکٹر محمد اجمل، انجم تاگی، قیوم نظر، ڈاکٹر محمد صادق، مرزا محمد منور، پروفیسر محمد عثمان، مشکور حسین یاد، شعیب ہاشمی، ڈاکٹر طاہر تونسوی، ڈاکٹر اجمل نیازی، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، اصغر ندیم سید، ڈاکٹر سعادت سعید، مرزا اطہر بیگ۔

☆.... سیاست: میاں محمد نواز شریف، وسیم سجاد، میاں محمد اظہر، یوسف رضا گیلانی، حنیف رامے۔

☆.... اداکاری: روحی بانو، مدیحہ گوہر، وسیم عباس، خالد عباس ڈار، عثمان پیرزادہ، سراج منیر، خورشید انور۔

☆.... کھیل: ماجد خان، مدثر نذر، وسیم راجا، رمیض راجا، سلیم ملک، جاوید برکی، اختر رسول، منظور سینئر۔

آئیں گے۔ زمانہ طالب علمی میں "راوی" کے ایڈیٹر بننے والے طلبہ میں سے بعض، ادب کی قد آور شخصیات تسلیم کی گئیں اور اب ذکر وہ ایسے اساتذہ کا جن کے تذکرے کے بغیر، اردو ادب اور پاکستان کی تاریخ نامکمل رہتی ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد اور ڈاکٹر محمد اقبال۔



گورنمنٹ کالج لاہور کی ایک قدیم تصویر

2 اگست 1867ء کو مولانا آزاد کو کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لائٹنر کالج میں لائے تھے اور یہاں انہوں نے چودہ برس گزارے۔ ڈاکٹر لائٹنر نے اردو بھی پڑھی تھی، اس لیے وہ ان کے بہت مداح تھے۔ تصنیفی لحاظ سے آزاد کے لیے گورنمنٹ کالج کا قیام زریں عہد قرار دیا جاسکتا ہے۔ "آب حیات" (1880ء) سخن دان فارس (1872ء) نیرنگ خیال (1880ء) اور قصص ہند (1882ء) کی اشاعتوں پر مستزاد انجمن پنجاب سے ان کی وابستگی اور متعدد علمی و ادبی اور تحقیقی مقالات۔

دوسرا بڑا اور اہم نام علامہ اقبال کا ہے۔ علامہ اقبال نے 1895ء میں گورنمنٹ کالج میں بطور بی اے کے طالب علم (انگریزی، فلسفہ، عربی) داخلہ لیا۔ دو سال بعد بی اے کا امتحان اس شان سے کامیاب کیا کہ انگریزی اور عربی میں اول آنے کی بناء پر طلائی تمغے حاصل کیے۔ 1899ء میں ایم اے فلسفہ کا امتحان دیا۔ طلائی تمغہ ملا۔ 1902ء میں انہیں گورنمنٹ کالج میں انگریزی کے ایڈیشنل پروفیسر کے طور چھ ماہ کے لیے عارضی ملازمت دی گئی جبکہ تین جون 1903ء کو اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ مقرر کیے گئے۔ دو برس بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے برطانیہ جانے کے لیے تین برس کی رخصت لے لی۔ اگرچہ واپسی پر انہوں نے قانون کی پریکٹس شروع کر دی مگر 1908ء میں فلسفہ کی چیئر خالی ہو جانے کی بناء پر فلسفہ کی تدریس کی درخواست ان سے کی گئی، اور یوں ایک خصوصی اجازت نامہ کے تحت بیک وقت قانون کی پریکٹس اور فلسفہ کی تدریس (یکم جنوری 1911ء تک) جاری رہی۔

کالج کیمپس تین سو کینال رقبے پر مشتمل ہے جبکہ ایک سو پچاس کینال اراضی پر عمارات ہیں۔

کسی بھی تعلیمی ادارے میں نصابی اور غیر نصابی امور کے لیے سماعت گاہ (آڈیٹوریم) کا ہونا ضروری ہے۔ گورنمنٹ کالج اس لحاظ سے خود کفیل ہے کہ یہاں تین سماعت گاہیں موجود ہیں۔ مرکزی عمارت میں 200 نشستوں پر مشتمل بڑا ہال ہے جو اب "اوول ہال" کہلاتا ہے۔ ہال کے چاروں طرف گیلری ہے۔ 1964ء میں مرکزی عمارت کی ایک جانب تین

منزلہ عمارت تعمیر کی گئی جس کی بالائی منزل پر کالج کی لائبریری ہے۔ اس عمارت کے ساتھ 375 نشستوں پر مشتمل سماعت گاہ تعمیر کی گئی ہے جس کا نام مشہور مزاح نگار احمد شاہ بخاری پطرس کے نام پر "بخاری آڈیٹوریم" رکھا گیا ہے۔ بڑی تقریبات اسی سماعت گاہ میں ہوتی ہیں۔ بعد میں اس میں 125 نشستوں کی گنجائش والی ایک گیلری کا اضافہ کیا گیا۔ مشاعرے، ڈرامے، تقریری اور معلومات عامہ کے مقابلے وغیرہ یہیں منعقد کیے جاتے ہیں۔ اس سماعت گاہ میں دنیا کی مشہور ترین شخصیات کو مدعو کیا جا چکا ہے۔ جن میں باکسر محمد علی بھی شامل ہیں۔

چھوٹے پیمانے کی تقریبات کے لیے مرکزی عمارت کی دوسری منزل پر "سر فضل حسین تھیٹر" بنایا گیا ہے۔ بہت بڑے اجتماعات مثلاً سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے لیے "اوول" یعنی کالج کے بڑے میدان میں شامیانے لگتے ہیں۔

مرکزی عمارت کے سامنے کالج کی سفید رنگ کی مسجد ہے جس کا پنسل نما مینار عجب حسن رکھتا ہے۔ جب 1864ء میں دھیان سنگھ کی حویلی میں کالج قائم ہوا تو اس کی بالائی منزل میں دو کمرے طلبہ کی رہائش کے لیے وقف کیے گئے تھے لیکن ظاہر ہے کہ یہ دو کمرے ناکافی تھے۔ 1888ء میں مزنگ میں ایک عمارت کرائے پر حاصل کی گئی۔ کالج سے اس ہاسٹل کی دوری کے باعث کالج سے ملحق لور مال پر بنگلہ حاصل کر کے اسے ہاسٹل بنا دیا گیا۔ 1891ء میں لوئر کواڈرینگل (چوکور) ہاسٹل تعمیر کیا گیا لیکن یہ چوکور ابتداء میں نکون تھی جو 1899ء میں چوتھے بازو کی تکمیل کے بعد مکمل چوکور بنا۔ علامہ اقبال اسی ہاسٹل کے کمرہ نمبر ایک میں رہتے تھے۔ 1977ء میں اس ہاسٹل کا نام "اقبال ہاسٹل" رکھ دیا گیا۔ اس وقت یہ انٹر میڈیٹ کے طلبہ کے لیے مخصوص ہے۔ 1921ء میں کالج کے سامنے چوک پر نیو ہاسٹل تعمیر کیا گیا۔ اس میں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کلاسوں کے طلبہ قیام کرتے ہیں۔ 1993ء قائد اعظم ہاسٹل قائم کیا گیا۔ طالبات کے لیے الگ ہاسٹل ہے۔

کالج کے وسیع و عریض کیمپس میں تمام کھیلوں کی سہولتیں حاصل ہیں۔ کالج کے میدان "اوول" میں سالانہ کھیلوں کے مقابلے ہوتے ہیں۔ کھیلوں اور ایتھلیٹکس کے ساتھ تیراکی، کشتی رانی اور جسمانی ورزش کے مقابلوں میں، گورنمنٹ کالج ہمیشہ اعزازات حاصل کرتا رہا ہے۔ ٹینس کورٹ کے سامنے دو منزلہ ریکریئیشن سینٹر ہے جہاں اساتذہ اور طلبہ، چائے اور مشروبات کے ذریعہ تھکن دور کرتے ہیں۔




بچوں کا
روحانی ڈائجسٹ

بھول بھلکڑ

ماہین انجم۔ کراچی

کسی جنگل میں ایک ننھا منا ہاتھی رہا کرتا تھا۔ نام تھا جگنو۔ میاں جگنو ویسے تو بڑے اچھے تھے۔ ننھی سی سونڈ، ننھی سی دم اور چھوٹا سا قد، بڑے ہنس مکھ اور یاروں کے یار، مگر خرابی یہ تھی کہ ذرا دماغ کے کمزور تھے۔ کوئی بات یاد ہی نہیں رہتی تھی۔ جگنو کی امی جنہیں بی کسی بات کو منع کرتیں تو جگنو میاں اس وقت تو ہاں کر لیتے مگر پھر تھوڑی ہی دیر بعد بالکل بھول جاتے۔ ہاتھی ابا پریشان تھے تو جگنو کی اماں عاجز۔ تمام ساتھی میاں جگنو کا مذاق اڑاتے اور انہیں بھول بھلکڑ کہا کرتے۔

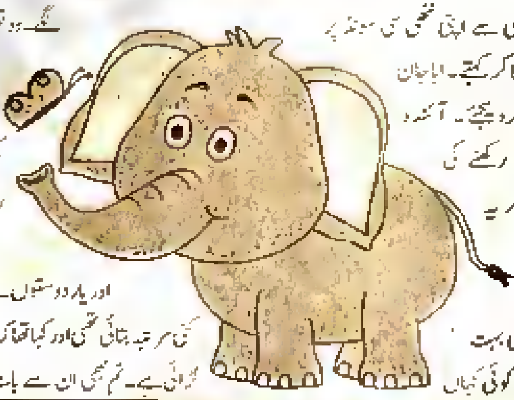
ابا جان میاں جگنو کا کان زور سے دبا کر کہتے۔ دیکھو! ننھے جگنو۔ تم نے تو بالکل ہی حد کر دی۔ بھلا ایسا بھی دماغ کیا کہ کوئی بات یاد ہی نہ رہے۔ تم باتوں کو یاد رکھنے کی کوشش کیا کرو۔ ہاتھی کی قوم تو بڑی تیز دماغی ہوتی ہے۔ برسوں پرانی باتیں نہیں بھولتی۔ مگر خدا جانے تم کس طرح کے ہاتھی ہو۔ اگر تمہاری یہی حالت رہی تو تم سارے خاندان کی ناک کٹوا دو گے۔

جگنو میاں جلدی سے اپنی ننھی سی سونڈ پر ہاتھ پھیرتے اور سر ہلا کر کہتے۔ ابا جان اب کے تو معاف کر دیجیے۔ آئندہ میں ضرور باتیں یاد رکھنے کی کوشش کروں گا۔ مگر یہ ہمیشہ کی طرح بھول جاتے اور بھی بات ہے کہ دنیا میں اتنی بہت سی تو باتیں تھیں۔ بھلا کوئی کہاں تک یاد رکھے۔

اب تک بڑے ہاتھی ننھے ہاتھی کو یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ تمام ہاتھی بن مانسوں سے نفرت کرتے تھے۔ کیوں کہ آج سے سو برس پہلے کسی بن مانس نے ایک بڑا سا پتھر کسی ہاتھی کے منہ پر دے مارا تھا۔ اس دن سے تمام ہاتھی بن مانسوں کے دشمن ہو گئے۔ مگر میاں جگنو تو تھے ہی بھول بھلکڑ، کئی بار کان پکڑ کر توبہ کی کہ اب بن مانسوں کے بچوں کے ساتھ نہیں کھیلوں گا۔ کھیلنا کیسا ان کی صورت بھی نہیں دیکھوں گا۔

مگر دوسرے ہی دن ساری توبہ بھول جاتے اور پھر بن مانس کے بچوں کے ساتھ کبڈی کھیلنا شروع کر دیتے۔

ہاتھیوں کے دوسرے دشمن طوطے تھے۔ ہاتھی طوطوں سے بھی بڑی نفرت کرتے تھے۔ بات یہ تھی کہ ایک دفعہ کوئی ہاتھی بیمار ہو گیا۔ اس لیے ہاتھیوں نے طوطوں سے کہا کہ شور مت مچایا کرو۔ اس سے مریض کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ مگر تب وہ طوطے ہی کیا جو ٹیں ٹیں کر کے آسمان سر پہ نہ اٹھالیں۔ اس دن سے ہاتھی طوطوں سے بھی چڑنے لگے۔ ہو تو کیوں ان کے بس کی بات نہیں تھی ورنہ انہوں نے تو کبھی کی ان کی چٹنی بنا کر رکھ دی ہوتی۔



جگنو کے ابا نے بھی اور یار دوستوں نے لاکھ یہ بات کئی مرتبہ بتائی تھی اور کہا تھا کہ طوطوں سے ہماری لڑائی ہے۔ تم بھی ان سے بات مت کیا کرو۔ مگر

میاں جگنو بین والی بات کی طرح یہ بات بھی بھول جاتے اور طوطوں کو اپنی پیٹھ پر چڑھا کر سارے جنگل میں گھماتے پھرتے۔

میاں جگنو کی یہ حرکتیں دیکھ کر کئی ہاتھیوں نے اس سے بول چال بند کر دی۔ بڑے بڑے ہاتھیوں نے کہا۔ جگنو کا حافظہ اتنا خراب ہے کہ کسی کی دوستی اور دشمنی کو نہیں سمجھتا۔

تمام ہاتھی جگنو کو بے وقوف کہہ کہہ کر چڑاتے اور اس پر پھبتیاں کستے۔ مگر جگنو کو کسی کی پروا نہیں تھی۔ وہ اتنا سیدھا سادا اور نیک دل تھا کہ وہ ان کے مذاق کا بھی برا نہ مانتا تھا اور پھر اس کا حافظہ بھی تو کمزور تھا۔ اسے یاد ہی نہیں رہتا تھا کہ کون دوست ہے کون دشمن، کون سی بات اچھی ہے، کون سی بری۔

ایک دن ایک بڑا ہی خوفناک واقعہ پیش آیا۔ جگنو جنگل میں ٹہلتا پھر رہا تھا کہ ایسا معلوم ہوا جیسے ایک دم زمین پھٹ گئی اور وہ اس میں سما گیا۔ اصل میں شکاریوں نے گڑھا کھود کر اس کے اوپر گھاس پھونس ڈھانپ دیا تھا تاکہ ہاتھی اس کے اوپر سے گزریں تو نیچے گر پڑیں اور پھر وہ انہیں پکڑ لیں۔ قسمت کی بات، میاں جگنو ہی کی شامت آ گئی۔

ایک دم اوپر سے گرنے سے میاں جگنو کے بہت چوٹ آئی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو اس کی سمجھ میں یہی نہیں آیا کہ یہ ہوا کیا۔ آخر جب اس نے آنکھیں ملیں اور ادھر ادھر دیکھا تو پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ ایک گہرے گڑھے میں گر چکا ہے۔ اب تو اس کی جان نکل گئی۔ اس نے پیر پٹک پٹک کر اور ادھر ادھر ٹکریں مار مار کر بڑی کوشش کی کہ کسی طرح گڑھے سے نکل جائے مگر کچھ بن نہ پڑی۔ بے چارے نے ہر طرف سے مایوس ہو کر زور سے چنگھاڑنا شروع کر دیا۔ ابا، ابا، اماں، اماں! دوڑو دوڑو۔

جگنو کی چیخیں سن کر جنگل کے تمام ہاتھی دوڑ پڑے اور گڑھے کے پاس کھڑے ہو کر نیچے دیکھنے لگے۔ جگنو نے چیخ کر کہا۔

میں ہوں جگنو، اس گڑھے میں پڑا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے یہاں سے نکالو۔

اس کے ماں باپ نے نیچے جھک کر اسے دیکھا۔ چند بڑے بوڑھے ہاتھی بھی گڑھے کے پاس آ گئے۔ سب کے سب پریشان تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ جگنو کو اس مصیبت سے کس طرح نجات دلائیں۔ انہیں خاموش دیکھ کر جگنو کا دل بیٹھ گیا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولا۔

تم مجھے یہاں سے نہیں نکال سکتے، میری مدد کوئی نہیں کر سکتا، اف میں کیا کروں۔

سب ہاتھیوں نے مایوسی سے سر ہلایا اور آہستہ آہستہ چلے گئے۔ چلتے وقت اس کی ماں نے کہا۔ جگنو! گھبرانا مت۔ ہم تمہارے لیے کھانا لے کر آتے ہیں۔ مگر جگنو کو کھانے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ اس گڑھے سے نکلنا چاہتا تھا۔

ہاتھی چلے گئے تو اس نے ایک گہری سانس لی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اچانک اسے سر پر بہت سے پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز آئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو رنگ برنگے طوطے نظر آئے۔ یہ سب اس کے دوست تھے جنہیں وہ اپنی پیٹھ پر چڑھا کر جنگل کی سیر کراتا تھا۔ پھر طوطے گڑھے پر آ کر بولے۔ جگنو گھبراؤ نہیں۔ ہم ابھی تمہیں اس مصیبت سے چھٹکارا دلاتے ہیں۔ خاطر جمع رکھو۔

یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور پھر جگنو نے سنا کہ طوطے بن مانسوں کو آوازیں دے رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد طوطے بہت سے بن مانسوں کو لے کر آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں انگوروں کی لمبی لمبی رسیوں جیسی بیلیں تھیں۔ انہوں نے بیلوں کے سرے گڑھے میں لٹکا دیے اور کچھ بن مانس ان کے ذریعے گڑھے میں اتر گئے۔ جگنو انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اب اسے باہر نکلنے کی کچھ امید ہو گئی تھی۔ ہنس کر بولا۔ میرے دوستو! کیا تم مجھے باہر نکالنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

بن مانس بولے۔ کیوں نہیں ضرور! خدا نے چاہا تو ابھی ابھی ہم تمہیں اوپر کھینچ لیں گے اگر کوئی اور ہاتھی ہوتا تو ہم ذرا بھی پرواہ نہ کرتے کیوں کہ وہ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ مگر تمہاری بات دوسری ہے، تم ہمارے دوست ہو اور دوست کی مدد کرنا دوست کا فرض ہے۔ لو اب ذرا تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ تاکہ ہم تمہیں ان رسیوں سے باندھ دیں۔

جگنو کھڑا ہو گیا اور بن مانسوں نے اسے رسیوں سے خوب جکڑ دیا پھر وہ ان تمام رسیوں کو لے کر گڑھے سے باہر چلے گئے اور انہیں سب کو بٹ کر ایک موٹی سی رسی بنا لی۔ پھر ایک بن مانس زور سے بولا۔ ہوشیار، خبردار۔

سب کے سب بن مانسوں نے رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور تن کر کھڑے ہو گئے اسی بن مانس نے پھر کہا۔ کھینچو، ایک ساتھ۔

اب سارے بن مانس رسی کو پوری طاقت سے کھینچنے لگے۔

ایک زور کے جھٹکے کے ساتھ جگنو کے پیر ایک دم زمین سے اٹھ گئے اور پھر وہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھتا گیا۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا، جسم پر پسینے چھوٹ رہے تھے، اگر رسی ٹوٹ گئی تو وہ پھر دھڑام سے نیچے گر پڑے گا۔ بن مانس برابر رسی کھینچ رہے تھے اور ساتھ ساتھ شور بھی مچاتے جاتے۔ ہاں شاباش، کیا کہنے بہادرو، بس تھوڑا سا فاصلہ اور رہ گیا ہے۔ ہاں لگے زور۔

تھوڑی دیر میں میاں جگنو زمین کے اوپر تھے۔ انہوں نے حیرت سے آنکھیں ملیں۔ چاروں طرف دیکھا اور جب سب دوستوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں، تب وہ سمجھے کہ میں سچ مچ اوپر آ گیا ہوں۔ نئی زندگی پا کر جگنو کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ کھلکھلا رہے تھے۔ یار دوستوں سے خوب خوب گلے ملے اور بولے۔ تم سچ مچ میرے دوست ہو۔ دوست وہ جو مصیبت میں کام آئے۔ چلو سب میری پیٹھ پر چڑھ جاؤ۔

جگنو میاں گھر پہنچے تو ماں باپ رو رہے تھے۔ ان کے لیے تو میاں جگنو ختم ہو چکے تھے اچانک جگنو کو آتا ہوا دیکھ کر سب دنگ رہ گئے۔ امی جان، میرے لال کہہ کر چمٹ گئیں۔ ابا جان نے بھی پیار کیا۔ جب دلوں کی بھڑاس نکل چکی تو میاں جگنو نے بتایا کہ جن جانوروں کو آپ دشمن سمجھتے اور انہیں ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے، انہوں نے ہی میری جان بچائی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے میاں جگنو کو اجازت دے دی کہ تم خوشی سے طوطوں اور بن مانسوں کے ساتھ کھیلا کرو، تمہیں کوئی نہیں روکے ٹوکے گا۔ اس دن سے تمام ہاتھیوں نے انہیں بے وقوف سمجھنا چھوڑ دیا اور ان سے ہنسی خوشی ملنے جلنے لگے۔

جگنو کے ماں باپ کو آج پہلی بار معلوم ہوا کہ دوسروں کے خلاف دل میں خواہ مخواہ حسد اور دشمنی رکھنے سے یہ بہتر ہے کہ انہیں دوست بنایا جائے تاکہ وہ وقت پر کام آسکیں۔

❖

چالاک خرگوش کے کارنامے

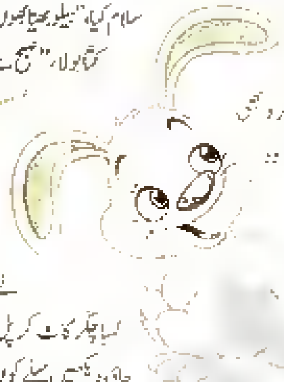
محمد نیاز سکھر

بہت دن گزرے جنگل کے سب جانور اکٹھے رہا کرتے تھے۔ وہ سب ایک ہی تھالی میں کھانا کھاتے، ایک ہی چشمے میں پانی پیتے، گرمیوں میں مل جل کر کام کرتے اور سردیوں میں ایک ہی غار میں آرام کرتے۔ ان سب جانوروں کو مکھن کھانے کا بڑا شوق تھا۔ ان کے مکھن کا ذخیرہ بھی ایک ہی تھا۔ جب کسی کو ضرورت ہوتی تو وہ تھوڑا سا مکھن نکال کر کھا لیتا۔

ایک دن انہوں نے دیکھا کہ کسی نے بہت سا مکھن چرا لیا ہے۔ سب جانوروں کو بڑی تشویش ہوئی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہر روز ایک جانور ساری رات جاگ کر پہرا دے۔ پہلی باری ریچھ کی آئی۔ وہ مرتبان سامنے رکھ کر بیٹھ گیا۔ بیٹھے بیٹھے ریچھ کی ٹانگیں درد کرنے لگیں۔ رات کے پچھلے پہر باہر کھسر پھسر کی آواز سنائی دی۔ ریچھ کے کان کھڑے ہو گئے۔ کوئی آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ "بیری کے درخت والے چھتے میں سوراخ ہو گیا ہے۔ سارا شہد بہا جا رہا ہے۔ بھیا ریچھ ہوتے تو انہیں بتاتے۔"

ریچھ شہد کھانے کا بڑا شوقین تھا۔ وہ سب کچھ بھول بھال کر باہر کی طرف لپکا۔ ادھر خرگوش اندر آیا اور مکھن کا مرتبان نکال کر جی بھر کے مکھن کھایا اور ریچھ کے آنے سے پہلے باہر چلا گیا۔ بے چارہ ریچھ ناکام واپس لوٹا۔

اگلی صبح جانوروں نے مکھن کم پایا تو انہوں نے ریچھ کو بہت برا بھلا کہا اور سزا کے طور پر سال بھر کے لیے اس کا مکھن بند کر دیا۔



اگلے دن کتے کی باری تھی۔ وہ دن بھر پہرا دیتے دیتے تھک گیا۔ رات کو پھر خرگوش آیا۔ اس نے کتے کو زور سے سلام کیا۔ "ہیلو بھیا بھوں بھوں! کیسے مزاج ہیں....؟"

کتا بولا۔ "صبح سے بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا ہوں۔"

خرگوش بولا۔ "تو آؤ ذرا دوڑ لگائیں۔"

کتا دوڑنے کا بہت شوقین تھا۔ جھٹ تیار ہو گیا۔ خرگوش نے کہا۔ "میں گھاس میں دوڑتا ہوا کیا چکر کاٹ کر پل تک جاتا ہوں، تم سڑک سڑک جاؤ۔ دیکھیں پہلے کون ہاتھ لگا کر واپس لوٹتا ہے۔"

کتا مان گیا۔ دوڑ شروع ہوئی۔ خرگوش گھاس میں کچھ دور دوڑا، پھر دبک کر بیٹھ گیا۔ جب کتا کافی دور نکل گیا، تب وہ اطمینان سے باہر نکلا اور اس نے گودام میں جا کر جی بھر کے مکھن کھایا اور پھر گھاس میں چھپ گیا۔

اتنے میں کتا دوڑ لگا کر واپس آ گیا۔ اس نے ہانپتے ہوئے آواز دی۔ "اے خرگوش بھیا! کہاں ہو تم....؟"

خرگوش نے گھاس سے سر نکالا اور جھوٹ موٹ ہانپتا ہوا باہر آیا اور کتے سے ہاتھ ملا کر گھر کو چل دیا۔

اگلے دن بے چارہ کتا بھی سال بھر کے لیے مکھن سے محروم کر دیا گیا۔

اب بھیڑیے کی باری تھی۔ وہ بھی دن بھر مرتبان سامنے رکھ کر بیٹھا رہا۔ رات کو خرگوش پھر آیا۔ اس نے بھیڑیے کو گدگداتے ہوئے کہا۔ "کتنے چوزے پکڑ لیے ہیں

بھیڑیے صاحب....؟"

بھیڑیا گدگدی کے مارے ہنسنے لگا۔ خرگوش نے اور زیادہ گدگداتے ہوئے کہا "اتنا نہیں ہنسا کرتے بھیڑیے بھیا!"

بھیڑیا اور زور زور سے ہنسنے لگا۔ اسے گدگدی بہت ہوتی تھی۔ خرگوش نے دونوں ہاتھوں سے گدگداتے ہوئے کہا، "جو زیادہ ہنستا ہے وہی زیادہ روتا بھی ہے۔"

بھیڑیا ہنستے ہنستے اپنی کرسی سے لڑھک گیا اور زمین پر لوٹنے پوٹنے لگا۔ خرگوش نے اسے کرسی پر بٹھایا اور گرد جھاڑنے کے بہانے اس کی آہستہ آہستہ مالش کرنے لگا۔

بھیڑیا سو گیا۔ تب خرگوش اندر گیا۔ اس نے جی بھر کے مکھن کھایا اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اگلے دن بھیڑیے کا بھی وہی حشر ہوا۔ سال بھر کے لیے مکھن بند!

اب لومڑ کی باری تھی۔ رات کو پھر خرگوش آیا۔

"اوہو! آج لومڑ بھیا کی باری ہے۔" خرگوش نے کہا، "کتنے چور پکڑ لیے ہیں بھیا جی....؟"

لومڑ نے بیزاری سے کہا، "صبح سے بیٹھے بیٹھے تھک گیا ہوں۔"

خرگوش بولا، "تو آؤ آنکھ مچولی کھیلیں۔"

"اور اگر چور آ گیا تب....؟"

خرگوش بولا، "ہم دونوں اس کا بھرتا بنا دیں گے۔"

لومڑ مان گیا۔ دونوں درختوں کے پیچھے آنکھ مچولی کھیلتے رہے۔ کچھ ہی دیر میں لومڑ اتنا تھک گیا کہ وہ آرام کرنے زمین پر لیٹا اور لیٹتے ہی سو گیا۔

اگلے دن اس کو بھی سزا ملی۔ سال بھر تک مکھن بند۔

لومڑ ذرا ہوشیار جانور تھا۔ اس نے اپنا شبہ خرگوش پر ظاہر کیا۔ اب تو سب جانور باری باری اپنی آپ بیتی بیان کرنے لگے۔ سب کو یقین ہو گیا کہ خرگوش چالاکی سے مکھن چرا لیتا ہے۔ سب جانوروں نے اس دفعہ جنگل کے چوہدری بندر کو چور پکڑنے کے لیے مقرر کیا۔

بندر مکھن کا مرتبان نیچے رکھ کر اس پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

"بہت خوب۔" بندر نے رکھائی سے جواب دیا، "صبح سے یہ دو اور کام ہے۔"

"تو آؤ سیر کو چلیں۔" خرگوش بولا۔

"نہیں بھیا! بالکل موڈ نہیں ہے۔" بندر رکھائی سے بولا۔

"آنکھ مچولی بھی نہیں کھیلو گے....؟" خرگوش نے اشتیاق سے پوچھا۔

بندر بولا۔ "نہیں، مجھے بچوں کے کھیل پسند نہیں آتے۔"

خرگوش نے حیرانی سے پوچھا، "تو پھر کون سا کھیل پسند ہے تمہیں....؟"

بندر بولا، "رسا کشی۔"

خرگوش مان گیا۔ بندر نے جھٹ پٹ خرگوش کی دُم سے رسا باندھا۔ اس کا دوسرا سرا درخت سے باندھ کر بولا، "کھینچو رسا۔"

اب خرگوش رسا کھینچنے میں مصروف رہا۔ اُدھر بندر سب جانوروں کو بلا لایا۔ خرگوش انہیں آتے دیکھ کر چونکا ہوا اور ساری بات سمجھ گیا۔ اس نے دُم چھڑانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

بے چارا خرگوش پکڑا گیا۔ جانوروں نے سزا کے طور پر اس کی دُم کاٹ ڈالی اور اس کے کانوں کو زور زور سے کھینچا۔ کہتے ہیں میاں خرگوش تب سے لنڈورے ہیں اور اس کے کان بھی لمبے ہیں۔ اسی دن سے خرگوش جنگل کے جانوروں سے علیحدہ رہتا ہے۔

❖

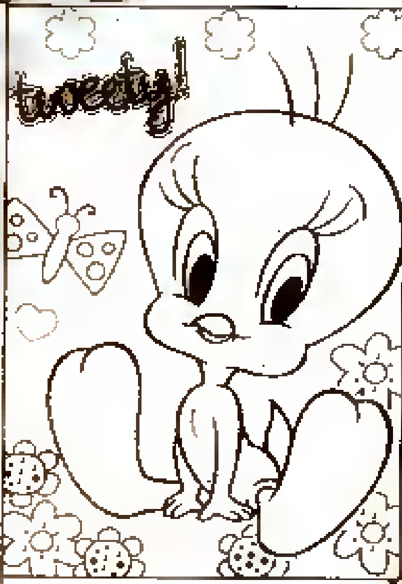
مصوّر بنیں



راستہ تلاش کریں



ٹویٹی کو بلی سے بچا کر راستہ دکھائیں
اور ٹویٹی تک پہنچنے میں مدد کریں



رنگ بھریں



مسکرائیے

....ایک پڑوسن نے دوسری سے ایک کتاب پڑھنے کے لئے مانگی۔ دوسری نے کہا" بہن میں کتاب دیا نہیں کرتی۔ آپ یہاں بیٹھ کر جتنی چاہیں پڑھ لیں۔"

چند روز بعد دوسری پڑوسن پہلی کے گھر گئی اور جھاڑو مانگی۔

پہلی نے کہا" بہن میں کسی کو جھاڑو نہیں دیا کرتی، آپ کو جتنی جھاڑو دینی ہو، یہاں میرے گھر میں دے دیں۔"

(مرسلہ: راحیلہ احمد۔ کراچی)

....استاد (شاگرد سے): "تم یہ گدھا کلاس میں کیوں لائے ہو....؟"

شاگرد: "جناب! میرے ابو نے بھیجا ہے۔"

استاد (غصے سے): "لیکن کیوں....؟"

شاگرد: "میں نے کل ابو سے کہا تھا کہ ہمارے استاد کہتے ہیں کہ میں نے بڑے بڑے گدھوں کو انسان بنا دیا ہے تو ابو نے انسان بنانے کے لیے یہ گدھا بھیجا ہے۔"

(مرسلہ: فیضان علی۔ اسلام آباد)

....کرائے دار نے مالک مکان سے کہا: "خدا کے لیے اس سال تو کھڑکیوں میں پٹ لگوا دیجئے۔ میں کمرے میں بیٹھتا ہوں تو تیز ہوا سے بال بکھر جاتے ہیں۔

مالک مکان نے کرائے دار کے دیے کرائے میں سے دس روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا اتنا خرچہ کرانے سے کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ کسی حجام سے اپنے بال کٹوا لیں۔

(مرسلہ: کامران فرید۔ حیدر آباد)

....ایک شخص نے فون پر "کون بول رہا ہے....؟"

جواب آیا " میں بول رہا ہوں۔"

پہلا شخص: "عجیب بات ہے، دوسرا شخص بھی میں بول رہا ہوں۔"

(مرسلہ: محمد حیدر شاہد۔ راولپنڈی)

....ایک صاحب چھلکے سمیت کیلا کھا رہے تھے۔

کسی نے انہیں ٹوکا "اسے چھیل تو لیں۔"

وہ بولے۔ "چھیلنے کی کیا ضرورت ہے مجھے معلوم ہے اس کے اندر کیا ہے....؟"

(مرسلہ: ضیا جبار۔ کراچی)

....ایک ڈاکٹر نے مریض کو بل بھیجا جس پر درج تھا۔ "آج اس بل کو ایک سال ہو گیا ہے۔"

اس شخص نے بل پر یہ عبارت لکھ کر واپس کر دیا۔ "سالگرہ مبارک ہو۔"

(مرسلہ: مہتاب خان۔ کوئٹہ)

....امیدوار نے انٹرویو لینے والے افسر سے کہا۔

"جناب نوکری کی تلاش میں میرے جوتے گھس چکے ہیں۔"

افسر نے سوچ کر کہا۔ "تم انٹرویو کے درمیان یہ بات پانچ مرتبہ دہرا چکے ہو۔ پہلے فیصلہ کر لو کہ تمہیں نوکری چاہیے یا جوتے۔

(مرسلہ: طوبیٰ دانش۔ کراچی)

....ڈاکٹر مریض سے: آخر تمہیں ایسی کیا بیماری ہے جس کی وجہ سے تم اس قدر پریشان ہو....؟

مریض: جناب مجھے کھانا کھانے کے بعد بھوک نہیں لگتی۔

(مرسلہ: عمیر احمد۔ کراچی)



مرکزی مراقبہ ہال

سرجانی ٹاؤن کراچی میں جذبہ خدمت خلق کے تحت جمعے کے روز خواتین و حضرات کو بلا معاوضہ روحانی علاج کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ خواتین و حضرات کو جمعے کی صبح 7:45 بجے ملاقات کے لئے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات صبح 8 سے 12 بجے دوپہر تک ہوتی ہے اور ہفتے کی دوپہر 3:45 بجے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات 4 بجے سے شام 7 بجے تک ہوتی ہے۔ ہر ہفتے، بعد نماز جمعہ عظیمیہ جامع مسجد سرجانی ٹاؤن میں اجتماعی محفل مراقبہ منعقد ہوتی ہے جس میں درود شریف، آیت کریمہ کا ختم اور اجتماعی مراقبے کے بعد دعا کی جاتی ہے۔ جمعے اور ہفتے کے علاوہ خواتین و حضرات ملاقات کے لئے زحمت نہ کریں۔ محفل مراقبہ میں دعا کے لئے اپنا نام، والدہ کا نام اور مقصدِ دعا تحریر کر کے ارسال کیجیے۔ جن خوش نصیبوں کے حق میں اللہ رحیم و کریم نے ہماری دعائیں قبول فرمائی ہیں وہ اپنے گھر میں محفل میلاد کا انعقاد کرائیں اور حسب استطاعت غریبوں میں کھانا تقسیم کریں۔

کراچی:- افضل، انجلا، امینہ بیگم، آمنہ مومن، انجم، انجم الحسن۔ انعم اکرم چوہدری، انعم زہرا، ایمن، اختر سلطانہ، اصغر، افروز بی بی۔ اسامہ، اصغر خان، امتیاز، انیس کریم، انعم طاہر، اورنگزیب، اویس احمد، آمنہ پرویز، آصف علی، آفتاب غلام محمد، آفتاب قاسمی، آمنہ، ایوب، آپا قمر، آمنہ انوار، بشریٰ عظیم، بشریٰ بی بی کوثر، پروین کوثر، ثانیہ خالق، ثمینہ، ثنا فضل، ثوبیہ، ثاقب اقبال، ثریا بی بی، ثریا احمد، ثمینہ احمد، ثمینہ کوثر، ثمینہ مقصود، ثمینہ، جواد جواد حسنین، جویریہ، جمیل، جمیل احمد، جمیل لیاقت، جنید عثمان، جنید جواد، جویریہ، حسن محفل، حسینہ، حمیدہ، حنا، حسن، خاتون، خالد اکبر، خدیجہ، خرم، خضر جمال، دانش قسیم، دلدار، دلشاد بی بی، رابعہ سندس، رابعہ، راحیلہ، رخسانہ، رخسانہ انجم، رزاق احمد، رضوان علی۔ رضوان شاہد، رقیہ، رقیہ بی بی، رومینہ، رفیق، ریحان، ریحانہ بی بی، زاہد، سرفراز، زاہدہ نسرین، زلیخہ، زبیدہ خانم، زرینہ بی بی، زرینہ وقار، سلطانہ، سلمان رفیق، سلمان، سلمیٰ پروین، سلیم، سلیمان۔ سمیرا، سمیع اللہ، سونیا، سہیلہ اصغر، سید احسن علی، سید احتشام علی، سید انیلہ فاطمہ، سید خرم دانش، سید راحیل، سید مستجاب فاطمہ، سید مسعود علی، سید نور علی، سید نواز علی، سیدہ بشریٰ، سیدہ نسرین، سیف الرحمن، سیما تحسین، سیما سلیم، سیما احمد، سکی، شاہ زیب خان، شازیہ احمد، شاکرہ، شاہد، شاہدہ ناز حسین، شبانہ، شبنم نسرین، شاہدہ، شاہین۔ شبہ، شہزادہ، شائستہ، شازیہ قمر، شائستہ باجی، شاہ زیب، شاہد نیاز خالق، شاہدہ پروین، شاہدہ، شاہد، شاہدہ، شاہدہ ناز حسین، شاہدہ نسرین، شگفتہ اقبال، شمیم بی بی، شاہدہ پروین، شباب، شجاعت سلیم، شبنم، شمیم رونق، شرمین کنول، شرمین منیب، شریف، شعبان علی، شعیب، شفقت علی خان، شفیق، شکیلہ الیاس، شکیلہ بیگم، شکیلہ بیگم، شگفتہ نسرین، شمائلہ مرور، شمیم کوثر، شمس الدین، شمس شہلا، شمع، شمیم آرا بیگم، شہناز، شباب، شہباز جاوید، شہزاد شہزاد فاروقی، شہزاد احمد، شہزاد گل، شہزادہ علی اصغر، شہناز اختر، شہناز بی بی، شہناز غلام مرتضیٰ، شہزاد، شیریں اصغر، شیخ عمران، شاہدہ پروین، شاہدہ، شمیم عمر، شہزادی، شہزادی، شہناز اختر، شہناز، شائستہ، شگفتہ پروین، شفیق، شکیلہ، شمائل، شمع پروین، شمیم حق، شمیم خالد، شہزاد پروین، شہلا، شبنم، شہزاد، صابرہ بی بی، صائمہ فیصل، صائمہ زوہیب، صدف علی، صادق، صابرہ، صبیحہ، صفدر، عابد محمود، عابدہ پروین، عابدہ، عالیہ، عامر، عائشہ اکرام، عائشہ عسکری، عائشہ، عائشہ، عائشہ خلیل، عائشہ عابد علی، عارف علی، عارف حسین، عارف، سعید احمد، عمر، عائشہ، عائشہ خان، عائشہ خان، عبدالحفیظ، عبدالحنان، عبدالخالق، عبدالرافع علی، عبدالرزاق، عبداللہ، عبدالمجید، عبدالمغیث، عبدالوہاب، عتیق الرحمن، عدنان خان، عدنان، عزہ، عبد علی، عروج عامر، عاصمہ

کیمران خلیل۔ عبدالواحد۔ عبدالغفور۔ عبدالخالق۔ عبدالغنی۔ حمزہ احمد۔ علی احمد صدیقی۔ عمر فاروق۔ عمران عباس۔ عمران۔ عمیر خان۔ عمیر عالم۔ عمیر۔ غلام محمد۔ عاصم۔ شہید۔ ناصر شوکت۔ ناصر۔ تیمور۔ شہزاد۔ عبدالستار۔ عبداللہ۔ عثمان۔ عدنان راجہ۔ عظمیٰ آصف۔ عظمیٰ تنویر۔ عظیم ناصر۔ علی عباس۔ علینہ عثمان۔ عمران شوکت۔ عائشہ جاوید۔ عبدالرحمٰن۔ عبداللہ۔ عثمان۔ عدیل۔ عادل۔ عرشیہ۔ حبیب۔ نعمان۔ عروج الحق۔ عرفان۔ عروج۔ عرشیہ حبیب۔ عزیز۔ عشرت زاہد۔ علی حسن۔ عزیز عالم۔ عزیز حبیب۔ علی۔ علی احمد۔ عمارہ اشفاق۔ عمران۔ عمر۔ عندلیب۔ عنبر۔ غفران۔ غلام محمد۔ فاروق۔ فاروق۔ طارق۔ فاریہ۔ فاطمہ۔ فائق احمد۔ فائزہ۔ فرحان الحق۔ فرحان۔ فرحت۔ فرحین۔ فردوس۔ فرزانہ کنول۔ فریال۔ فرح احمد۔ فریدہ خانم۔ فیصل رفیق۔ قاسم۔ قرۃ العین۔ قیصر محمود۔ کامران۔ کریم بی بی۔ کلثوم۔ کنول۔ کنیز۔ کوثر پروین۔ کوثر۔ ادیب۔ ۔ ۔ ۔ گلفشاں۔ محسن طارق۔ محسن علی۔ محمد سلمان۔ محمد حنیف۔ محمد علی۔ محمد طارق۔ محمد یعقوب۔ مرتضیٰ کاشف۔ مریم منظور۔ مزمل۔ زینب۔ مزمل رسول۔ مسرت شاہد۔ مسرت جہاں۔ مسرت منظور۔ مسز کوثر خالد۔ مصباح قمر۔ محمد اختر۔ محمد اسد۔ محمد ثاقب۔ محمد خالد۔ محمد رمضان۔ محمد سجاد۔ محمد اشرف۔ محمد ضیاء۔ محمد عبدالخالق۔ محمد نعیم چوہدری۔ محمد پرویز عالم۔ محمد سلیم۔ محمد قمر۔ مسز ڈار۔ مسز سلیم۔ مسز شیخ۔ مسز منظور۔ مولا احمد۔ محمد شریف۔ محمد تنویر۔ محمد شہزاد۔ محمد ندیم۔ محمد جمیل۔ ممتاز احمد۔ محمد لطیف۔ مشعل۔ مومنہ۔ مصباح علی۔ مظہر علی۔ مقبول بی بی۔ ممتاز احمد۔ ممتاز بیگم۔ منزہ۔ منور طارق۔ منیبہ۔ فی فی۔ منیر احمد۔ میمونہ۔ میمونہ عبدالرحمٰن۔ میاں منور۔ میر حسن۔ خالد رفعت۔ ندیم۔ نادرہ۔ نجمہ ندیم ہاشمی۔ نذیر بیگم۔ نرگس شفقت۔ نسرین اختر۔ نسرین اکرام۔ نصرت۔ نسیم اختر۔ نفیسہ۔ نظیر۔ نفیسہ۔ نصرت شہزاد۔ نصرت منظور۔ نصرت۔ نظام الدین۔ نعمان طارق۔ نعمانہ یعقوب۔ نور الدین۔ نورین عمران۔ نورین خورشید۔ وحید۔ وقار۔ وکی۔ ولید۔ یاسر۔ تسنیم۔ یاسمین۔ یامین۔

حیدرآباد: احسان الحق۔ احمد رضا۔ احمد فیاض۔ اخلاق حسین۔ ارباب جہاں۔ ارشد علی۔ ارشد۔ اسامہ سعید۔ اسماء اشرف۔ اصغری بیگم۔ افضل۔ اعجاز اقبال۔ اقراء۔ اکرام۔ امجد مسعود۔ انعام الحق۔ انیس احمد۔ امداد حسین۔ انیلہ۔ وحید انجم۔ انیس احمد۔ ایاز۔ آسیہ خانم۔ آفتاب۔ بشیر۔ بلقیس۔ بشریٰ پاشا۔ ثوبیہ۔ جاوید بھٹی۔ جاوید۔ جمال الدین۔ جمیل خان۔ جویریہ۔ خلیق۔ عبدالغفور۔ حافظ ظفر۔ حبیب۔ حمید علی۔ حسین احمد۔ حماد رشید۔ خالد مسعود۔ خدیجہ۔ خلیل احمد خان۔ خورشید عفت۔ دانیال علی۔ دانیال محمد۔ درخشاں علی۔ ڈاکٹر سردار احمد۔ ذوالفقار احمد۔ ذیشان فیض۔ رابعہ۔ رمضان۔ رابعہ تبسم۔

راحیلہ آصف۔ راشدہ۔ راشدہ جمیل۔ رحمت بی بی۔ رضوان۔ رضیہ بیگم۔ رفاقت۔ روبینہ۔ ریاست۔ ریحان الدین۔ رخسانہ۔ زاہدہ۔ زہرہ خاتون۔ زبیدہ۔ زینب۔ تنزیلہ۔ ساجد علی۔ ساجدہ علی۔ سدرہ۔ سدرہ۔ سلمان۔ سمیرا۔ سمیرا ارشد۔ سید اشتیاق۔ سید ایوب علی۔ سیما خاتون۔ شاہدہ کنول۔ شاہدہ نسرین۔ شاہین۔ شبانہ۔ شجاعت۔ شرجیل علی۔ شریف۔ شفیق۔ شریف۔ شکیل۔ شمیم اختر۔ شمیم اشتیاق۔ شمیم راحت۔ شعیب۔ شبانہ۔ شہزادی۔ شیراز۔ صادقہ۔ عفت۔ صائمہ۔ صدف۔ صدف علی۔ صدیقہ۔ طالب۔ طیب۔ طاہرہ۔ ظفر احمد۔ حسن۔ عابدہ۔ عارفہ صدیقی۔ عاصمہ کوثر۔ عاصم طارق۔ عاطف قمر۔ عاطف۔ عائشہ اشتیاق۔ عائشہ۔ عبدالرشید۔ عبدالغفار۔ عبداللہ۔ عبدالہادی۔ عتیق۔ عدنان۔ عاصم۔ عریضہ۔ عفت۔ عریضہ۔ عرفان اکرام۔ عرفان۔ محبوب۔ عروج فاطمہ۔ عزت۔ عفت یاسمین۔ عفت جہاں۔ شازیہ۔ عقیل احمد خان۔ علی احمد۔ علی حسن۔ عمیر مشتاق۔ عفرین۔ غلام مرتضیٰ۔ فاطمہ۔ فائزہ۔ فداحسین۔ فرح ناز۔ فرحت حسین۔ فضیلہ۔ فوزیہ۔ فہد۔ فہمیدہ۔ فہیم۔ قاسم۔ قرۃ العین۔ قمر النساء۔ قمر کاشف۔ کاشف۔ کامران۔ کوثر۔ کنیز۔ گلشن۔ گل افشاں۔ ماجد۔ خدیجہ۔ محسن۔ محمد احسان الحق۔ محمد احسن۔ محمد احمد۔ محمد افضل۔ محمد آصف۔ محمد الیاس۔ محمد امیر۔ محمد بشیر۔ محمد جاوید۔ محمد حسین۔ محمد حمزہ۔ محمد رفیق۔ محمد سلیم۔ محمد صادق۔ محمد صدیق۔ محمد عمر۔ محمد عمیر۔ محمد عثمان۔ محمد عمران۔ محمد شاہد علی۔ محمود احمد۔ مقصود۔ ۔ مزمل حسین۔ مطلوب حسین۔ مظہر حسین۔ معروف عالم۔ مقرب۔ منصور احمد۔ منور سرور۔ منیزہ۔ مہتاب۔ مہر جمیل۔ مہوش۔ نادیہ۔ نائلہ۔ نادیہ نیازی۔ نازش نواز۔ نادیہ۔ نائلہ۔ نجم علی۔ ندیم یعقوب۔ نذر خان۔ نزہت طارق۔ نسیم اختر۔ نسیم اطہر۔ نصرت امان۔ نصیب اللہ۔ نصیب خان۔ نصیر۔ نعیم عاقل۔ نعیم سرور۔ نگہت۔ نور حبیب۔ نوید سرور۔ وسیم۔ پاشا۔ پروین۔ یاسمین۔ یاسمین۔ یاسین۔

کبیروالا: احمد حسن۔ اکبر اقبال۔ احمد نسیم۔ احمد رمضان۔ ارشد۔ ارشد محمود۔ اسد علی۔ اعجاز احمد۔ اعجاز۔ اقبال احمد۔ اقبال۔ انجم۔ اعجاز الحق۔ اعجاز۔ اقبال احمد۔ اقبال۔ افضل۔ اصغری۔ اعظم۔ منصور۔ الطاف۔ ام کلثوم۔ اشتیاق احمد جعفری۔ انیس۔ آسیہ۔ آصفہ ناز۔ بابر اقبال۔ بشریٰ پاشا۔ پرویز اقبال۔ تاج۔ تنویر احمد۔ ثمینہ ناز۔ ثریا۔ جاوید۔ جاوید شاہ گل۔ جان محمد۔ جمیل الدین۔ مرحوم جمیلہ۔ جہاں گیر۔ حارث عمیر۔ حارث۔ خرم حمید۔ حماد حمید۔ خرم۔ خطیب۔ خورشید بیگم۔ دانش سلیم۔ دانش۔ درخشاں۔ درشن احمد۔ دلشاد۔ رابعہ۔ راحیلہ۔ راحت۔ راحیلہ۔ راشدہ۔ رخسانہ۔ رخسانہ طارق۔ رضوان۔ رفاقت۔ رفیق۔ روبینہ۔ روزینہ۔ زرینہ۔ زبیدہ۔ زہرہ۔ زین العابدین۔ زینب۔ ساجدہ۔ سجاد۔ سلام۔ سلمان۔ سلطان۔ سلمیٰ بیگم۔ سلمان۔ سمیرا۔ سلیم احمد۔ سمرین۔ شفیق۔

سوزین گل۔ سہیل انصاری۔ سنبل۔ سعید۔ خورشید بیگم۔ شازیہ۔ تسمیہ۔ شازیہ کنول۔ شاہ عالم۔ شاہد نسرین۔ شاہدہ۔ شاہنواز۔ شبیر احمد۔ شرمین کنول۔ شریف۔ شفقت علی شاد۔ شکیلہ انیس۔ شکیلہ بیگم۔ شمشاد۔ شمیم جہاں۔ شمیم۔ شہاب۔ شہزاد اسامہ۔ شہزادہ علی اکبر۔ شہزاد۔ شہناز اختر۔ شہناز بی بی۔ شہناز حسین مرحوم۔ شہناز خالد۔ شہناز علی۔ شیبا۔ صابر۔ صادق مرحوم۔ صدف۔ صفیہ بیگم۔ صوفی محمد زمان۔ طلعت۔ ظہیر بیگم۔ ظہیر بیگم۔ عاصمہ۔ عاشیہ۔ عالیہ۔ عامر حسین۔ عامر شیخ۔ عامر۔ عائشہ خان۔ عائشہ حسن۔ عائشہ الصبر۔ عباس۔ عبدالحئی۔ عبدالجبار۔ عبدالخالق۔ عبدالرحیم۔ عبدالغفار۔ یسین۔ عبدالغنی۔ حمید۔ عبداللہ۔ عبدالمجید۔ عبدالوحید۔ عتیق رانا۔ عتیق احمد۔ عدیلہ نواز۔ عدیل ایاب۔ عروج۔ عظیم الدین۔ عظیم تیمور۔ علیم حسن۔ غزالہ عباسی۔ غلام فاطمہ۔ فاطمہ دلشاد۔ فاخرہ۔ فرح نوشین۔ فرحین۔ فرزانہ۔ فرح طاہر۔ فرقان۔ فریدہ جلال۔ فریدہ۔ فوزیہ شاہد۔ فوزیہ۔ قاسم۔ کہکشاں۔ کنیز فاطمہ۔ کوثر باجی۔ کوثر پروین۔ گلشن۔ لاریب قمر۔ لائبہ۔ شبنم۔ مدیحہ انجم۔ ماریہ ارشد۔ محسن خان۔ محسن۔ محمد اسیر۔ محمد توفیق۔ محمد رفیق۔ محمد شفیق۔ محمد شہزاد۔ محمد ظفر۔ محمد کریم۔ محمد لطیف۔ محمد نعیم۔ محمد نعمان۔ محمد یوسف۔ محمود۔ مدیحہ۔ مسرت۔ مسکان۔ منیب توصیف۔ مہناز اختر۔ مہوش۔ میر محمد۔ نازش مراد۔ نازش۔ نذیر۔ شہزاد۔ نذیر شیخ۔ نذیر محمد۔ نذر۔ ناصر۔ نائلہ خان۔ نائلہ۔ نویدہ۔ نوید۔ ندا کنول۔ نسارہ۔ نسرین احمد۔ نسرین شاہد۔ نسرین بانو۔ نسیم۔ شاہین۔ نصرت۔ نعیمہ۔ نگہت۔ نور زادی۔ واصف۔ واصل۔ وقار احمد۔ واجد۔ حنفی۔ وجاہت ریاض۔ وردہ احمد۔ وردہ سلیم۔ وسیم اکرم۔ ہاجرہ۔ ہارون ارشد۔ ہارون شہیر۔ ہارون دلاور۔ ہاشم۔ ہما فراز۔ یوسف مصطفیٰ۔ یونس۔ یوسف محبوب۔ یاسمین۔ یاسمین۔ یاسمین۔ یونس۔

راولپنڈی/اسلام آباد: - آصف جاوید۔ آصف خان۔ آصف عباس۔ ارسلان محمد ملک۔ باجی نگہت پروین۔ بشیر بیگم۔ بلاول حسین۔ بخت حوا۔ بہروز حمید۔ بخشش حسن۔ بخشش ناصر۔ تانیہ۔ تنویر اقبال۔ ثریا۔ ثوبیہ تبسم۔ حافظ سجاد۔ حسن اختر۔ حمید۔ حمیرا۔ خالد محمود اعوان۔ خالدہ بی بی۔ خالدہ بیگم۔ خورشید بی بی۔ خورشید بی بی۔ یوسف۔ خورشید بیگم۔ دانیال۔ محمد ذوالفقار۔ ذیشان محمد ملک۔ راحیلہ بی بی۔ رافع۔ راؤ محمد اقبال۔ رحمت بی بی۔ رحیم جان۔ رضیہ بیگم۔ رحمت۔ رقیہ بی بی۔ اشرف۔ روبینہ۔ ریحانہ بی بی۔ ریحانہ۔ زبیدہ بی بی۔ زبیدہ۔ زینب بی بی۔ ساجدہ۔ سجاد حسن۔ سکینہ۔ سحرش شہزاد۔ سرداران بانو۔ سرداراں بی بی۔ سرور جان۔ سعدیہ۔ شکور اعوان۔ شکور خان۔ شکیلہ بی بی۔ سلطانہ بیگم۔ سلمان حمید۔ سلیم حمید۔ شازیہ۔ شاہدہ کنول۔ شائستہ۔ شاہدہ بی بی۔ شاہد رشید۔ شبانہ۔ شمیم۔ شعیب کمال۔

ثمر جبیں۔ شفقت۔ شگفتہ ناز۔ شمسہ بی بی۔ شمسہ حسن۔ شمیم اختر۔ شمیم۔ شہناز بٹ۔ شہلا بی بی۔ صائمہ ملک۔ صائمہ۔ صدیقہ بیگم۔ صغریٰ بیگم۔ صفیہ بیگم۔ طاہر سعید۔ طاہر محمود۔ ظہیر عباس بٹ۔ عابدہ پروین۔ عاشق حسین بٹ۔ عاصمہ عابد۔ عامر حسین بٹ۔ عامر حسین قریشی۔ عائشہ اقبال۔ عائشہ حسن۔ عائشہ مسعود۔ عبدالقادر۔ عبدالرزاق۔ عبدالعزیز۔ عبدالقدیر۔ عبدالمجید۔ عبیدہ اللہ۔ عدنان۔ عذرا سلطانہ۔ عذرا۔ عصمت حسین۔ علی حسن۔ عمران جاوید۔ عمران۔ فاطمہ تبسم۔ فائزہ مجاہد۔ فائزہ حسن۔ فتح بی بی۔ فرح اقبال۔ فرحت یاسمین۔ فوزیہ اشرف۔ فیروزہ بی بی۔ قدسیہ۔ قمر عباس بٹ۔ قمر فاروق۔ قیصرہ بی بی۔ کاشف جاوید۔ کاشف۔ کامران جاوید۔ گل نسرین۔ ماہ رخ۔ مبارک الٰہی۔ محمد اکبر۔ محمد اشرف۔ محمد افضل۔ محمد اقبال۔ محمد ذیشان۔ محمد رفیق۔ محمد شہباز۔ محمد عابد۔ محمد علی بٹ۔ محمد عمر۔ محمد فراحت۔ محمد مختار۔ محمد نذیر۔ محمد یعقوب۔ محمد یوسف۔ محمودہ بیگم۔ مختار ملک۔ مسرت۔ مسعود۔ مسعود احمد گل۔ مصباح۔ مظفر بی بی۔ مظفر بیگم۔ ممتاز بیگم۔ منیر احمد۔ موحد۔ موحد احمد۔ مہوش شاہد۔ ناظمہ عابد۔ ناصر خان۔ ناہید حمید۔ نجیب۔ ندیم احمد۔ ندیم حمید۔ نساء بی بی۔ نسرین بی بی۔ نسرین۔ نسیم اختر۔ نسیم بیگم۔ نصرت بی بی۔ نصرت پروین۔ نصرت کمال۔ نعمان حسن۔ نعیم احمد۔ نعیم حمید۔ نوشین حسن۔ نگہت ملک۔ نور جہاں۔ نوشابہ خان۔ نوید حمید۔

فیصل آباد: - آسیہ سرفراز۔ آفتاب جمال۔ اللہ بخش۔ احمد حسین۔ احمد سفیان۔ احمد مسعود۔ ارشد فیاض۔ ارم خوشنود۔ ارم شاہین۔ اریبہ اسعد۔ اسعاد مسعود۔ افشاں صادق۔ اقرا اختر۔ ام حبیبہ۔ ام کلثوم۔ انجم بلال۔ انجم سرفراز۔ انجم۔ انور خان۔ انور مقصود۔ باسط عزیز۔ بشریٰ جاوید۔ بشریٰ شیخ۔ پروین اختر۔ تحریم شیخ۔ تنویر احمد۔ جاوید حنیف۔ جاوید اقبال۔ جمیل اختر۔ حاجی عزیز۔ حریم شیخ۔ حمیرا یاسمین۔ خالد محمود۔ خالد محمود۔ خرم سرفراز۔ خوشنود احمد۔ ذکیہ۔ ذوالفقار علی۔ ذیشان فاروقی۔ رخسانہ خاتون۔ راج بیگم۔ راحت حسین۔ راشد گل۔ راشد منیر۔ رضوان احمد۔ رضوان۔ رفعت شاہین۔ رقیہ شاہین۔ رابعہ شاہین۔ زاہد وسیم۔ زاہدہ یاسمین۔ زاہد احمد۔ زرینہ تاج۔ زیب النساء۔ ساجد جاوید۔ ساجد حسین۔ ساجد علی۔ ساجد منیر۔ سرفراز اللہ خان۔ سرفراز خان۔ سعد حسین۔ سعدیہ کنول۔ سعید۔ شازیہ اعظم۔ شازیہ ماجد۔ شاہ میر۔ شاہد اقبال۔ شاہدہ یاسمین۔ شیراز۔ صفیہ۔ طارق محمود۔ طاہرہ صادق۔ عاشر رفیق۔ عاطف اسماعیل۔ عامر اقبال۔ عباس فاروقی۔ عبدالرزاق۔ عبدالرشید۔ عبدالسلام۔ عبدالمالک۔ عدنان۔ عدیلہ اختر۔ عذرا مقصود۔ عذرا نواز۔ عرفات احمد۔ عرفان فاروقی۔ عظمیٰ نیاز۔ علی عمران۔ عمران خان۔ عنبر ارم۔ عنبرین اسلم۔ فداء فرح زوبیہ۔ فیصل خوشنود۔ گلاب دین۔ گلزار بی بی۔ گلفرین ظہور۔

کنار عظیم۔ لبنیٰ شاہین۔ محسن۔ محمد اختر۔ محمد ارشاد۔ محمد اسلم۔ محمد آصف۔ محمد افضل۔ محمد اقبال۔ محمد شفیق۔ محمد شفیق۔ محمد شکیل۔ محمد صادق۔ محمد عثمان۔ محمد عزیز۔ محمد عظیم۔ محمد محسن۔ محمد نعمان۔ محمد نواز۔ مدثر احمد۔ مریم جہاں۔ مسرت جہاں۔ مصباح۔ ملک عابد۔ میمونہ شیخ۔ نسرین فاطمہ۔ میاں محمد۔ نازیہ حکیم۔ نازیہ کنول۔ نصیر احمد۔ نصیر الدین۔ نعمان۔ نگہت جبیں۔ نگہت طاہرہ۔ نور خاتم۔ نور البشر۔ نورین فاطمہ۔ نوشین اسلم۔ نوید اسلم۔ نوید حسین۔ نویدہ۔ وقار احمد۔ وقاص شاہد۔ وقار عدیل۔ یاسمین اختر۔

ملتان: - آپا منظور النساء۔ ارسلان۔ ارشد۔ ارم۔ اسعد۔ اسلم۔ آصف۔ اشرف۔ اقبال۔ امام الدین۔ امان اللہ۔ آمنہ۔ امیر گل۔ امیر خان۔ اشفاق۔ بشیر۔ ثمینہ۔ جان محمد۔ جعفر۔ حاجی غلام رسول۔ حافظ قربان۔ حسن بخش۔ حسن علی۔ حسین علی۔ حلیمہ۔ حماد۔ خدیجہ۔ دانش نیاز۔ دلنواز۔ دین محمد۔ ذوالفقار۔ رابعہ۔ رضوانہ۔ راحیلہ۔ رخسانہ۔ رضیہ۔ رمضان۔ روشن۔ ریحانہ۔ رشیدہ۔ ساجدہ۔ سجاول بیگم۔ سجاد حسین۔ سجاد علی۔ سعید۔ سکندر۔ سلیم خان۔ سلیم احمد۔ سلیمان۔ سمیرا۔ سمیع اللہ۔ سمیٰ۔ سہیل۔ سونیا۔ شگفتہ۔ شازیہ۔ شاہد علی۔ شاہنواز۔ شبیر۔ شوکت۔ شہزاد۔ شہباز۔ صبور۔ صدوری۔ طارق۔ عائشہ۔ عابد جتوئی۔ عابدہ۔ عامر۔ عبدالغنی۔ عبدالقدیر۔ عبدالمالک۔ عثمان۔ عطاء اللہ۔ عظمیٰ گوہر۔ عمار۔ غزالہ۔ غوث بخش۔ فاضل۔ فاطمہ۔ فرزانہ ارشد۔ فرحانہ تحسین۔ کائنات۔ گل شیر۔ مادی۔ ماریہ۔ مبارک علی۔ مجتبیٰ شاہد۔ محسن عباسی۔ ملک طاہر۔ منظور احمد۔ منظور الدین۔ منور۔ مہران۔ میر زادی۔ نازیہ۔ ناہید۔ نجمہ۔ نواب خاتون۔ نور محمد۔ نوید۔ نیاز محمد خان۔ نیک محمد۔ وحید۔ وفا۔

سیالکوٹ: - آمنہ۔ ابرار حسین۔ اجمل بٹ۔ اجمل رسول۔ احمد حسین عابد۔ ارشاد بی بی۔ ارشاد بیگم۔ اسامہ تیمور۔ اس سعید۔ اسلم۔ اسماء قمر۔ اقبال بیگم۔ اقبال شاہد۔ امجد عباس۔ امینہ بیگم۔ امینہ غافر۔ انجلا بصیر۔ انیلہ جاوید۔ اویس۔ بشارت۔ بلال۔ بیگم اسلم۔ تسنیم۔ تنزیلہ۔ تنویر عباس۔ ثاقب۔ ثریا بیگم۔ ثمینہ کوثر۔ ثمینہ جواد۔ جمشید ریاض۔ جمیلہ۔ جواد۔ چوہدری ریاض۔ چوہدری غلام نبی۔ چوہدری فرید۔ چوہدری لیاقت۔ چوہدری محمد اکرم۔ حافظ نعمان۔ حسن علی۔ حلیمہ۔ حنا خانم۔ حنا جمیل۔ حنان۔ خالد۔ رحیم۔ رخسانہ۔ رفشندہ اعجاز۔ رضوانہ بی بی۔ رضیہ بیگم۔ رقیہ حامد۔ رمشہ۔ روبینہ۔ روزینہ۔ زبیدہ۔ زینت۔ ساجد۔ ساجدہ۔ ستارہ جبیں۔ سجاد۔ سدرہ۔ سرفراز۔ سعدیہ پروین۔ سعیدہ۔ سفینہ۔ سلمیٰ ظفر۔ سلمیٰ۔ شازیہ۔ شاہد اقبال۔ شاہد فاروق۔ شاہدہ پروین۔ شریف۔ شگفتہ پروین۔ شوکت۔ شمشیر۔ شمیم۔ شہناز بیگم۔ شہناز۔ شمیم اختر۔ شیلا۔ شہباز احمد۔ صائمہ خانم۔ صائمہ فیصل۔ صائمہ۔ صبا۔ صبا اکبر۔ طاہر محمود۔ طاہرہ محمود۔ طاہرہ۔

اصغر۔ طور فاطمہ۔ طیبہ۔ عائشہ۔ عائشہ۔ عارف۔ عاصم علی۔ عاصم حیدر۔ عبدالقدوس۔ عبداللہ۔ عبدالرحمن۔ عبدالغفور۔ عتیق الرحمن۔ عرشیہ منیر۔ عشرت۔ عطیہ نعمان۔ علی حسین۔ علی۔ علیشہ۔ غزالہ۔ غلام شبیر۔ فائقہ۔ فاطمہ۔ فرخ محمود۔ فرح قاسم۔ فرزانہ۔ فضل بی بی۔ فوزیہ۔ فہیم۔ فیروزہ بی بی۔ فیصل حیات۔ قمرہ بانو۔ قمر النساء۔ کاشف جاوید۔ کاشف حیات۔ کامران اعجاز۔ کامران واجد۔ کلثوم بی بی۔ کوثر رباب۔ کنول ریاض۔ کنول شاہ۔ کنول علی۔ گلشن منیر۔ لطیف خان۔ اللہ دتہ۔ اللہ رکھا۔ مبشر علی۔ مسرت جمیل۔ متین الرحمن۔ مجاہد ظفر۔ مجید مجاہد۔ محسن خان۔ محمد اسلم راحت۔ محمد اکرم۔ محمد حنیف۔ محمد رفیق۔ محمد ظفر اقبال۔ محمد نعیم۔ محمد وسیم۔ محمد یٰسین حامد۔ محمد یٰسین۔ مدثر فرید۔ مرتضیٰ۔ مرزا فرید۔ مصطفیٰ چوہدری۔ ملک جہاد۔ ممتاز۔ منان۔ مہوش۔ نازیہ۔ ناہید اختر۔ نجمہ۔ نسرین۔ نسیم۔ نصرت۔ نعمان طارق۔ نعیم۔ نورین نعمان۔ نوید طاہر۔ نویدہ طاہر۔ ولید خالد۔ ڈاکٹر نجمی۔ ہما شاہد۔

گجرات: - آغا شاہد۔ ام شاد بی بی۔ امتیاز۔ بابر صدیق۔ جبیں اختر۔ حسن المصطفیٰ۔ تحریم حسین۔ جاوید جمشید۔ جاوید اقبال۔ جاوید احمد۔ حسن بی بی۔ حافظ محمد اصغر۔ حسین بی بی۔ حسیب محمد ارشد۔ خورشید بی بی۔ دلاور احمد۔ رابعہ بی بی۔ راشد محمود۔ رضوان علی۔ رضیہ بیگم۔ رفعت زاہد۔ زرینہ اختر۔ سائرہ۔ ساجدہ۔ سادیہ۔ سردار بی بی۔ سعید اختر۔ سعیدہ بانو۔ سکینہ بی بی۔ سلیم احمد۔ شاہ بیگم۔ شاہد صدیق۔ شریف بی بی۔ شائلہ جبیں۔ شمیم ہارون۔ شہناز کوثر۔ شہناز۔ صفدر حسین۔ صفیہ بیگم۔ صفیہ ناز۔ طاہر اصغر۔ طیبہ۔ عصمت۔ ظفر اقبال۔ ظہیر اقبال۔ عابدہ پروین۔ عارف جبیں۔ عامر شاہ۔ عبدالغفار۔ عمیر۔ غلام فاطمہ۔ فوزیہ حسین۔ قمر سلطانہ۔ کاشف مجاہد۔ مبشر حسین۔ محمد اشرف۔ محمد شفیق۔ محمد عامر۔ محمد کاشف۔ محمد نواز۔ محمد یوسف۔ محمد یونس بٹ۔ مدیحہ شاہد فاروق۔ مرزا بشیر احمد۔ مسز پروین۔ مقبول احمد۔ مقصود۔ ملک محمد انور۔ منظور بی بی۔ نایاب۔ نجمہ النساء۔ ندیم اختر۔ نذیر بی بی۔ نفیسہ بی بی۔ نگہت بی بی۔ نوید اختر۔ ڈاکٹر سلیم۔ ڈاکٹر غلام ربانی۔ ہارون جلیل۔ یاسر اقبال۔

سکھر: - اعجاز ملک۔ اقبال مرتضیٰ۔ الیاس۔ امیر حبیب۔ انجم۔ بلال احمد۔ بی بی فاطمہ۔ بخش شفیق۔ پروین۔ ثریا خان۔ ثناء جمیل حسین۔ جویریہ اسعد۔ حمیرا۔ رفیق۔ رخسانہ حبیب۔ رضیہ بیگم۔ ریحانہ۔ زرینہ بانو۔ سعدیہ۔ سلمیٰ۔ سمیرا بانو۔ سید عظمت علی شاہ۔ سیمی صدف۔ شازیہ۔ شمیم کوثر۔ شکیلہ اسعد۔ شہناز خانم۔ شیر گل۔ صالحہ۔ صالح منیر۔ صائمہ۔ صدف عمران۔ عاصم۔ سوہنا گل خان۔ صبیحہ ریحان۔ عبدالحفیظ۔ عظمیٰ۔ فرح ناز۔ فرزانہ جمیل۔ فوزیہ فیض۔ کاشف۔ کنزہ۔ محمد اسلم۔ محمد اشرف۔ محمد پرویز۔ محمد حنیف۔



یومِ وصال
حضرت بابا تاج الدین اولیاءؒ

رپورٹ: آصف کامران تصاویر: عبدالرحمان

سلسلہ عظیمیہ کے زیرِ اہتمام بابا تاج الدین ناگپوریؒ کے یومِ وصال کی تقریب 17 اگست 2014ء بروز اتوار، عظیمیہ جامع مسجد سرجانی ٹاؤن کراچی میں منعقد ہوئی۔

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''بابا تاج الدین جیسی برگزیدہ ہستیاں عوام کو عرفانِ الٰہی کے راستوں کی رہنمائی فرماتی ہیں۔ امام سلسلہ عظیمیہ قلندر بابا اولیاءؒ پر بابا تاج الدینؒ کی خصوصی شفقت اور نظر کرم رہی۔ ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے مزید فرمایا کہ آج عالم اسلام کو جن چیلنجز اور سازشوں کا سامنا ہے ان کا حل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی علوم کے وارث اولیاء کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ہم آنے والی نسلوں کو تصوف کی تعلیمات دلائل اور جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرکے بتائیں۔ اس عمل کا آغاز اپنے اپنے گھروں سے کریں۔

قبل ازیں تقریب کا آغاز قاری کاشف قریشی نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ نعت رسول مقبول ﷺ پیش کرنے کی سعادت جنید چشتی اور نوارہ مختار نے حاصل کی۔ زیرک خان، سید انعام، ذیشان ذاکر، جنید چشتی اور صدف نے بابا تاج الدین کی شان میں منقبت پیش کی۔ پروفیسر احمد ظفر عمر اور شمس نسرین نے بابا تاج الدین کی حیات و تعلیمات پر مقالے پیش کیے۔ پروگرام کے اختتام پر درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا۔





اسلام آباد: (رپورٹ: آصف جاوید)

مراقبہ ہال راولپنڈی اسلام آباد کے زیرِ اہتمام 17 اگست 2014ء کو حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کا یوم وصال عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید اور بارگاہِ نبوی ﷺ میں ہدیہ نعت سے ہوا۔ حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کی حیات و تعلیمات پر مقالے اور منقبت پیش کی گئیں۔ آخر میں نگران مراقبہ ہال قاضی مقصود احمد نے خطاب کیا۔

سانگھڑ: (رپورٹ: محمد الیاس)

سلسلہ عظیمیہ مراقبہ ہال سانگھڑ کے زیر اہتمام 17 اگست 2014ء بروز اتوار حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کا یوم وصال عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جس کی سعادت نصرت علی نے حاصل کی بارگاہِ نبوی ﷺ میں ہدیہ نعت بہادر علی نے جبکہ منقبت مظہر حسین نے پیش کی۔ وحید احمد، فراز، ارشد علی، ڈاکٹر مہرین یاسمین اور امبرین نے حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کی حیات و تعلیمات پر مقالے پیش کیے۔ آخر میں نگران مراقبہ ہال شوکت علی نے خطاب کیا۔ نقابت کے فرائض غلام شبیر نے ادا کیے۔

گلاسگو، انگلینڈ:

سلسلہ عظیمیہ مراقبہ ہال گلاسگو کے زیر اہتمام 17 اگست 2014ء کو حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کا یوم وصال منایا گیا۔ تلاوت قرآن مجید اور بارگاہِ نبوی ﷺ میں ہدیہ نعت کے بعد قرآن مجید، درود شریف اور دیگر



اور اوراد و وظائف کا ایصال و ثواب پیش کیا گیا۔ پروگرام کے اختتام پر درود سلام کا نذرانہ پیش کیا۔

آدم ڈے 2014ء

رپورٹ: سلمان قریشی ۔ تصاویر: محتشم قریشی



لندن، انگلینڈ:

ویسٹ منسٹر کاؤن ہال لندن میں عظیمیہ فاؤنڈیشن اور مراقبہ ہال لندن کے زیر اہتمام آدم ڈے کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں مختلف مذاہب، عقائد اور مکاتب فکر کے درمیان ہم آہنگی، محبت اور بھائی چارے کے فروغ پر زور دیا گیا۔ اس تقریب میں لارڈ قربان حسین، منسٹر پاکستان ہائی کمیشن ڈاکٹر اسرار حسین، ہیڈ آف قونصل محمد فاروق، کانسلر نوئیم علی ڈاکٹر نگہت فاروق، کانسلر محمود احمد، شاہین تیمان (لبرل ڈیموکریٹ سپیکر) پنڈت ارن کمار، پادری برنبو بلیوغرن، راجونڈ جیہار سنگھ، نیو بر سنگھ، ہر میندر سنگھ، ربی ڈیوڈ البرٹ اور پادری ڈیسن ہال شریک ہوئے۔

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ خواجہ شمس الدین عظیمی نے اپنے ریکارڈ پیغام میں فرمایا۔ "اللہ نے آدم کی تخلیق فرمائی تو شیطان نے اس کی مخالفت کی اور تکبر کا اظہار کیا۔ اسی لمحے سے شیطانی طرز فکر کا آغاز ہوا جو آج بھی ہمارے معاشرے میں حسد، لالچ، نفرت اور فرقہ بازی کی صورت میں موجود ہے۔ ہم سب آدم اور حوا کی اولاد ہونے کے ناطے بھائی بھائی ہیں۔

اس موقع پر مختلف مذاہب کے رہنماؤں اور نمائندوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور آدم ڈے کی تقریب کو سراہتے ہوئے کہا کہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم سب بلا تفریق مل جل کر رہیں اور ایک دوسرے کے کام آئیں۔ دوران پروگرام مشہور گلوکار روشن عباس اور افروز سینٹنی نے امن کے گیت پیش کیے۔ قبل ازیں پروگرام کا آغاز مدبر قریشی اور محتشم قریشی نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ نگران مراقبہ ہال لندن محمد علی شاہ نے مہمانوں کا استقبال کیا، عبدالرؤف نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ تقریب کے اختتام پر فرحان علی شاہ نے تمام مہمانوں اور کارکنان کا شکریہ ادا کیا۔

مانچسٹر، انگلینڈ:

سلسلہ عظیمیہ کے زیر اہتمام شیریڈن سوئٹ، مانچسٹر میں آدم ڈے کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں مختلف مذاہب، عقائد اور مکاتب فکر کے افراد نے





شرکت کی۔ اس تقریب میں مانچسٹر کی ڈپٹی لیفٹیننٹ کیرن فلیس، مانچسٹر کی لارڈ میئر سوزان کوپی، اولڈھم کے میئر [illegible]، [illegible] پورٹ کے [illegible]، یورپین پارلیمنٹ کے رکن افضل خان کے علاوہ قادر فلک شیر، مسز [illegible] پچر اور مولانا عبدالغفار صدیقی نے اپنے اپنے مذاہب کی تعلیمات کے حوالے سے آدم کی اولاد میں اخوت اور بھائی چارے کا تذکرہ کیا اور تمام انسانیت کے باہمی تعلق کو مضبوط کرنے پر زور دیا۔ سلسلہ عظیمیہ کے مرشد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے خصوصی خطاب کی ویڈیو دکھائی گئی۔

دوران پروگرام جوری فلیس اور جارج انجیلا نے امن کے گیت پیش کیے۔ احمد صدیقی اور ساتھیوں نے خداوند کریم کی حمد اور [illegible] پیش کیا اور [illegible] نے صوفیانہ گیت پیش کیا۔

نیویارک، امریکہ:

مراقبہ ہال نیویارک کی جانب سے اس سال بھی آدم ڈے کی تقریب منعقد کی گئی۔ تقریب کا آغاز [illegible] ارشد نے قرآن پاک کی تلاوت سے کیا۔ [illegible] ارشد نے [illegible] نعت پیش کی۔ [illegible] وقار عباس نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ یوم آدم کی مناسبت سے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کا [illegible] پیغام حاضرین کو پیش کیا گیا۔ [illegible] کے علاوہ [illegible] ڈاکٹر [illegible] ڈاکٹر [illegible] نے آدم ڈے کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا اس کے علاوہ [illegible] سیدہ زارا، ہما خان، عرفہ خان، تسمیہ خان اور [illegible] نے مقالات پیش کیے۔

روحانی سوال جواب

ابعاد کے طول و عرض کو شاید وہی [illegible] محسوس بھی کرتی ہے۔ ماہرین روحانیت اس تمثل کو [illegible] کہتے ہیں۔ دراصل یہ محسوسات کا ڈھانچہ ہے جس میں [illegible] اجزائے ترکیبی موجود ہوتے ہیں۔ جن کا ایک [illegible] کے بعد جسمانی آنکھ اور جسمانی لباس [illegible] چیز کی موجودگی پہلے ایک تمثل یا ہیولیٰ کی شکل و صورت میں ہوتی ہے اس کو نسمہ مفرد کہتے



رشتے بہت مگر.....!!

☆☆☆

سوال: میری عمر چھتیس سال ہے۔ میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھے عہدے پر فائز ہوں۔ چند سال پہلے میری شادی ہوئی تھی۔ شوہر سے مستقل کشیدگی کی وجہ سے میں نے خلع لے لی تھی۔ اس سے میری ایک بیٹی ہے جو اب دو سال کی ہے۔

بیٹی کی نگہداشت کے لیے میں نے آیا رکھی ہوئی ہے جو میرے ساتھ ہی رہتی ہے۔ والد صاحب بچپن میں انتقال کرگئے تھے اور والدہ کا میری شادی کے بعد انتقال ہوگیا تھا۔ بہن بھائی اپنی اپنی دنیاؤں میں مگن ہیں۔

میں دوسری شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میرے کئی ایک رشتے بھی آئے ہیں لیکن زیادہ تر نے مجھ سے زیادہ میری جاب اور پیسے کو اہمیت دی۔ ایسے رشتوں کو میں نے منع کردیا۔ کچھ رشتے میری بیٹی کی وجہ سے منع ہوگئے۔

میں چاہتی ہوں کہ میرا رشتہ کسی مخلص اور ایماندار شخص سے طے ہوجائے اور وہ مجھے میری بیٹی کے ساتھ قبول کرلیں۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ سورۂ بقرہ کی آیت 163 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اچھا رشتہ آنے اور ازدواجی خوشیاں اور راحت و پرسکون زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔

یہ عمل نوے روز تک جاری رکھیں۔ ناغہ کے دن بعد میں پورے کرلیں۔

رات سونے سے پہلے گیارہ مرتبہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پانچ پانچ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر آنکھیں بند کرکے تصور کریں کہ آپ خانہ کعبہ کے صحن میں موجود ہیں۔ جب یہ تصور گہرا ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا مقصد دل ہی دل میں بیان کریں۔

یہ عمل کم از کم اکیس روز تک یا چالیس روز تک جاری رکھیں۔ ناغہ کے دن بعد میں پورے کرلیں۔

شوہر کا غصہ...

☆☆☆

سوال: میری شادی کو تین سال ہوگئے

تھا۔ شروع کے ان تین برسوں میں ایک دن بھی سکون سے نہیں گزرا۔ میرے شوہر غصے کے بہت تیز ہیں۔ غصہ کی حالت میں انہیں ہوش نہیں رہتا کہ وہ کیا کررہے ہیں۔

کبھی کھانے میں کوئی چیز پسند نہ آئے یا ان کے مزاج کے مطابق کھانا نہ پکا ہو تو کھانا برتن سمیت دیوار پر ماردیتے ہیں۔ غصہ میں اکثر گلاس اور پلیٹیں بھی توڑتے رہتے تھے۔

غصہ کرنے کی عادت انہیں شروع سے ہی ہے۔ والدین کی اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے بہت لاڈ پیار اور ناز نخرے سے ان کی پرورش ہوئی۔ میرے سسر اور ساس بھی ان کے غصے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔

اکثر خاندان کے لوگوں کے سامنے گھر کے کسی بھی فرد کی بے عزتی کردیتے ہیں۔ گالیاں بکتے ہیں اور طعنے دیتے ہیں۔

میں شوہر کے غصے کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ جب میں پہلی مرتبہ حمل سے تھی تو کسی بات پر شوہر نے غصے میں مجھ سے پہلے بدکلامی کی پھر گالیاں دیں اور پھر مجھے مارنے لگے۔ اس دوران انہوں نے مجھے لاتیں بھی ماریں۔ اس مارپیٹ کی وجہ سے اور میرے شدید خوف زدہ رہنے کے باعث چند ہفتوں بعد میرا حمل ضائع ہوگیا۔

اس کے بعد سے مجھے ان سے بہت خوف آنے لگا ہے۔ میں دوبارہ امید سے ہوں۔ اب میں ان کی ہر بات پر من و عن عمل کرتی ہوں پھر بھی وہ غصہ کرنے سے باز نہیں آتے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ دوبارہ غصے سے بے قابو نہ ہوجائیں اور میرا ماں بننے کا خواب ادھورا رہ جائے۔

کوئی وظیفہ بتائیں کہ میرے شوہر کا غصہ کنٹرول ہوجائے۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 134 میں سے

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر شوہر کا تصور کرکے دم کردیں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

صبح اکتالیس مرتبہ اسم الٰہی یَا وَدُوْدُ گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کرکے پلائیں۔ یہ عمل اکیس روز تک جاری رکھیں۔

کئی بار توبہ کی لیکن....!

☆☆☆

سوال: میری عمر تیس سال ہے۔ میری جسمانی صحت ٹھیک نہیں ہے۔ اس کی وجہ میری اپنی غلطیاں ہیں۔ میری طبیعت میں سستی رہتی ہے۔ گال پچکے ہوئے ہیں۔ آنکھیں دھنسی ہوئی ہے۔ چہرے پر ہوائیاں اڑتی نظر آتی ہیں۔

میں کسی سے نظر ملا کر بات نہیں کرسکتا۔ لوگوں کے سامنے سر جھکا کر بیٹھا رہتا ہوں۔ مستقل مزاجی اور خوداعتمادی کی بے انتہا کمی ہے۔ میں پندرہ سال کی عمر سے بے راہ روی کا شکار ہوں۔ کئی بار توبہ کی لیکن اس عادت کو چھوڑ نہیں پایا۔

جواب: صبح بہت سویرے بیدار ہوجائیں۔ شمال رخ کھڑے ہوکر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے گیارہ مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھیں۔ اس کے بعد اپنا رخ مشرق کی سمت کرلیں اور ناک سے آہستہ آہستہ سانس اندر لیں۔ جب سانس مکمل ہوجائے تو آہستہ آہستہ منہ کے

عظیمی ریکی سینٹر..............تاثرات

(محمد شاہنواز۔ کراچی)

میں ایک تعلیم یافتہ اور ذہین نوجوان ہوں مگر معلوم نہیں کیوں ملازمت کے لیے جہاں بھی انٹرویو دینے جاتا تھا تو دوران انٹرویو ایسا لگتا کہ ذہن خالی سلیٹ کی مانند ہو گیا ہے۔ مجھے اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا۔ گھر والے اور دوست احباب اُمید دلانے کے بجائے ہر وقت تنقید کرتے رہتے۔ اس دور میں ذہنی سکون ختم ہو کر رہ گیا تھا اور میں ڈپریس رہنے لگا۔ دو سال کے بعد مجھے ایک جگہ ملازمت مل گئی لیکن ذہنی دباؤ کے سبب میں اپنے فرائض درست انداز میں سرانجام نہیں دے پایا۔ میرے ایک دوست نے میری ذہنی و نفسیاتی کیفیات جان کر مجھے مشورہ دیا کہ میں عظیمی ریکی سینٹر سے رجوع کروں۔ ریکی کے چند سیشن سے ہی میری ذہنی کیفیت میں بہتری آنے لگی۔ اعتماد میں اضافہ ہوا اور ڈپریشن میں بھی کمی آئی۔ میری اس مثبت تبدیلی کو گھر والوں اور دوستوں نے بھی محسوس کیا اور دفتر میں بھی میری کارکردگی بہتر ہوئی ہے۔

ذریعہ باہر نکال دیں۔ یہ عمل پانچ مرتبہ دہرائیں۔ اس کے بعد پندرہ منٹ واک کریں۔

کھانوں میں بادی، ثقیل اور گرم اشیاء مثلاً گائے کا گوشت، انڈہ، مچھلی وغیرہ استعمال نہ کریں۔

پنج وقتہ نماز کی پابندی کیجیے اور عشاء کی نماز کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف اور گیارہ مرتبہ یاحی یاقیوم کا ورد کر کے آنکھیں بند کر کے تصور کریں کہ آپ کے چاروں طرف سبز رنگ کی روشنیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ مراقبہ بارہ تا پندرہ منٹ جاری رکھیں۔

اچھے دوستوں کی صحبت اختیار کریں۔ سیرت طیبہ اور صوفیائے کرام کے حالات پر مبنی کتب کا مطالعہ کریں۔ ان شاء اللہ آپ کو جذباتی تقاضوں کو اعتدال میں رکھنے میں کامیابی ہو جائے گی اور آپ کی صحت بہتر ہونے لگے گی۔

حسد کرنا چھوڑ دے

☆☆☆

سوال: ہم چار بہنیں ہیں۔ بڑی بہن کی عمر اڑتیس سال، اس سے چھوٹی کی عمر چھتیس سال، تیسری بہن کی عمر چونتیس سال اور میری عمر بتیس سال ہو گئی ہے۔

ہمارے والد کا بارہ سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ بڑی دو بہنیں والد صاحب کی بہت چہیتی تھیں۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد انہوں نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا اور خود گھرداری میں لگ گئیں۔ ہم دو چھوٹی بہنوں نے دن رات محنت کر کے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اب اچھی جگہ ملازمت کر رہی ہیں۔

بڑی دو بہنوں نے خود تو شادی نہیں کی لیکن ہمارا جب بھی رشتہ آتا ہے تو بڑی بہنیں گھر میں ایک طوفان کھڑا کر دیتی ہیں کہ رشتے کی بات آگے نہ چلے۔ اس کے لیے وہ ایسے ایسے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں کہ ہمیں بتاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ شاید وہ اس بات حسد کرتی ہیں کہ ہم اچھا پڑھ لکھ کر اچھی جگہ ملازمت کر رہی ہیں۔ اکثر والدہ صاحبہ سے جھوٹ بول کر ہمیں ذلیل کرواتی رہتی ہیں۔

ہم ایک عرصے سے یہ سب کچھ والدہ صاحبہ کی وجہ سے درگزر کر رہی ہیں مگر برداشت کی بھی ایک حد ہوتی

ہے۔ ہمارے گھر میں روز تو تو میں میں ہوتی رہتی ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ کوئی وظیفہ بتائیں کہ ہماری دونوں بڑی بہنیں ہماری مخالفت کرنا چھوڑ دیں اور ہمارے رشتوں کی بات خوش دلی سے چلنے دیں۔

جواب: آپ دونوں چھوٹی بہنیں صبح اور شام اکیس اکیس مرتبہ سورۂ النساء (4) آیت 53، 54 تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پئیں۔

عشاء کی نماز کے بعد یا رات سونے سے پہلے سورہ اعراف (7) کی آیت نمبر 189 میں سے

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا

تک گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اچھی جگہ رشتے طے ہونے، خیر و عافیت کے ساتھ رخصتی اور خوشگوار ازدواجی زندگی کے لیے دعا کریں۔

حسب استطاعت صدقہ کرتی رہیں۔

دونوں بہنیں چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اسماء الٰہیہ اَللّٰہُ حَفِیْظُ یَا عَزِیْزُ کا ورد کرتی رہیں۔

دبلا پن

☆☆☆

سوال: میری عمر پچیس سال ہے اور میرا قد چھ فٹ ہے۔ میں بہت دبلا پتلا ہوں جس وجہ سے میرے دوست مجھے لمبا اور کھمبا کہتے ہیں۔ اس طرح چھیڑنے سے مجھے بہت ذہنی اذیت ہوتی ہے۔ میری خوراک بھی اچھی ہے لیکن اس کے باوجود میں دبلا ہوں۔ گھر میں کوئی مہمان آجائے تو شرمندگی کی وجہ سے ان کے سامنے جانے سے کتراتا ہوں۔

آپ کوئی عمل بتائیں کہ میرا دبلا پن ختم ہو جائے۔

جواب: رات کے وقت بارہ دانے بادام اور تھوڑی سی کشمش اچھی طرح دھو کر ایک پیالی پانی میں رکھ دیں۔

صبح نہار منہ بادام چھیل کر اور کشمش ساتھ ملا کر اچھی طرح چبا کر کھائیں اس کے بعد ایک پیالی دودھ پی لیں۔

یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

صبح فجر کی نماز کے بعد کسی قریبی پارک یا میدان میں واک اور ہلکی پھلکی ورزش بھی کیجیے۔

جہیز کا سامان چوری ہو گیا....

☆☆☆

سوال: میرے شوہر سترہ گریڈ کے سرکاری ملازم تھے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک کوچنگ سینٹر بھی کھولا ہوا تھا جس سے معقول آمدنی ہو جایا کرتی تھی۔

میری تین بیٹیاں ہیں۔ بیٹا نہیں ہے۔ میرے شوہر نے ملازمت کے دوران بیٹیوں کے جہیز کی کافی ساری چیزیں اکٹھی کر لی تھیں کہ جیسے ہی لڑکیوں کا رشتہ آئے فوراً شادی کر دیں گے۔

پچھلے سال ریٹائرمنٹ ملنے کے بعد میرے منع کرنے کے باوجود شوہر نے فیصلہ کیا دوسرے شہر جا کر روزگار کے لیے کوشش کریں گے۔

میرے شوہر کو ایک دوسرے شہر میں اچھی ملازمت مل گئی۔ ایک دن ہم دوسرے شہر میں منتقل ہوئے۔ شام کا وقت تھا، سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے کسی میں ہمت نہ تھی کہ سامان کھول کر سیٹ کریں۔ کھانا کھانے کے بعد سب جلد ہی سو گئے۔ رات گھر میں چور آئے اور ہمارا سامان چوری کر کے لے گئے۔ اس سامان میں وہ کپڑے اور زیور بھی شامل تھے جو میرے شوہر نے

اپنی دونوں بیٹیوں کے جہیز کے لیے جمع کیے تھے۔

اس واقعے کے بعد سے میرے شوہر کو چپ لگ گئی ہے۔ میرا اور بیٹیوں کا رو رو کر برا حال ہو گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سفر ہمیں راس نہیں آیا۔ ہماری زندگی بھر کی کمائی ایک رات میں لٹ گئی۔

وقار صاحب...! آپ بتائیں کہ اب ہم کیا کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی صاحبزادیوں کو اچھے گھرانوں میں رشتے ملے ہوں اور آپ اپنی بیٹیوں کے فرائض سے بہت احسن طریقے سے سبکدوش ہوں۔ آمین

جو سامان چوری ہوا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کا بہت اچھا بدل آپ کو نصیب ہو۔ آمین

آپ کا سامان دوسرے شہر منتقلی کے بعد چوری ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا حادثہ ہے جو کہیں بھی ہو سکتا تھا۔ دوسرے شہر منتقلی کے اپنے شوہر کے فیصلے کو اس حادثے کا سبب قرار نہ دیں۔ اپنے شوہر کو الزام دینے کے بجائے ان کے ساتھ احترام سے پیش آئیں۔ ان کی ڈھارس بندھائیں۔

ہر نماز کے بعد 101 مرتبہ سورۂ بقرہ کی آیت 156 کا آخری حصہ

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

احساس ذمہ داری

☆☆☆

سوال: ہم دو بہنیں اور ایک بھائی ہیں۔ ہمارے والد صاحب کا دس سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ والد صاحب کے بعد سے بھائی کا رجحان دین کی طرف زیادہ ہو گیا۔ نماز روزے اور لوگوں کو سختی کے ساتھ نصیحت بھی کرنے لگا۔ رات بھر جاگتا ہے اور کئی وظائف بھی پڑھتا رہتا ہے۔

گھر کا کوئی کام کاج نہیں کرتا۔ گھر کا سودا سلف لانے سے بھی منع کر دیتا ہے۔ پھر مجبوراً ہمیں بازار جانا پڑتا ہے۔ ان کے لیے ہم نے کئی جگہ ملازمت کی بہت کوششیں کیں ہیں لیکن کہیں بات نہیں بنی۔

اس کا دل بہت سخت ہو گیا ہے۔ والدہ صاحبہ بتاتی ہیں تو اکثر لوگوں کے سامنے ہی والدہ سے بدتمیزی کرتا ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ آپ کوئی وظیفہ بتائیں کہ بھائی کو احساس ذمہ داری ہو اور وہ حقوق العباد ادا کرنے کی طرف توجہ دے۔

جواب: جب آپ کا بھائی گہری نیند میں ہو تو اس کے سرہانے اتنی آواز سے کہ آنکھ نہ کھلے اکیس مرتبہ سورۂ شوریٰ (42) کی آیت نمبر 28 تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دم کر دیا کریں اور اس کے مزاج میں اصلاح اور اعتدال کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم ایک ماہ تک جاری رکھیں۔

ساس نندیں تنگ کرتی ہیں

☆☆☆

سوال: میری عمر چھبیس سال اور شوہر کی عمر چالیس سال ہے۔ میری شادی کو دو سال ہو گئے ہیں۔ میری ایک پانچ ماہ کی بچی ہے۔ میری تین نندیں اور دو دیور ہیں۔ سسر بھی حیات ہیں لیکن گھر میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس گھر میں صرف ساس اور تینوں نندوں کی چلتی ہے۔

بڑی نند نے مجھے پسند کیا تھا۔انہیں بہت جلدی تھی اس لیے میری شادی کے ایک ماہ بعد ہو گئی۔شادی کے بعد ساس اور نندوں نے میرا جینا حرام کیا ہوا ہے۔ بات بے بات میری بے عزتی کرتی ہیں۔میں دل سے سب کی خدمت کرتی ہوں۔

میرے سسر اور دیور کبھی کبھی میری تعریف کر دیتے ہیں تو ساس آگ بگولہ ہو جاتی ہیں۔شوہر اپنی بہنوں کی بات تو توجہ سے سنتے ہیں اور میری باتوں پر اپنے کان بند کر لیتے ہیں۔کہتے ہیں کہ اس گھر میں رہنا ہے تو بڑی آپا جو کہتی ہیں وہ ہی تمہیں کرنا پڑے گا۔

میرے شوہر کئی ایک مرتبہ مجھے مار بھی چکے ہیں۔ اب نندوں نے نیا شوشا چھوڑا ہے کہ تم تو بوڑھی ہو گئی ہو۔تمہارے چہرے پر جھریاں آ گئی ہیں اور جسم ڈھلک گیا ہے۔ہم اپنے بھائی کی دوسری شادی کریں گے۔

ایک مہینہ ہو گیا ہے۔روزانہ کسی نہ کسی بات پر دھمکی دیتی ہیں کہ بس اب اپنا بوریہ بستر باندھ لو۔میری بچی سے کسی کو محبت اور لگاؤ نہیں ہے۔میرے کام کے دوران وہ روتی بھی رہے تو کوئی اسے گود میں نہیں اٹھاتا اور نہ ہی چپ کرواتا ہے۔

ڈاکٹر وقار صاحب....

میری والدہ بہت ضعیف ہیں اور معاشی طور پر بھی بہت کمزور ہیں۔اس عمر میں ان کے اوپر بوجھ نہیں بن سکتی۔آپ سے التماس ہے کہ کوئی وظیفہ بتائیں کہ میری ساس اور نندیں مجھے تنگ کرنا چھوڑ دیں اور میرے شوہر بھی میرے حقوق عزت و احترام کے ساتھ ادا کرنے لگیں۔

جواب: رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورۂ الملک (67) کی پہلی دو آیات گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے حالات کی بہتری، ساس، نندوں اور شوہر کو آپ کے ساتھ عزت و احترام اور حسن سلوک کی توفیق ملنے کی دعا کریں۔یہ عمل نوے روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے **یَاعَزِیْزُ یَاسَلَامُ** کا ورد کرتی رہیں۔

دوست دھوکہ دے گیا

☆☆☆

سوال: میری بہن کی شادی کو دس سال ہو گئے ہیں۔اس کے دو بچے ہیں۔دونوں اسکول میں پڑھتے ہیں۔شادی کے بعد سے بہنوئی کی تین جگہ جاب بغیر کسی وجہ کے ختم ہو چکی ہے۔ہمارے بہنوئی بہت محنتی اور ایماندار ہیں۔

گزشتہ سال جب جاب چھوٹی تو وہ اپنے بچپن کے ایک دوست سے جن کو پاکستان آئے ہوئے چند ہی سال ہوئے تھے ملے اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔اس پر ان کے دوست نے کہا کہ انہوں نے یہاں ایک کاروبار شروع کیا ہے جو اچھا چل رہا ہے اگر وہ چاہیں تو کچھ رقم اس کاروبار میں انوسمنٹ کر کے منافع کما سکتے ہیں۔ ایک لاکھ انوسمنٹ پر وہ ہر ماہ ساڑھے سات ہزار روپے منافع دینے پر تیار تھے۔میرے بہنوئی نے اس کا ذکر ہماری بہن سے کیا اور بہن نے ہم سے مدد مانگی۔

ہم تینوں بہنوں نے اپنی جمع پونجی بہنوئی کو دے دی۔تین ماہ تک تو باقاعدگی سے رقم ملتی رہی۔اس کے بعد ان کا دوست ہر ماہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر منافع دینے سے انکار کر رہا ہے۔ہمارے بہنوئی نے سختی سے بات کی تو اس نے بتایا کہ فی الحال کاروبار میں بڑا نقصان ہوا ہے۔ چند ماہ سنبھلنے میں لگیں گے۔

اس پر ہمارے بہنوئی نے کہا کہ اگر تم منافع نہیں دے سکتے تو ہماری اصل رقم واپس کر دو۔ان کے

دوست نے ایک ماہ کی مہلت مانگی اور اس ایک ہفتے میں وہ خاموشی سے ودئی بھاگ گیا۔

اب اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ ہمارے بہنوئی اس کے والدین اور بھائیوں سے بھی ملے تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس کے کئے کے ذمہ دار وہ نہیں ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ شخص کئی اور لوگوں کے ساتھ بھی ایسا کر چکا ہے۔

ڈاکٹر وقار صاحب....!

ہم بہنوں نے اپنی زندگی کی جمع پونجی اپنے بہنوئی کے کہنے پر اس شخص کے حوالے کردی تھی۔ اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ کوئی ایسی دعا یا عمل بتائیں کہ ہمیں اپنی رقم واپس مل جائے۔

جواب: کہتے ہیں کہ جن لوگوں میں لالچ ہو وہ ٹھگوں کی آمدنی کا بہت آسان ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس بستی میں لالچی لوگ رہتے ہوں وہاں ٹھگ بھوکے نہیں سوتے۔

محترمہ.... آپ ذرا سوچیے تو سہی، یہاں کون سا کاروبار اس قدر منافع میں چلتا ہے کہ اس سے ایک لاکھ کی سرمایہ کاری پر منافع سات ہزار ماہانہ اور نوے ہزار روپے سالانہ منافع ہوتا ہو۔

اس شخص نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے آپ کے بہنوئی سمیت کئی اور لوگوں کے جذبہ لالچ کو بھڑکا دیا۔ اپنے بہنوئی کی زبانی اتنے زیادہ منافع کا سن کر آپ بہنیں بھی اس غیر حقیقی یا پرفریب سرمایہ کاری پر آمادہ ہوگئیں۔

کسی بھی کاروبار میں خاص طور پر پرائیویٹ کاروبار میں سرمایہ کاری کرتے وقت بہت زیادہ چھان بین کرنی چاہیے۔

بڑھا چڑھا کر منافع کی پیش کش کرنے والوں سے بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ ماضی میں ایسے کئی کیسز سامنے آئے ہیں جن پر زیادہ منافع ملنے کی لالچ میں غریب اور متوسط طبقے کے کئی افراد آخر کار اپنی عمر بھر کی کمائی اور جمع پونجی سے محروم ہوگئے۔

بہر حال دعا ہے کہ آپ کو صبر ملے اور اس نقصان کا جلد از جلد ازالہ ہو۔ آمین

عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ سورہ طلاق 65 کی آیت 3 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس یا نوے روز تک جاری رکھیں۔

پیر صاحب کی باتیں

☆☆☆

سوال: محترم ڈاکٹر وقار....! جولائی کے روحانی ڈائجسٹ میں دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ آپ نے ایک پیر صاحب کے عقیدت مند ایک گھرانے کو درپیش مسئلہ بھی شائع کیا ہے۔ گزارش ہے کہ ہم بھی اس سے ملتے جلتے مسئلے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔

ہمارے بڑے بھائی جن کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے ان کے پانچ بچے ہیں۔ ان بھائی کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ایک بیٹی کی شادی ہو چکی ہے۔

دو بیٹیاں یونیورسٹی اور ہائی اسکول میں ہیں۔ بھائی کا اپنا کاروبار ہے۔ دو بیٹے حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ والد کے پاس تھوڑی دیر کے لیے دفتر بھی جاتے ہیں۔ یہ چاروں بہن بھائی کو ایجوکیشن تعلیمی اداروں میں پڑھ رہے تھے۔

بھائی جب سے ان پیر صاحب کے مرید بنے ہیں اپنے گھر والوں کے ساتھ ان کے رویے میں بہت تبدیلی آگئی ہے۔ بھائی کہنے لگے ہیں کہ عورت اور اولاد

مرد کی عاقبت خراب کرنے کا ذریعہ ہے۔ بھائی کہتے ہیں کہ ان کے پیر صاحب بتاتے ہیں کہ عورت آدمی کو بھٹکا کر اسے جنت سے دور کر سکتی ہے۔ پیر صاحب کا مشورہ ہے کہ عورت کو دبا کر رکھنا چاہیے۔ اولاد کو بھی زیادہ ڈھیل نہیں رہنی چاہیے۔ مخلوط تعلیمی ادارے برائی پھیلانے کا سبب ہیں۔ عورت کو سخت پردے میں رہنا چاہیے۔

محترم ڈاکٹر صاحب....! ہمارے بھتیجے بھتیجیوں نے پڑھائی میں بہت اچھے نمبروں سے کامیابیاں حاصل کیں۔ ہمارے بھائی ایک دن ان پیر صاحب مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس روز ان کے پیر صاحب نے مخلوط تعلیم کی مخالفت میں تقریر کی۔ ہمارے بھائی نے اپنے کراچی واپس آنے کا انتظار بھی نہیں کیا اور وہیں سے ہماری بھابھی کو فون کر دیا کہ بچوں کو یونیورسٹی اور اسکول بھیجنا بند کر دیا جائے۔

بھابھی نے یہ بات ہمارے والدین یعنی اپنے ساس سسر کو اور سسرال کے دیگر افراد کو بتائی۔ سب نے اس بات کی مخالفت کی۔ بھابھی نے بچوں کو بتایا کہ تمہارے والد صاحب نے یہ کہا ہے۔ بچے بھی یہ بات سن کر بہت فکر مند ہوئے کیونکہ تعلیمی سال کا بیچ تھا اور دوسری بات یہ کہ بچے اپنے اپنے معیاری تعلیمی اداروں کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

بھائی کراچی واپس آئے تو انہوں نے اپنے حکم پر اصرار جاری رکھا۔ بھائی کو والدین نے بہت سمجھایا کہ اپنے بچوں کے تعلیمی کیریئر کے پیچھے مت پڑو لیکن بھائی نے کہا کہ وہ اپنے پیر کا کہا نہیں ٹال سکتے۔ بچوں کو اس حکم پر عمل کرنا پڑے گا۔

اس دوران ہمیں معلوم ہوا کہ ان پیر صاحب کے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں نے لاہور اور اسلام آباد کے مخلوط تعلیمی اداروں میں ہوسٹل میں رہ کر تعلیم حاصل کی ہے۔ میرے ایک بھتیجے نے کسی طرح سے پیر صاحب کے ایک بیٹے کا نمبر حاصل کر کے ان سے رابطہ کیا۔ پیر صاحب کے بیٹے نے میرے بھتیجے کی بات ہمدردی سے سنی اور کہا کہ وہ خود ان سے یعنی ہمارے بھائی سے بات کریں گے۔

صاحبزادے صاحب نے ہمارے بھائی سے کہا کہ بچوں کی تعلیم کا حرج نہ کیا جائے۔ ہمارے بھائی نے صاحبزادے صاحب کو تو کچھ نہ کہا لیکن وہ اپنے اس بیٹے سے سخت ناراض ہوگئے کہ تو نے صاحبزادے صاحب سے بات کیوں کی....

بھائی کہتے ہیں کہ میرا پیر پیر کامل ہے۔ اگر میں نے اپنے پیر کی بات نہ مانی تو میری دنیا اور آخرت تباہ ہو جائے گی۔

ہمیں پتہ چلا ہے کہ پیر صاحب اپنی مجلسوں میں مختلف باتیں بتاتے رہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ دنیا جلد ختم ہونے والی ہے لہٰذا سامان جائیداد جمع نہ کرو اور جس کے پاس سامان جائیداد ہے وہ اسے بیچ دے۔ کبھی کہتے ہیں کہ بینک میں بھی رقم مت رکھو۔ اگر کسی کے پاس قابل رقم ہے تو وہ اس رقم کو اپنے پاس گھر میں رکھے۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہر مہینے پانچ دن یا سات دن کا اعتکاف کیا جائے۔

محترم ڈاکٹر صاحب....! ہم اولیائے کرام کے معتقدین میں شامل ہیں۔ ہمارے خاندان کے کئی لوگ حضرت غوث الاعظم کے سلسلے میں شامل ہیں لیکن جو کچھ ان بھائی کے پیر صاحب فرماتے ہیں ایک خاندان کا کفیل ان باتوں پر کیسے عمل کر سکتا ہے....؟

اب صورتحال یہ ہے کہ ہمارے بھتیجے اور بھتیجیوں نے اپنے والد سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ ان کی

بات پر عمل نہیں کریں گے۔ بھائی اپنے بچوں سے اور ہماری بھابھی سے ناراض ہیں۔ ان باتوں کی وجہ سے ہمارا پورا خاندان سخت ٹینشن میں ہے۔

جواب: واقعی .... آپ کا گھرانہ بہت مشکل صورت حال سے دوچار ہے۔

جس مقام یا جس ہستی سے رہنمائی اور سکون کی توقع ہو وہاں سے اگر کنفیوژن اور اضطراب ملنے لگے تو آدمی کیا کرے....

آپ کے بھائی کے بچوں کی تعلیم کے حوالے آپ کے گھرانے کو درپیش مسئلہ پیر صاحب کے صاحبزادے نے ہمدردی سے سنا ہے اور اس پر اپنی رائے بھی دی ہے۔ کیونکہ وہ خود کو ایجوکیشن اداروں میں پڑھتے ہوئے ہیں لہٰذا بہت مناسب ہو گا کہ اس معاملہ پر ان سے مزید مدد کی درخواست کی جائے۔ جو بات پیر صاحب کے صاحبزادے نے کہی ہے وہی بات اگر پیر صاحب کی زبان سے آپ کے بھائی سن لیں تو آپ کے گھرانے کو موجودہ ٹینشن سے بخوبی نجات مل جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ علم و عرفان کے لیے کام کرنے والے اداروں کی قیادت کرنے والے زمانے کی بصیرت کے حامل ہوں اور صحیح طرزوں میں اپنے معتقدین کی رہنمائی کے قابل ہوں۔ آمین

اولیاء کرام سے عقیدت ایک بہت وقیع جذبہ ہے۔ اولیاء کرام کے گدی نشین، مشائخ حضرات اس جذبہ کو لوگوں کی اصلاح، علم کے فروغ اور قوم کی ترقی کے لیے احسن طریقے سے بروئے کار لاسکتے ہیں۔

گھبراہٹ و بے سکونی

☆☆☆

سوال: میری بچی اسکول کے زمانے سے اچھے نمبروں سے پاس ہوتی رہی۔ اسے سی۔اے کرنے کا بہت شوق تھا۔ اب سی اے میں ایڈمیشن لیے اسے کئی سال ہو گئے ہیں۔ وہ ماڈیولز تو اس نے بہت اچھے نمبروں سے پاس کر لیے لیکن اس کے بعد آگے پاس نہیں ہو پا رہی۔ وہ جب بھی پڑھنے بیٹھتی ہے تو اسے ایسا لگتا ہے کہ وہ نہیں پڑھ سکتی۔ جو کچھ بھی پورے دن میں یاد کرتی ہے دوسرے دن بالکل صفر ہو جاتی ہے۔ نہ صرف حافظہ بہت کمزور ہو گیا ہے بلکہ اس پر پڑھائی کے نام سے ہی گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔

جب یاد نہیں ہوتا تو ٹینشن ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ کیوں یاد نہیں ہو رہا ہے۔ وہ خود اپنی کیفیات سے بہت تنگ آچکی ہے۔ مایوسی کی باتیں کرتی ہے۔

جواب: صبح اور شام کے وقت اکیس اکیس مرتبہ سورہ ہود (11) کی پہلی آیت تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک ایک ٹیبل اسپون شہد پر دم کر کے پئیں اور اپنے اوپر بھی دم کر لیں۔

رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کریں۔

حسب استطاعت صدقہ کرتی رہا کریں۔

گردن نہیں ٹھہرتی

☆☆☆

سوال: میری شادی کو تین سال ہو گئے ہیں۔ میرا ایک بیٹا ہے جس کی عمر دو سال ہے۔ اس بچے کی گردن نہیں ٹھہرتی اور نہ ہی وہ بغیر سہارے کے بیٹھتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسے ہماری آواز بھی سنائی نہیں دے رہی۔

جواب: ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ کلر تھراپی کے اصولوں پر تیار کردہ نیلی شعاعوں سے تیار کردہ ایک پیالی پانی صبح اور شام پلائیں۔

نیلی شعاعوں سے تیار کردہ تیل کی گردن اور کمر پر ہلکے ہاتھ سے پانچ منٹ تک دائروں میں مالش کریں۔

رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ سورہ کوثر تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر بچے پر دم کردیا کریں۔یہ عمل اکیس روز تک جاری رکھیں۔

پرانا نزلہ

☆☆☆

سوال: مجھے دو تین سال سے نزلے کی شکایت ہے۔دوا لینے سے قدرے بہتری محسوس ہوتی ہے لیکن مرض ختم نہیں ہوتا۔نزلہ کی وجہ سے سر بھاری رہتا ہے۔کبھی کبھی کان میں سائیں سائیں کی آوازیں آتی ہیں۔طبیعت میں سستی اور کاہلی آتی ہے۔براہ کرم کوئی دیسی علاج بتادیں۔

جواب: گاؤزبان 4 گرام،اصل السوس 4 گرام،گل گاؤزبان 4 گرام،اسطوخودوس 4 گرام لے کر ایک ڈیڑھ پیالی پانی میں جوش دے کر چھان لیں۔

یہ مقدار ایک وقت کی ہے۔ہر بار تازہ تیار کریں۔

یہ جوشاندہ صبح نہار منہ اور رات سونے سے پہلے پئیں۔

دل میں سوراخ

☆☆☆

سوال: میری بچی کی عمر تین سال ہے۔ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق اس کے دل میں سوراخ ہے۔شروع شروع میں تو علاج سے بہتر ہوجاتی تھی لیکن اب تکلیف بڑھتی جارہی ہے۔ڈاکٹروں نے چار ماہ بعد آپریشن کا کہا ہے۔اب جب طبیعت خراب ہوتی ہے تو ہاتھ پاؤں پیلے پڑ جاتے ہیں۔سانس تیز تیز چلنا شروع ہوجاتی ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ کوئی روحانی عمل بتائیں کہ ہماری بچی کو اللہ صحت کامل عطا فرمائے۔

جواب: ڈاکٹری علاج ودواؤں کے ساتھ ساتھ بطور روحانی علاج صبح شام اکیس اکیس مرتبہ سورہ نجم 53 کی آیت 10-11 سات سات مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک ایک ٹی اسپون شہد پر دم کرکے پلائیں۔

رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت 82 میں سے

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ○

تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر بچی پر دم کردیں اور صحت یابی کے لیے دعا کریں۔

جوئیں ختم نہیں ہوتیں

☆☆☆

سوال: میری بچی کی عمر بارہ سال ہے۔میں اس کے سر کی صفائی کا بہت خیال رکھتی ہوں۔اس کے باوجود اس کے سر میں بے انتہا جوئیں اور لیکھیں ہیں۔میں نے کئی ٹوٹکے استعمال کیے لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔

جواب: تارامیرا کا تیل تین حصے،ناریل کا تیل ایک حصہ۔ان دونوں تیل کو باہم ملا کر صبح سر میں اچھی طرح ملیں اور کچھ دیر بچی کو دھوپ میں بٹھائیں۔

اس کے بعد تقریباً آدھا گھنٹہ چھاؤں میں رہنے کے بعد سر کو دھوئیں۔عام طور پر یہ عمل ایک ہفتے میں دو سے تین مرتبہ کرلینا کافی ہوتا ہے۔

حمل ضائع ہوجاتا ہے

☆☆☆

سوال: میری شادی کو چار سال ہوگئے

ہیں۔ اللہ کے کرم سے میں دو مرتبہ حاملہ ہوئی ہوں۔ پہلا بچہ پیدائش کے ایک ماہ بعد ہی فوت ہوگیا۔ دوسری مرتبہ بچہ پیدائش کے فوراً بعد انتقال کر گیا حالانکہ میری دونوں ڈلیوری نارمل تھیں۔

ڈاکٹرز نے ایک سال احتیاط کرنے کا کہا تھا۔ ایک سال بعد ہم نے دوبارہ کوشش کی اور اللہ کے کرم سے اب میں دوبارہ امید سے ہوں۔

آپ کوئی ورد بتائیں کہ اس مرتبہ بچے کی پیدائش صحت وسلامتی کے ساتھ ہو اور آپ اپنی دعاؤں میں بھی یاد رکھیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت مند، دراز عمر، صالح اور خوش نصیب و خوبصورت اولاد عطا فرمائے۔ آمین

بطور روحانی علاج جب بھی پانی پئیں 11 مرتبہ اسم الٰہی

یَاقَوِیُّ

پڑھ کر پانی پر دم کر کے پئیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے یَا شَافِیُ یَاسَلاَمُ کا ورد کرتی رہا کریں۔ یہ عمل ڈلیوری تک جاری رکھیں۔

کتاب روحانی علاج سے اُم الصبیان کا تعویذ بنا کر اپنے گلے میں پہن لیں۔ بچے کی پیدائش کے بعد اپنے گلے سے اتار کر بچے کو پہنا دیں۔

حسب استطاعت صدقہ کرتی رہا کریں۔

اکثر نظر لگ جاتی ہے

☆☆☆

سوال: میرا بیٹا ابھی تقریباً ڈیڑھ سال کا ہے۔ کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ کبھی اسے دست لگ جاتے ہیں تو کبھی بخار ہو جاتا ہے، کبھی ناک بہنا شروع ہو جاتی ہے یہ ہمارا پہلا بیٹا ہے۔ سب لوگ حتیٰ کہ ہمارے فیملی ڈاکٹر بھی یہ کہتے ہیں کہ اس بچے کو نظر لگ جاتی ہے۔

براہ کرم کوئی نظر اتارنے کا کوئی مجرب علاج بتا دیجئے۔

جواب: بیٹا رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ سورہ کوثر پڑھیں اور بچے پر دم کر دیں۔ یہ عمل بلا ناغہ اکیس دن تک کریں۔

ہر جمعرات کے دن کم از کم اکیس روپے خیرات کر دیا کریں۔

چہرے پر دانے

☆☆☆

سوال: میری عمر اکیس سال ہے۔ میرے چہرے اور ہاتھ پیروں کی انگلیوں پہ باریک باریک دانے نکل آتے ہیں۔ ان میں بہت خارش ہوتی ہے پہلے تو یہ دانے کم اور چھوٹے تھے مگر اب بہت زیادہ نمایاں ہوگئے ہیں۔ مختلف علاج کروائے لیکن مکمل افاقہ نہیں ہوا۔ کوئی دیسی نسخہ بتائیں کہ جس سے اس تکلیف سے چھٹکارا ملے اور چہرہ پہلے کی طرح صاف ہو جائے۔

جواب: چہرہ اور جسم پر دانوں کی شکایت میں مندرجہ ذیل دیسی نسخہ بھی مفید ہے۔

چاکسو۔ 12 گرام، منڈی۔ 12 گرام، سرپھوکہ۔ 12 گرام، شاہترہ۔ 12 گرام، برگ حنا 12 گرام، صندل سفید۔ 12 گرام

تمام ادویات کا سفوف بنا کر دو دو گرام مقدار میں یہ سفوف صبح نہار منہ اور شام کے وقت پانی کے ساتھ لیں۔

اس کے علاوہ کلر تھراپی کے اصولوں کے مطابق سبز شعاعوں میں تیار کردہ پانی ایک ایک پیالی صبح اور شام پئیں اور نیلی شعاعوں میں تیار کردہ پانی ایک

ایک پیالی دو پہر اور رات کھانے سے پہلے پئیں۔
گھی، گائے کا گوشت، کھٹی، ترش، تیز نمک مرچ والی اور تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز کریں۔

وہم اور وسوسے

☆☆☆☆

سوال: میری بیگم کی عمر چالیس سال ہے۔ گزشتہ دس سال سے انہیں وہم کی شکایت ہے۔ ہوا یوں کہ ہمارے ایک عزیزہ کا دس سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ ہم جب وہاں سے واپس آئے تو میری بیگم صاحبہ دو دن تک سو نہیں سکیں۔ اس کے بعد چند دن انہوں نے بار بار ہاتھ دھونا شروع کر دیا۔ کسی بھی چیز کو ہاتھ لگتا تو دو تین بار صابن سے ہاتھ دھوتیں۔ لاکھ منع کرنے پر بھی دھیان نہیں آتی۔ نہا کر آتی ہیں تو کچھ دیر بعد دوبارہ نہانے چلی جاتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میرے جسم پر ناپاکی صاف نہیں ہوئی میں اس لیے بار بار ہاتھ دھوتی ہوں اور نہاتی ہوں۔

بعض مرتبہ مقدس ہستیوں کے بارے میں وہم وسوسے انہیں بہت تنگ کرتے ہیں۔

کئی ڈاکٹروں کو دکھایا لیکن کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ بار بار ہاتھ دھونے اور نہانے سے جلد سفید اور خشک ہو گئی ہے۔

بیگم صاحبہ کے وہم کی وجہ سے گھر کا سارا نظام ڈسٹرب ہو گیا ہے۔

جواب: صبح اور شام اکیس اکیس مرتبہ سورۃ مومنون (23) کی آیت 97 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنی بیگم صاحبہ کے اوپر دم کر دیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو وسوسوں اور وہم سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

ہارمونز کی خرابی

☆☆☆

سوال: میری عمر تیس سال ہے۔ چھ سال سے چہرے پر زائد بال کی شکایت ہے۔ کئی جگہ علاج کروایا لیکن مکمل افاقہ نہیں ہوا۔ گائناکولوجسٹ کا کہنا ہے کہ ہارمونز ڈسٹرب ہو گئے ہیں۔ جب تک یہ ہارمونز نارمل نہیں ہونے چہرے پر بال نکلتے رہیں گے۔

میں ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ کلر تھراپی سے علاج کروانا چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں برائے کرم کوئی نسخہ بھی تجویز کریں۔

جواب: کلر تھراپی کے اصولوں کے مطابق بیگنی شعاعوں سے تیار کردہ پانی ایک ایک پیالی صبح اور شام پئیں۔

مذکورہ تکلیف میں ایک مفید نسخہ درج ذیل ہے۔

سونف 4 گرام، تخم خرفہ 4 گرام، گاؤزبان 4 گرام، مغز تخم کدو 4 گرام، چھلکا املتاس 4 گرام۔

ان تمام اجزاء کو ایک پاؤ پانی جوش دیں۔ جب اندازاً پانی آدھا پاؤ رہ جائے تو چھان کر حسب ضرورت گڑ ملا کر ایام آنے سے تین روز قبل روزانہ صبح نہار منہ پئیں۔